مولانا محمد علی اور انکی صحافت

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

ادارہ
تصنیف و تحقیق
پاکستان ۱۸.۸۶، کراچی ۳۲

کتاب	مولانا محمد علی اور ان کی صحافت
مؤلف	ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری
اشاعت اول	دسمبر ۱۹۸۳ء
قیمت	۶۰ روپے

طابع

المخزن پرنٹرز (مکتبہ رشیدیہ) پاکستان چوک۔ کراچی

ناشر

ادارہ
تصنیف و تحقیق
پاکستان ۱۸۔۸۶ کراچی ۳۲

ملنے کے پتے

مکتبہ شاہد

علی گڑھ کالونی۔ کراچی نمبر ۱۴

پاک اکیڈمی بک سیلرز پبلشرز
دکان ۲۲ جامع مسجد باب الاسلام، آرام باغ کراچی

فہرست

اِنتساب

مخدوم و مکرم

پروفیسر حسنُ عادل صاحب

کے نام

جو

میری چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور معمولی ترقی سے بھی بہت خوش ہوتے ہیں

ابو سلمان شاہجہاں پوری

پیش لفظ

کسی شخصیت کے بارے میں بے لاگ رائے قائم کرنے کا وقت اس کی وفات کے بعد آتا ہے۔ لیکن اس وقت تک پھر بھی انتظار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے سوانح و سیرت کے بنیادی ماخذ اور افکار و خدمات کے تمام گوشے سامنے آجائیں۔ مولانا محمد علی کے انتقال پر اگرچہ نصف صدی گذر چکی ہے اور اس دوران میں جمع و ترتیب اور تصنیف و تالیف کے کئی مفید کام انجام دیے گئے ہیں لیکن اب تک نہ تو ان کے سوانح و سیرت کے تمام پہلو علم کی روشنی میں آئے ہیں اور نہ افکار و خدمات کے تمام گوشوں تک نظرِ تحقیق کی رسائی ہوئی ہے۔ بنیادی نوعیت کے کاموں میں ابھی ابتدائی کام بھی انجام نہیں دیا جا سکا۔ ان کے خطبات، مکاتیب، مضامین، ہمدرد اور کامریڈ میں ان کے مقالات کا ایک مجموعہ بھی ایسا نہیں جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ اس میں اس نوع کی تمام تحریریں یکجا کی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ کام ان پر تحقیق میں بڑی اہمیت اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب تک مرحوم پر تصنیف و تحقیق کے سلسلے میں یہ بنیادی ماخذ اصحابِ قلم کی دسترس میں نہیں آجاتے ان کے سوانح و سیرت کا کوئی مرقع تیار نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا محمد علی سے متعلق میرے پیشِ نظر چند اسی قسم کے کام ہیں جن کی تکمیل کے ساتھ ان کے خطبات، مکتوبات اور دیگر افاداتِ کے چند مجموعے مرتب ہو جائیں گے اور افکار و خدمات کے اہم اور بنیادی ماخذ تک مطالعہ و تحقیق کے شائقین کی رسائی ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں مولانا محمد علی کے مکتوبات کا ایک مجموعہ "مکتوبات رئیس الاحرار" (سیاسی) کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا مجموعہ اشاعت کے لیے تیار ہے۔ خطبات و تقاریر کے ایک مکمل مجموعے کی ترتیب کا کام جاری ہے۔ مولانا محمد علی کی ایک ببلیوگرافی کی تدوین بھی مکمل ہو چکی ہے۔

زیرِ نظر کتاب مولانا محمد علی کی صحافت کے بارے میں ہے۔ اس کے حصہ اول میں مرحوم کے اخبارات "ہمدرد" اور "کامریڈ" کی تاریخ و خصائص اور خدمات کا تعارف اور ان کے اداروں کے افرادِ علم و عمل کے بارے میں ضروری معلومات ہیں اور حصہ دوم میں "ہمدرد" اور "کامریڈ" کے مقالاتِ افتتاحیہ اور "ہمدرد" کے مشمولات کے اشاریے ہیں۔

اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ مولانا محمد علی کی خدمات کے پہلے اور سب سے اہم دائرے کے بارے میں ضروری معلومات مہیا ہو گئی ہیں اور اشاریہ جات کی ترتیب سے نہ صرف صحافت میں بلکہ قومی زندگی کے مختلف میدانوں میں مرحوم کی خدمات اور افکار کے ماخذ

تک مطالعہ و تحقیق کے شائقین کی رہنمائی ہو جاتی ہے۔ مولانا محمد علی کی شخصیت اور خدمات و افکار کے علاوہ اردو یا انگریزی صحافت میں "ہمدرد" یا "کامریڈ" کے مرتبے کا تعین مقصود ہو، قومی تحریکات اور جنگِ آزادی میں ان اخبارات کی خدمات یا ملی زندگی کے کسی پہلو پر تحقیق مقصود ہو یا جنگِ آزادی کے ایک دور کی ایک خاص نقطۂ نظر سے تاریخ مرتب کرنی ہو تو یقین رکھیے، کامریڈ خصوصاً ہمدرد کے مقالاتِ افتتاحیہ اور دیگر مشمولات کے حوالے مقاصد کی راہ کو بہت آسان کر دیں گے۔

کامریڈ کے مقالاتِ افتتاحیہ کے حوالے اتنی تعداد میں ہرگز فراہم نہ ہو سکتے اگر پروفیسر احمد سعید اور جناب قاضی افضل حق قرشی تعاون نہ فرماتے۔ دونوں حضرات کی خدمتِ علم اور تعاون کے لیے قلب مسرت اور ممنونیت کے جذبات سے لبریز ہے۔

(ابوسلمان شاہجہانپوری)

حصہ اول

مضامین

فہرست

مولانا محمد علی کی صحافت

(ایک نظر میں)

انگریزی صحافت

"گپ" الہ آباد (پندرہ روزہ)

(۱۹۰۴ء میں صرف دو شمارے)

کامریڈ، کلکتہ (ہفت روزہ)

دور اول

پہلا پرچہ	۱۴ر جنوری ۱۹۱۱ء
آخری پرچہ	۱۴ر ستمبر ۱۹۱۲ء

کامریڈ، دہلی (ہفت روزہ)

پہلا پرچہ	۱۲ر اکتوبر ۱۹۱۲ء
آخری پرچہ	نومبر ۱۹۱۴ء

دور دوم

پہلا پرچہ	۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۴ء
آخری پرچہ	۲۲ر جنوری ۱۹۲۶ء

اردو صحافت

"ہمدرد" دہلی (روزنامہ)

(زیر ادارت مولانا محمد علی)

دور اول

پہلا پرچہ	۲۳ر فروری ۱۹۱۳ء
آخری پرچہ	جون ۱۹۱۵ء

دور دوم

پہلا پرچہ	۹ر نومبر ۱۹۲۴ء
آخری پرچہ	۲۰ر مئی ۱۹۲۸ء

(زیر ادارت محمد جعفری - زیر نگرانی عبد الماجد دریابادی)

پہلا پرچہ	۲۱ر مئی ۱۹۲۸ء
آخری پرچہ	۱۲ر اپریل ۱۹۲۹ء

The Comrade.

A Weekly Journal. Edited by - Mohamed Ali.

ہفتہ وار کامریڈ کلکتہ و دہلی

(۱)

سید محفوظ علی بدایونی مرحوم لکھتے ہیں:

" بمبئی ہی میں جب اخبار نکالنے کا قصد مصمم ہوا تو یہ بھی طے ہوا تھا کہ محمد علی ایڈیٹر ہوں اور یہ ہیچمیرز منیجر۔ اس کے بعد محمد علی کو برائے چندے بڑودہ جانا پڑا اور مجھے تجارت کے کاروبار کو آگ لگا کر مستقلاً گھر آنا پڑا۔ اگرچہ ان کی طلبی پر بڑودہ اور بمبئی بار بار گیا۔"

۱۹۱۰ء کے آخر میں جب کلکتہ سے اخبار نکالنا طے ہوگیا تو محمد علی نے لکھنؤ سے تار دیا، میں فوراً پہنچا اور خیال کو عمل میں لانے کے لئے مشورہ کیا گیا۔ جس میں مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم بھی شریک تھے۔ یہاں مجھے پھر وعدہ کرنا پڑا کہ کلکتہ آکر شریک خدمت ہوں گا۔ مگر اس عرصے میں میرے ذاتی معاملات میں اتنا پھیلاؤ ہوگیا تھا کہ میرے ضعیف العمر والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ انھیں اکیلے سنبھال نہیں سکتے تھے۔ لہذا اس وقت مکان سے غیر حاضری میرے امکان میں نہ تھی ــــ

۱۴ر جنوری ۱۹۱۱ء کو کلکتہ سے کامریڈ کا پہلا پرچہ نکلا۔ طلبی کا تقاضا تو بہت پہلے ہی سے تھا۔ اب اس میں سختی شروع ہوئی۔ ۱۹۱۲ء میں سختی، تلخی سے بدلی، اور لکھا جانے لگا " پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد"۔ ۵ر جولائی ۱۹۱۲ء کو تار آیا کہ " تیار رہو تمھاری گرفتاری کے لئے کل بدایوں آتا ہوں"۔ چنانچہ ۷ر جولائی کو بدایوں تشریف لائے۔ جناب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض و معروض کی۔ انھوں نے اپنی ضعیفی اور تنہائی کے باعث جائداد کے انتظام کا بار اٹھانے سے مجبوری ظاہر کی۔ مگر محمد علی کب ماننے والے تھے۔ خوشامد کی ہاتھ جوڑنے اور آخر مرحوم و مغفور سے وعدہ لے ہی لیا کہ حالات سازگار ہوئے تو انشاء اللہ اجازت دے ہی دی جائے گی۔ ۔ ۔ ۔

کلکتے سے کامریڈ کا آخری پرچہ ۱۴ر ستمبر ۱۹۱۲ء کو نکلا۔ اس کے بعد کارخانہ دہلی آگیا۔ میں بھی بدایوں سے دہلی پہنچ گیا۔ جہاں سے پہلا پرچہ کامریڈ کا ۱۲ر اکتوبر

۱۹۱۲ء کو نکلا[1]

طبی وفد

کامریڈ کے دہلی آنے کے بعد ہی جب سید امیر علی اور سر آغا خاں کے بحری تار آنے شروع ہوئے کہ ترکوں کو لڑائی (جنگ بلقان) میں سب سے زیادہ ضرورت طبی مدد کی ہے تو ڈاکٹر انصاری نے چاہا کہ وہ ہندوستان سے ایک طبی وفد لے جائیں اور لڑائی میں زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے ترکوں کا ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ انھوں نے بطور خود ایک تخمینۂ اخراجات بھی تیار کیا اور سید امیر علی اور نیز اپنے ان ہندوستانی احباب (ڈاکٹر عبدالرحمٰن اور ڈاکٹر نیفی وغیرہ) سے جو ولایت میں طبی تعلیم ختم کر چکے تھے، اس بارے میں مراسلت کی۔ اسی دوران میں انھوں نے یہ تجویز محمد علی کے سامنے پیش کی، جسے محمد علی نے بہت پسند کیا اور ہر قسم کی مدد دینے پر آمادگی ظاہر کی۔

دہلی میں ترکوں کی امداد کے لئے ایک انجمن ہلال احمر قائم ہوئی تھی۔ اس کے جلسے میں محمد علی نے اس تجویز کو پیش کیا۔ انجمن نے اتفاق کیا اور پندرہ ہزار کی رقم جو عثمانی کونسل جنرل مقیم بمبئی کو بھیج دی تھی، تار کے ذریعے واپس مانگی، تاکہ طبی وفد کے اخراجات میں لگا دی جائے۔ مگر دوسرے ہفتے کے جلسے میں اپنی رائے بدل دی اور طے کیا کہ ان کی رقم کونسل جنرل ہی کے ذریعے ترکی وزیر اعظم کی خدمت میں بھیج دی جائے۔ محمد علی نے بہت سمجھایا۔ مگر جب دہلی والوں نے اپنی رائے میں تبدیلی نہ کی تو جلسے ہی میں مجھ سے پوچھا؟ ہمارے پاس کتنی رقم ہے؟ میں نے کہا "اتنے ہزار اتنے سو روپے"۔ کہنے لگے "الحمد للہ ہمارے پاس کافی رقم ہے۔ انصاری! میں نے طے کر لیا ہے کہ انشاء اللہ مشن جائے گا اور ضرور جائے گا۔ میرے پاس دس روپے ہوتے تب بھی ہمت نہ ہارتا اور اسی دہلی سے بھیک شروع کر کے سارے ہندوستان سے رقم فراہم کرتا۔ اب تو خدا کے فضل سے اس قدر موجود ہے۔ تم اللہ کا نام لے کر انتظام کرو اور رقم کی فراہمی میرے ذمے۔ اسی رات کو اس عرب شاعر کی طرح، جس نے اپنے لڑکے سے کہا تھا۔" یا ولید! آج ذرا چراغ میں تیل زیادہ ڈال دینا۔ فلاں قبیلے

---

[1] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، کراچی۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۴ء، ص ۱۴-۱۳

کی کچھ لکھ کر تیار کرنا ہے"۔ انھوں نے اپنے خدمت گزار محمد حسین سے کہا۔"جا کر میرے کمرے میں لیمپ تو جلا دے"۔ (اس وقت تک بجلی کے تار کمروں میں نہ لگ سکے تھے) کمرے میں جا کر کامریڈ کے لئے مضمون لکھا جس پر مسلمانوں سے طبی مشن کے چندے کے لئے وہ دل ہلا دینے والی اپیل کی جس نے کامریڈ کے دفتر میں روپوں کی بارش کر دی، کامریڈ کے فائل گواہ ہیں کہ ایک ایک دن میں دس دس، پندرہ پندرہ ہزار روپے وصول ہوئے اور میں گواہ ہوں کہ منی آرڈروں اور پارسلوں پر دستخط کرتے کرتے میرا ہاتھ شل ہو گیا ہے ــــــ

چوائس آف دی ٹرکس

لندن ٹائمس میں ایک مضمون "چوائس آف دی ٹرکس" کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں ترکوں کو دھمکیاں دے کر سمجھایا بلکہ حکم دیا گیا تھا کہ اس جنگ میں جو شروع ہوئی ہے غیر جانب دار رہیں ورنہ ان کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اس زمانے میں بیگم محمد علی سخت علیل تھیں۔ محمد علی کو مریضہ کی تیمارداری میں رات رات بھر جاگتے گزرتی تھی۔ حکیم اجمل خاں صاحب (مرحوم) اور ڈاکٹر انصاری بار بار آکر دیکھتے تھے۔ اسی حالت میں محمد علی نے ٹائمس ہی کے عنوان سے وہ مضمون لکھا جو ان کی زندگی کے دریا کا رخ بدل دینے والا ثابت ہوا۔ محمد علی کے مدراسی زود نویس (اسٹینوگرافر) مسٹر ایر نے راجہ غلام حسین مرحوم سب اڈیٹر کامریڈ سے چپکے سے کہہ دیا کہ محمد علی صاحب ایک نہایت سخت اور تلخ مضمون لکھ رہے ہیں۔ راجہ مرحوم نے مضمون دیکھ کر حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میری رائے نہیں کہ اس وقت ایسا مضمون شائع کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی مضمون پڑھ کر اور حکیم صاحب نے اس کا مطلب سُن کر یہی رائے دی کہ مضمون اس وقت ہرگز نہ شائع کیا جائے۔ مگر محمد علی کب ماننے والے تھے۔ راجہ بے چارے نے گھبراہٹ میں مجھے بدایوں تار دیا کہ فوراً آؤ۔ میں پہنچا اور نرم الفاظ میں اپنی ہیچمیرز رائے دی۔ مگر محمد علی نے ایک نہ سنی۔ جب میں نے زیادہ کہا تو کہنے لگے ــــــ

"میں جانتا ہوں کہ میں نے اپنی موت کے وارنٹ پر دستخط کئے ہیں، مگر اب میں رائے قائم کر چکا، جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب کچھ نہیں ہو سکتا"۔ [۱]

---

[۱] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۹۔ ۱۱۷

محمد علی۔ کام ٹال

محمد علی بالطبع سست نہ تھے، مگر کاہل ضرور تھے۔ وہ خود تو اپنے آپ کو کام چور کہتے تھے۔ لیکن کام چور نہ تھے تو کام ٹال تو یقیناً تھے۔ منٹوں کا کام دنوں بلکہ ہفتوں نہیں کرتے تھے مگر جب کرنے پر آجاتے تھے تو ہفتوں کا کام منٹوں میں نہیں تو گھنٹوں میں تو ضرور کر ڈالتے تھے۔

دہلی آکر کامریڈ کبھی وقت پر نہ نکلا۔ صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد محمد علی پوری سنجیدگی اور سچی نیت کے ساتھ کام کرنے یعنی مضمون لکھنے بیٹھتے ہی تھے کہ چپراسی نے اطلاع دی کہ فلاں صاحب تشریف لائے ہیں۔ وہ صاحب آکر بیٹھے ہی تھے کہ مسٹر فلاں بھی تشریف لے آئے۔ اب مجلس گرم ہوئی۔ دوپہر ہو گئی، کبھی کھانے میں شریک ہوئے، کبھی ویسے ہی چلے گئے۔ دوپہر کا کھانا شروع ہوا۔ کوئی سلسلہ چھڑ گیا تو سہ پہر کی چائے پر ختم ہوا۔ باہر جانے کا وقت ہوا۔ غالب کے الفاظ میں فلاں صاحب کا "ایک آنہ دینا ہے" تشریف لے گئے اور کھانے کے وقت واپس تشریف لائے ــــ

ہم غصے میں بھرے، منہ تمتمائے بیٹھے ہیں۔ پہلے تو خیال نہ ہوا۔ پھر فرمانے لگے۔ "بھائی صاحب! یہ آج مزاج کا پارہ کیوں چڑھا ہے۔ کسی نے زبان چلائی ہو، زبان نکال لوں۔ آنکھ دکھائی ہو آنکھ پھوڑ دوں، ناک چڑھائی ہو ناک توڑ دوں، کان ہلائے ہوں کان کاٹ دوں۔" اب ہمارے ضبط کا پیالہ چھلک گیا اور جو کچھ منہ میں آیا بکنا شروع کیا۔ "محمد علی تم کاہل ہو، باتونی ہو، بیکار ہو، کمپازیٹر اور پریس مین مفت کی تنخواہ پا رہے ہیں، تمھارا نقصان ہو رہا ہے، کامریڈ کے وقت پر نہ نکلنے سے بدنامی ہو رہی ہے۔ آخر اوور ٹائم دے کر پرچہ چھاپنا پڑے گا۔" اسی سلسلے میں زبان سے نکل گیا۔ "کام وام تو کرتے نہیں، آرام کرسی پر پڑے انگڑائیاں لیتے رہتے ہو۔" انگڑائی کا لفظ سنتے ہی کہنے لگے۔ بھائی! ہمارا نظام رام پوری کہتا ہے، دیکھو! کتنا بانکا شعر ہے ؎

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا مجھے تو چھوڑ دیے مسکرا کے ہاتھ

ہائے ظالم نے کیا تصویر کھینچ دی ہے۔" ہم "بھاڑ میں جائے تمھارا نظام" کہتے ہوئے جلے بھنے اٹھ آئے اور اپنے کمرے میں جا کر سو رہے ــــ

صبح کو ناشتے پر بلائے گئے۔ "بھائی جان! کچھ غصہ کم ہوا؟" خاک کم ہوا دھول کم ہوا۔ اب ہم بدایوں جاتے ہیں۔ بھائی خفا کیوں ہوتے ہو۔ یہ لو، مضمون لوگے یا کسی کی جان۔" یہ کہہ کر

ایک پلندا پھینک دیا۔ دیکھا تو کامریڈ کے لئے "گپ" کا ایک نہایت ہی پھڑکے دار مضمون تھا"۔ [1]

انگریزی ادب پر عبور

ان کی ہمہ گیر ذہانت نے انگریزی ادب و انشا، مصطلحات و محاورات، طرز ادا اور طریقہ بیان پر اس درجہ تبحر و عبور حاصل کیا کہ ان کے قلم و زبان دونوں کو جاہلوں سے لے کر عالموں، گنواروں سے لے کر شہریوں، فقیروں سے لے کر امیروں اور مزدوروں سے لے کر وزیروں تک کے الفاظ و عبارات کے ادا کرنے پر یکساں قدرت و مہارت حاصل تھی۔ ملاحوں کے سرود انھیں یاد تھے، اناؤں کی لوریاں انھیں یاد تھیں، لیمرک (LIMERICK) کی وہ ہزلیات منظوم جو THERE WAS سے شروع ہوتی ہیں، انھیں یاد تھیں بل (BULL) انھیں یاد تھے، معمہ اور چیستاں انھیں یاد تھے۔ اسی کے ساتھ انگریزی، متقدمین، متوسطین اور متاخرین شعرا و مصنفین کے بہترین علمی اور ادبی جواہر پارے ان کی زبان پر یا ان کی نظر میں تھے۔ انجیل کی کتب عتیق و جدید پر ان کی نگاہ تھی۔ سیکڑوں علمی لطیفے ان کے نوک زبان تھے۔ طبیعت پر چونکہ بذلہ سنجی، ظرافت اور شوخ نگاری کا رنگ غالب تھا۔ لہذا اس صنف میں ایسا بے ساختہ اور اتنا بہتر لکھتے تھے کہ بسا اوقات ان کی اور لندن پنچ کی ظرافت میں مشکل سے امتیاز ہو سکتا تھا۔

اعتراف کمال

یہ ایک جاہل اور ہندی ہیچمدان کا والہانہ خیال نہیں، بلکہ بڑے بڑے انگریز ادیبوں کی غیر جانب دارانہ رائے ہے۔ جب تک محمد علی کا نام گورنمنٹ کے معتوبوں کی فہرست میں موٹے موٹے حرفوں میں نہ لکھا گیا۔ انگریزوں کی اچھی خاصی تعداد کامریڈ کی خریدار اور اس کے مضامین کی عاشق اور اس کے طرز نگارش کی مداح تھی۔ وائسرائے کی بیگم صاحبہ وقتاً فوقتاً ٹیلیفون پر دریافت کراتی رہتی تھیں کہ کامریڈ کس وقت تک چھپ کر ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

سر فلیٹ وڈ ولسن (Sir, FLEET WOOD WILSON) ہندوستان کے وزیر مالیات جب ولایت جانے لگے تو محمد علی ان سے ملنے گئے۔ باتیں کرتے کرتے وہ محمد علی کو

---

[1] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا ص ۲۰۔ ۱۱۹

اس کمرے میں لے گئے، جہاں ان کا سامانِ سفر بندھ رہا تھا۔ ایک صندوق کو جس کا اوپر کا تختہ کیلوں سے جڑا جا رہا تھا کھلوا کر کہنے لگے۔ " محمد علی دیکھو! اس میں کیا ہے؟" — دیکھا تو کامریڈ کے پرچے تھے۔ کہنے لگے۔ " میں لندن پنچ کے ایڈیٹر کے لئے یہ تحفہ لے جا رہا ہوں۔" محمد علی بولے: " پنچ کے ایڈیٹر کو تو برابر کامریڈ جاتا ہے۔" کہنے لگے: " وہ اور بات ہے مگر میں اپنے دوست سر اون سیمین (Sir, OWEN SEEMAN) ایڈیٹر پنچ کو ان کے مذاق کے لائق اس سے بہتر ہدیہ ہندوستان سے نہیں لے جا سکتا۔ تمھاری اور ان کی طرزِ تحریر میں جو یک رنگی ہے کہ بعض اوقات تمھاری اور ان کی تحریر میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ اس کی داد وہی دے سکتے ہیں۔"

شوخیِ طبع

محمد علی کی چلبلی شوخ طبیعت سادہ الفاظ اور آسان طرزِ ادا کی جگہ غالب کی طرح کسی قدر پیچ دار طرزِ ادا کی دل دادہ تھی۔ وہ مذاق میں الفاظ اور اسماء کو اپنے رنگ میں کہنے کے عادی تھے۔ بمبئی کے محلے میں ایک ریلوے اسٹیشن چرچ گیٹ (CHURCHGATE) ہے جسے وہ باب کلیسا کہتے تھے۔ میرین لین (MARINE LANE) جسے عوام مریم لین کہتے ہیں، وہ صفوف بحریہ کہتے تھے — کا نام رکھا تھا " شارع عطیہ" اس میں جو تلمیح و لطافت ہے۔ اس کے اظہار کا موقع نہیں۔ مگر اکثر احباب مثلاً ڈاکٹر علامہ سر اقبال اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ جیکب سرکل (JACOB CIRCLE) کا نام رکھا تھا دائرہ یعقوبی ان کے ایک ملاقاتی کا نام تھا " چندر ہنس" جسے وہ مہبط کہتے تھے۔ (چندر = مہ، ہنس = بط) [1]

۱۹۱۲ء ختم ہو رہا تھا کہ سرکار انگریزی نے دارالحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل ہونے کا اعلان کیا اور کچھ روز بعد اس پر عمل درآمد بھی ہو گیا۔ مسٹر محمد علی اور ان کا کامریڈ — ان دونوں کو بھی اب دہلی آنا پڑا۔ کامریڈ ستمبر ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے ہٹا اور ۱۲ اکتوبر ۱۲ء کو دہلی سے نکلنا شروع ہو گیا [2] اور اس شان سے نکلنا شروع ہوا کہ ظاہری صفائی، اور زینت کے معیار سے

---

[1] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب)، طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۱۰ – ۱۱

[2] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، اعظم گڑھ، معارف پریس، ۱۹۵۴ء، حصہ اول، ص ۴

ولایت کے ہفت روزہ جریدوں کا گویا ہم سطح تھا[1] پورے ملک میں سرکاری حلقوں سے لے کر علمی، ادبی اور سیاسی حلقوں تک دھوم مچ گئی۔ اس کی زبان اور طرز تحریر نے طلبہ کے دلوں کو بھی مسخر کر لیا تھا بقول مولانا عبدالماجد دریابادی "کامریڈ کی سحر نگاری سے مسلمان تو مسلمان کالج کے ہندو لڑکے بھی متاثر تھے"[2]

سید غلام ربانی "کامریڈ" اور "ہمدرد" کے خازن تھے، "کامریڈ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ساٹھ سال سے اوپر ہوئے، مسٹر محمد علی (اس وقت وہ مسٹر ہی کہلاتے تھے) کلکتہ سے دہلی آئے اور اپنے ساتھ اپنے "کامریڈ" کو بھی لائے۔ "کامریڈ" ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار تھا۔ بڑھیا کاغذ پر چھپتا تھا۔ اس کا معیار اتنا بلند تھا کہ انگلستان کے اخباروں کی ہمسری کرتا تھا۔ ملک میں اس کا مطالعہ ایک فیشن ہو گیا تھا۔ کالج کے طالب علم اپنی استعداد بڑھانے کے لیے اس کو پڑھتے تھے۔ "کامریڈ" کی "گپ" مشہور تھی۔ اس میں حالاتِ حاضرہ پر طنز و مزاح کے پیرائے میں تبصرہ ہوتا تھا۔ اس کے لکھنے والے ولایت علی بمبوق (وکیل بارہ بنکی) تھے۔ سروجنی دیوی (نائیڈو) اور سر نظامت جنگ کی نظمیں بھی اس اخبار میں چھپتی تھیں۔ انگلستان میں اس کے خریدار دو تین سو تھے۔ آٹھ روپے سالانہ اس کا چندہ تھا۔ خریداروں کی تعداد آٹھ ہزار تھی"[3]

کامریڈ کا یہ دور انتہائی عروج کا تھا۔ دورِ ثانی میں (۳۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء تا ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء) اس کی اشاعت اس حد تک نہ پہنچ سکی۔ سید محمد ہادی جو ادارہ ہمدرد کے ایک رکن تھے، لکھتے ہیں:

"اسی دوران میں "کامریڈ" بائیس سو چھپتا تھا"[4]

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی — ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۷

[2] ایضاً ص ۸۔

[3] غلام ربانی، سید: ہفتہ وار کامریڈ (مقالہ) مولانا محمد علی — ایک مطالعہ، دہلی، علمی ادارہ، ۱۹۸۰ء ص ۱۲۸

[4] محمد ہادی، سید: علی برادران اور ان کا زمانہ، دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۸ء ص ۳۶-۱۳۵

مئی ۱۹۱۳ء میں شہر کان پور میں ایک سڑک نکالنے کے سلسلے میں میونسپلٹی اور کلکٹر نے ایک مسجد کے غسل خانے کو گرا دیا، اور اس پر جب مسلمانوں نے اپنے پرجوش احتجاج کا مظاہرہ کیا تو اس کے مجمع پر گولیاں تک چل گئیں۔ بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ اور اس کے لیڈروں میں محمد علی بھی تھے۔ کامریڈ نے اپنے احتجاجی اور تنقیدی مضامین میں کلکٹر تو الگ رہے خود صوبے کے حاکم اعلیٰ سر جیمس مسٹن کی بھی خوب خبر لے ڈالی۔ حکام اس وقت یوں بھی مسلمانوں کی زبان سے کسی کڑی نکتہ چینی کے عادی نہ تھے۔ اور پھر یہ سر جیمس مسٹن تو محمد علی کو اپنا بڑا پرانا یار وفادار سمجھ رہے تھے۔ قدرتاً بہت بگڑے۔ ادھر جنگ بلقان کے سلسلے میں ترکی کی ہمدردی میں بھی محمد علی پیش پیش تھے ——

یہ سب تو تھا ہی کہ نومبر ۱۹۱۴ء میں یورپ کی پہلی جنگ عظیم میں ٹرکی بھی جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے برطانیہ کے مقابل آگیا اور کامریڈ نے اپنے ایک بڑے زوردار مقالے میں جو "CHOICE OF THE TURKS" کے زیر عنوان ٹائمس (لندن) کے ایک مقالے کے جواب میں تھا۔ ترکوں کو اپنے اس انتخاب میں معذور ٹھہرایا۔ یہ شرارہ غضب کا تھا۔ حکام انگریز اب کیسے اور کب تک درگزر سے کام لیتے۔ کامریڈ فوراً بند اور محمد علی نظر بند ہوئے[1]

ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ہارڈنگ نے ملک کے سیاسی حالات کے بارے میں حکومت برطانیہ کو جو حکومت برطانیہ کو جو رپورٹیں بھیجی تھیں۔ ان میں کامریڈ کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو حکومت برطانیہ کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں :

"اس ملک میں صحافت کا لب ولہجہ کافی تسلی بخش ہے سوائے دو اخباروں کے جن کے ایڈیٹر محمد علی اور ظفر علی ہیں"——

اس خط میں آگے چل کر لکھتے ہیں :

"محمد علی کے اخبار کامریڈ کا لب ولہجہ بہت ہی سخت اور بدترین ہے۔ ان کا تعلق مقامی ریاست رام پور سے ہے۔ میں اس بارے میں معلومات کر رہا ہوں کہ آیا انھیں ان کی ریاست میں بھیج دینا ممکن ہے؟ جب وہ ایک بار وہاں پہنچ جائیں گے تو ہم نواب رام پور سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ ان پر اچھی طرح نظر رکھیں گے۔ اور امید ہے کہ غالباً نواب ان کے رام پور

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی — ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا حصہ اول، ص ۱۸

کے قیام کو زیادہ خوش گوار نہیں بنائیں گے"۔[۱]

اس کے بعد ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء کے خط میں لکھتے ہیں :

کامریڈ کا لب و لہجہ مستقلاً سخت اور جارحانہ ہے اور ہمارے قانونی مشیروں کا یہ کہنا ہے کہ ان کے خلاف اتنا کافی مواد موجود ہے کہ ان کی ضمانت ضبط ہو سکتی ہے"۔[۲]

ضمانت کی ضبطی اور مقدمہ کی پیروی

جلد ہی وہ دن بھی آ گیا جب حکومتِ ہند کے لئے کامریڈ سے صرف نظر کرنا ناممکن ہو گیا۔ ادھر "چوائس آف دی ٹرکس" چھپا، ادھر ضمانت ضبط کر لی گئی۔ مولانا محمد علی نے حکومت کے اس اقدام کے خلاف اپیل کر دی اور پیروی خود کی۔ سید محفوظ علی بدایونی سے زیادہ واقف حال کون تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"کامریڈ کی ضبطی ضمانت کے سلسلے میں محمد علی نے دہلی کی عدالت میں خود بحث کی۔ دوران بحث میں دہلی کے وکیلوں اور بیرسٹروں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے، اور ہر شخص دم بخود تقریر کا حرف حرف دل کے کانوں سے سن رہا تھا۔ باہر نکلے تو ہر ہندو مسلمان بیرسٹر کے منہ سے بیک وقت یہی جملہ نکلا: "مسٹر محمد علی! کاش آپ بیرسٹر ہوتے"۔ محمد علی نے جواب دیا۔ "اب بھی جو کچھ ہوں اس کی کون سی قدر ہو رہی ہے، جو بیرسٹری میں ہوتی"۔[۳]

مولانا محمد علی کے دلائل کے وزن سے انکار نہیں، لیکن مقدمہ کا فیصلہ ان کے خلاف ہی ہوا۔ ضمانت ضبط ہی رہی اور کامریڈ بند ہو گیا۔ تاریخ صحافت کا یہ واقعہ نومبر ۱۹۱۴ء میں پیش آیا ——

(۲)

دفتر

(۱۹۲۴ء) قیام اب تک علی گڑھ میں تھا۔ گویا یہی گھر تھا۔ اب دہلی منتقل ہوئے اور کامریڈ اور ہمدرد کے دوبارہ اجرا کا ارادہ پختہ ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگست ستمبر کا زمانہ ہو گا جب دہلی

۱۔ افضل اقبال، ڈاکٹر، دی لائف اینڈ ٹائمز آف محمد علی، لاہور انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر ۱۹۷۴ء، ص ۱۰۶

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۸

۳۔ محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۲۰

آگئے اور وہی مکان پھر کرایے پر لیا جس میں دس برس پہلے رہا کرتے تھے۔ کوچہ چیلان کا اجڑا ہوا نشیمن مدت کے بعد پھر آباد ہوا۔ مکان تھا بہت بڑا اور وسیع۔ نیچے کے حصے میں برقی پریس کی مشینیں اور پریس کا سارا کاروبار کوٹھے پر منیجر، خزانچی اور عملہ کتابت وغیرہ کے دفتر۔ صیغۂ ادارت کے بھی چھوٹے چھوٹے لیکن الگ الگ کمرے اور کامریڈ کے سب ایڈیٹر کا کمرہ تو بالکل ہی الگ۔ مختصر صحن، پاخانہ، غسل خانے۔ دوسری طرف خود مولانا کا بڑا سا آفس اور ڈرائنگ روم۔ اسی طرف سے نیچے زنانہ مکان کا بھی راستہ۔ اوپر اور نیچے دونوں منزلوں میں دو تین فاضل کمرے، اچھے خاصے وسیع، مولانا کے عزیزوں اور مہمانوں کے لئے۔ کبھی کبھی پھر بھی اتنا ہجوم ہو جاتا کہ مکان کی وسعت ناکافی ہو جاتی۔ بہر حال ایک اوسط درجے کا احاطہ، مکان کا موقع بھی برا نہ تھا[1]

محنتِ شاقہ اور شب بیداری

وسط دسمبر کا زمانہ ہے۔ تاریخ غالباً ۱۵ر۔ سردی اور پھر دہلی کی سردی۔ کامریڈ کو ۱۹ر کو نکلنا ہے اور محمد علی کو بیلگام (علاقہ بمبئی) دیر سے دیر کر کے ۱۸ر کو روانہ ہو جانا ہے اپنی صدارت کانگریس کا چارج گاندھی جی کو دینے اور خود خلافت کانفرنس کا چارج لینے۔ ہوائی جہاز اس وقت کہاں تھے۔ تیز سے تیز ممکن سواری میل ٹرین تھی۔ کامریڈ کے لئے ایک سطر بھی تیار نہیں۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہ تھی۔ مدیر کامریڈ کی مصروفیتوں کا روزانہ یہی نقشہ رہتا تھا۔ لیجئے ۱۵ر کا دن بھی تمام ہو گیا اور شام ہو گئی۔ کمپوزیٹر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور پریس کے منیجر صاحب اور ہیڈ پروف ریڈر، دونوں بھنائے ہوئے ہیں کہ پرچہ وقت پر آخر کیسے نکل سکے گا۔ کمپوزیٹروں کو اجرت مفت کی مل رہی ہے، اور آخر وقت میں جب راتوں رات ان سے کام لیا جائے گا تو OVERTIME یا زاید اجرت خواہ مخواہ ہی دینی پڑے گی۔ یہ قصے بھی روز ہی رہتے تھے۔ شام ہوئی۔ رات کے نو بج گئے، ۹½ ہو گئے۔ دسمبر کی رات معلوم ہوتا تھا آدھی رات ہو گئی۔ میں تو ادھر آرام سے سونے لیٹا۔ ادھر دیکھا کہ ذیابیطس کے مریض اور کمزور محمد علی خوب گرم اونی چیسٹر پہن پہنا دفتر کے کمرے میں آ بیٹھے اور سکریٹری کی پکار ہوئی کہ ٹائپ رائٹر لے کر حاضر ہوں۔ اب محمد علی تھے اور اس غریب رام پوری ٹائپسٹ سکریٹری کی جان!

مضامین زبانی بولنے شروع کئے۔ دس بجے، گیارہ بج گئے، بارہ ہو گئے۔ شب بیدار اڈیٹر

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۰-۶۱۔

پر آمد مضامین کی ہو رہی تھی اور غریب سکریٹری پر نیند کی۔ بے چارہ کب تک جاگتا، کہیں اونگھ گیا۔ بس پھر کیا تھا لگی غضب کی ڈانٹ پڑنے کہ "شرم نہیں آتی" مجھے دیکھو کہ بیمار ہوں، سن میں تم سے دوگنا ہوں، اتنی محنت کر رہا ہوں، تم تندرست ہو، جوان ہو، چند گھنٹے بھی نہیں جاگ سکتے۔ چلو ہٹو، میں خود اپنے ہاتھ سے کرلوں گا۔ تمھاری مدد کا محتاج نہیں ہوں"۔ غرض وہ صاحب بے چارے نکالے گئے۔ اسٹاف کے ایک دوسرے صاحب جو اتفاق سے دفتر ہی کے ایک حصے میں سو رہے تھے۔ یہ آواز سن کر جاگ پڑے تھے۔ وہ ازراہِ انسانیت خود اُٹھ کر آئے اور اُنھوں نے کام پورا کیا ——

صبح ۵، ½ ۵ بجے میری آنکھ کھلی۔ نماز فجر میں ابھی دیر تھی۔ آسمان پر بالکل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اڈیٹر کا کمرہ بجلی کے قمقمے سے روشن اور عین اس وقت مولانا آفس کے کمرے سے اُٹھ کر اپنی خواب گاہ کی طرف جاتے دکھائی دیے۔ راستہ میرے ہی کمرے میں ہو کر تھا۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ خیریت؟ ایسے ناوقت آفس کی طرف سے کہاں؟ معلوم ہوا کہ ساری رات کام کر کے اب یہ اللہ کا بندہ اٹھا ہے! یہ شب بیداریاں، بدپرہیزیاں، بے اعتدالیاں اچھے تندرست جوانوں کی صحت غارت کر دینے کو کافی تھیں۔ چہ جائے کہ ادھیڑ سن کا آدمی، فکروں پریشانیوں سے دبا ہوا، صدموں سے کچلا ہوا، بیماریوں سے لدا ہوا ——

واقعہ کوئی استثنائی نہیں، مثال محض نمونے کے طور پر بیان ہوئی ہے۔ اسلامی ہند کا یہ محبوب لیڈر آہستہ آہستہ لیکن قطعی طور پر خودکشی کی طرف قدم بڑھائے جا رہا تھا[1]۔

دسمبر کی سولھویں رات تو یوں گزری ہی تھی۔ سترھویں رات اور پھر اٹھارھویں رات بھی کچھ اسی طرح محمد علی کے حق میں دن بن کر گزری۔ اُنیسویں رات تھی، جب اول شب میں محمد علی بلگام کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ آخری پروف خود دیکھا کرتے تھے۔ موٹر اپنے پاس کہاں تھا۔ کسی کے ہاں سے منگوا لیا تھا، ریل کا وقت آگیا اور پروف ریڈری ختم نہ ہو پائی۔ موٹر پر بیٹھے تو اسٹیشن تک دیکھتے گئے۔ ریل پر بیٹھے ہیں جب بھی اس میں مصروف! لیجیے سیٹی ہو گئی اور گاڑی چلی۔ اب چلتی ہوئی گاڑی سے مولانا کاغذات پھینک رہے ہیں اور ان کے دفتر والے ریل کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے انھیں لے رہے ہیں۔ یہ تھی کامریڈ کے کام کی نوعیت اور

---

[1] عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۸۲-۱۸۱

مدیر کامریڈ کے طریق کار کا ایک نمونہ! کامریڈ کا کام تھا اتنا کہ ایک اچھے قابل اور جید استعداد کے نائب ایڈیٹر کا پورا وقت مانگ رہا تھا۔ ملک بھر کی لیڈری، کانگرسوں میں شرکت، کانفرنسوں کی صدارت، جلسوں میں تقریریں، کمیٹیوں میں مباحثہ۔ یہ چیزیں تو خیر بھر بہت زائد اور بالکل الگ تھیں ہی۔ ہمدرد کی چیف اڈیٹری تک جو اس سے ملتی جلتی ہی چیز تھی۔ وہ بھی کامریڈ کے ساتھ مل کر چلنا دشوار تھی۔ جتنی ولایت کی ڈاک آتی۔ خصوصًا اسلامی ممالک اور اسلامی مسائل سے متعلق ہر ہفتہ ولایت سے جس تعداد میں تراشے ہی مختلف ولایتی اخبارات اور رسالوں کے آتے رہتے تھے۔ ان ہی کو پڑھنا، ان میں چھانٹ کر کامریڈ میں نقل یا نقد کے لئے انتخاب کرنا، یہی ایک کام ایسا تھا جو ہفتے میں پورے دو دن کا وقت لے لیتا۔ پھر نوٹ لکھنا، مقالہ تیار کرنا، مراسلوں کی دیکھ بھال رکھنا، مراسلہ نگاروں سے مراسلت کرنا۔ پرچہ کے آخری وقت پروف دیکھنا۔ یہ سارا کام اتنا پھیلاوے کا تھا کہ ایک کیا معنی، اگر دو اچھے قابل مددگار ہوتے تو جب جا کر انجام پا سکتا تھا۔ مسلمانوں کی قسمت میں یہ کہاں تھا؟——

شاہ خرچی

محنت کا نمونہ آپ دیکھ چکے۔ اب ایک سرسری اندازہ مصارف کا لگاتے چلئے۔ ۱۹ر کا پرچہ تو جوں توں نکل گیا۔ اب ۲۶ر کے پرچے کے لئے کیا ہو؟ اس کے لئے منقولات و اقتباسات کا ذخیرہ تو خیر چھوڑ گئے تھے۔ کچھ جگہ مکتوب لندن سے بھر دی گئی، اور کچھ گاندھی جی کے خطبۂ صدارت سے۔ لیکن ایڈیٹوریل کے نام سے ایک آدھ کالم کیا معنی، ایک سطر بھی موجود نہیں۔ محمد علی کو بلگام پہنچ کر کانگریس اور خلافت، دونوں کی سبجکٹس کمیٹی، ورکنگ کمیٹی، اُس کمیٹی، اس کمیٹی سے مہلت بھلا کہاں مل سکتی تھی۔ اب اسے ان کی کرامت کہئے یا اعجاز کہ ۲۴ر دسمبر کو خدا معلوم کہاں بیٹھ کر اور دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں سے کون سا وقت نکال کر، عین ہنگاموں کے شباب میں ایک زبردست مقالہ سوا سات، ساڑھے سات کالم کا لکھ ڈالا — لیکن اب اسے بھیجیں تو کیسے بھیجیں؟ کہاں بلگام، کہاں دہلی! حیرت کے کانوں سے سنئے اور ماننے کو دل چاہے یا نہ چاہے، بہرحال یقین بھی فرمایئے کہ کامریڈ کے اسی مفلس و قلاش اڈیٹر نے (جو "قوم" ہی کے بقول قومی چندہ کھاتا رہتا اور ہضم کرتا رہتا تھا!) اتنا طویل و عریض مضمون، سارے کا سارا تار پر اپنے پرچے کے لئے روانہ کیا! —— ستم بر ستم یہ کہ دو ڈھائی کالم کے قریب مضمون ۲۴ر کو روانگی سے رہ گیا۔ وہ ۲۵ر کو روانہ ہوا۔ ۲۵ر دسمبر کو بڑے دن (کرسمس) کی تعطیل تار گھر، ڈاک خانہ

سب ہی کہیں ہوتی تھی - نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ کروان دو ڈھائی کالموں کے مضمون کی فیس اکسپریس تار کی شرح سے دوگنی دینی پڑی !____

ان شاہ خرچیوں کی ہمت اچھے اچھے سرمایہ دار اور روپیہ والے اخبار بھی مشکل ہی سے کر پاتے - لیکن اس دیوانۂ ملت کو جوش و اخلاص کے پتلے کو کام کی دُھن میں، خدمت ملی کے جنون میں جس طرح نہ اپنی صحت کی پروا تھی، نہ اپنے آرام کی، نہ اپنے وقت کی، اسی طرح اپنے پیسے کی پروا بھی کب تھی - اس کی قوم کا کام تو صرف اعتراض کرنا، دل خراش، دل آزار، دل شکن نکتہ چینی کرنا، طنز و تعریض کرنا تھا - بجز آس پاس رہنے والوں کے اور کسی کو کیا علم کہ یہ مخلص خادم قوم و ملت کے لئے روزانہ کس کس طرح اپنا خون جگر کرتا رہتا [1]

اہتمام چمن بندی

مستقل ولایتی اخبارات تو دفتر کامریڈ میں صرف چند ہی آتے - ڈیلی ہیرلڈ - آئرش انڈیپنڈنٹ وغیرہ - مسلم ملکوں اور مسلم مسئلوں سے متعلق تراشوں کا انبار مختلف رسالوں اور اخبارات سے ہر ہفتہ اتنا آجاتا کہ اسے تقسیم کیا جاتا تو کئی کئی اخباروں کے لئے کافی ہو جاتا - یہ تراشے انتخاب کے بعد کامریڈ میں بالالتزام شائع ہوتے رہے - ایک مفصل "مکتوب ٹرکی" قسطنطنیہ سے اور ایک "مکتوب لندن" لندن سے بھی ہر ہفتے ہونے لگا - پھر حجاز ریف، مسائل مصر اور سیاست "سوڈان"، موصل، عراق، شام، مراقش اور بغاوت کردستان وغیرہ سے متعلق پر مغز شگفتہ اور مفصل دلائل ایڈیٹوریل، مقالات ہر ہفتہ کا کامریڈ گویا عالم اسلامی اور اسلامیات کی ایک ننھی منی سی انسائیکلوپیڈیا ہوتا !____

مرتد کی سزائے قتل کے ضمن میں ایک بحث مقام حدیث کی آ گئی - یعنی شریعت میں احادیث کا کیا درجہ ہے - اس پر کامریڈ نے اتنی شستہ و مدلل بحث کی کہ پڑھ کر بے اختیار دل سے داد نکلی اور اس بے اختیاری کے عالم میں یہ خط شوق لکھ بھیجا کہ جی میں آتا ہے، دہلی فوراً پہنچوں اور جن انگلیوں سے اتنا نفیس مقالہ نکلا ہے انھیں آنکھوں اور ہونٹوں سے لگاؤں "____

---

[1] عبدالماجد دریا بادی، محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۹۵ — ۱۸۳

معاصرانہ چشمک

لالہ لاجپت رائے، پنڈت موتی لال نہرو، بپن چندرپال، یہ اس وقت کانگرس کے چوٹی کے لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ کامریڈ نے ان میں سے ایک ایک کی اس طرح خبر لی کہ کچھ ان غریبوں کا دل ہی جانتا ہوگا۔ گاندھی جی کے خلاف بغاوت اس وقت تک ان کے کیمپ میں اچھی خاصی پھیل چکی تھی۔ اونچے ہندو لیڈروں میں سے سیاسی مرتد اکثر ہو چکے تھے۔ کوئی دل اور زبان دونوں سے اور کوئی محض دل سے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ ادھر کسی نے گاندھی جی پر حملہ کیا، ادھر کامریڈ پوری بے جگری سے لڑنے اور جواب دینے کو آ ڈٹا۔ ہندو کہتے تھے کہ مہاتما جی علی برادران کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو گئے ہیں۔ یہ تو خیر۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ محمد علی نے اپنے کو مسلمانوں میں بدنام کر کے اپنے کو جس طرح مدتوں گاندھی جی کی ذات میں فنا رکھا، اس کی نظیر آسان نہیں۔ اور تماشہ یہ کہ اصول دین اور عقائد مذہبی تو خیر بڑی چیز ہیں، اصول اخلاق اور فلسفہ عمل کی حد تک بھی محمد علی کبھی گاندھی جی کے معتقد نہ ہوئے۔ گاندھی جی کے محض خلوص نیت پر یقین اور ان کی سیاسی اصابت رائے پر اعتماد، یہ سب کچھ ان سے کراتا رہا[1]

تنقید لطیف

سیاسی مضامین جو کامریڈ میں حکومت ہند کے خلاف نکلتے رہے، سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہوتے۔ اپنے مذاق کو سب سے زیادہ پسند وہ مقالہ آیا، جو ۱۹۲۵ء کے آخری پرچہ (۱۸ دسمبر) میں AN UNDELIVERED LETTER (ایک مکتوب جو مکتوب الیہ کو نہ ملا) کے عنوان سے اس ضخیم کالموں میں نکلا۔ یہ ایک انگریز آئی سی اس افسر کی طرف سے خط ہندوستان سے ولایت میں اپنے کسی دوست کے نام ہے اور اس کے اندر بے تکلفانہ انداز بیان میں وہ ساری چالیں اور گھاتیں کھول کر بیان کر دی ہیں جن سے کام لے کر تحریک ترک موالات و خلافت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔ مکتوب بڑا ہی دلچسپ ہے اور ٹھیک اسی لب و لہجہ میں جو ایک انگریز سویلین کا دوسرے سویلین کے نام کے خط میں ہوتا ہے۔ دسمبر کی آخری تاریخوں میں جب کانپور میں کانگریس اور خلافت دونوں کے سالانہ جلسے ہو رہے تھے۔ تو میں نے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے داد دی۔ مولانا اس وقت تک کامریڈ سے بالکل بددل ہو چکے تھے اور بددلی کا

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲-۲۰۱

بڑا سبب یہ تھا کہ سال سوا سال کی تلاش و کوشش کے باوجود بھی کوئی نائب یا مددگار نہیں مل سکا تھا اور بند کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ میرے بار بار کے اصرار اور عرض معروض کرنے پر اس کا دوسرا نمبر نکالنے پر آمادہ ہو گئے اور پرچہ ۲۲ر جنوری ۱۹۲۶ء کی تاریخ کا نکال کر جب بند کیا تو اس نمبر میں مکتوب کا بھی دوسرا نمبر درج تھا اور ضخامت کا حال سنیئے۔ مکتوب کا یہ دوسرا نمبر ضخامت میں پہلے سے بھی تقریباً دوگنا تھا۔ یعنی وہ اگر دس کالم کا تھا تو یہ انیس کالم کا۔ اس آخری نمبر میں جو پہلا ادارتی مقالہ، کالموں کا ہے۔ وہ کسی سیاسی یا نیم سیاسی موضوع پر نہیں بلکہ مولانا منورالدین دہلوی کی فقہی کتاب "کتاب الحج والزیارۃ" پر تبصرہ ہے جس کے ضمن میں تبصرہ خود فقہ اسلامی پر ہو گیا ہے۔ جو انگریزی کے سیاسی پرچے ہیں، اس بیسویں صدی میں اس نوعیت اور پھر اس ضخامت کا مولویانہ مقالہ لکھ ڈالنا، محمد علی ہی کا حصہ تھا۔[1]

بے ضابطگی و بدنظمی

کامریڈ کی مالی حالت اس دور ثانی میں اچھی کبھی بھی نہ رہی۔ بس پرچہ لشتم پشتم کسی طرح چلے گیا۔ ایک مہینے میں اگر بڑا زور لگانے سے سَو خریدار کہیں بڑھے تو دوسرے مہینے سوا سو خریدار گھٹ بھی گئے۔ قوم کو اپنے اس پرچے سے شکایتیں بھی عجب عجب پیدا ہوتی رہتیں۔ کوئی علم دوست بزرگ یہ کہتے کہ اب کامریڈ میں شیکسپیر کے ڈراموں پر ویسے تبصرے نہیں نکلتے جیسے ۱۹۱۱ء میں کلکتہ والے کامریڈ میں نکلتے رہتے تھے۔ کوئی شوقین صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اب اس کے گپ کے کالموں میں وہ زندہ دلی نہیں ہوتی جو اس کے دور اول میں ہوا کرتی تھی۔ یہ تو خیر سب خوش خیالیاں تھیں۔ اصل شکایت اور واقعی تکلیف وہ بات خریداروں کے لئے یہ تھی کہ وقت کی پابندی پرچے سے نہ نبھ سکی۔ شروع میں چند ہفتے تو معاملہ غنیمت رہا۔ پھر ناغہ ہو کر دو دو نمبر ساتھ نکلنے لگے اور آخر میں تو نوبت یہ آ گئی کہ چار چار، پانچ پانچ ہفتے کا وقفہ ہونے لگا جس کے بعد ۳، ۴-۴ پرچے اکٹھے نکلتے! پرچہ معنوی حیثیت سے بہتر سے بہتر سہی، پھر بھی اتنی بے ترتیبی کے بعد کب تک زندہ رہ سکتا تھا! ایسے خریدار جو اصل مضامین کی پرکھ رکھتے ہوں اور دل سے داد دے سکیں، تعداد میں واجبی ہی سے ہوتے ہیں۔ بڑا گروہ تو بس یہی دیکھتا رہتا ہے کہ پرچہ کسی طرح اپنے وقت پر ہاتھ میں آ جائے۔

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۰۳

مشکلات

کامریڈ کے قدرداں اسے بھی گوارا کرلیتے اور پرچہ جس بے قاعدگی اور جتنے ناغوں کے ساتھ بھی نکلتا، بہرحال نکلے تو جاتا۔ مشیت سے اجازت اس کی بھی نہ ملی۔ بند کردینے کا ارادہ محمد علی نے تنگ آکر بار بار کیا۔ ہر طرح بات کسی نہ کسی طرح ٹلتی گئی۔ زیادہ تر مولانا شوکت علی کے دم دلاسوں۔ کبھی کہتے۔ میں ابھی شعیب کو سب ایڈیٹری پر بلائے دیتا ہوں۔ کبھی کہتے اتنے خریدار بمبئی سے بھیج رہا ہوں۔ پرچے کے لئے وقت کی پابندی پر وہ بھی بہت زور دیتے۔ لیکن اس کا انتظام کسی سے بھی نہ بن پڑتا۔ "یک سرو ہزار سودا" محمد علی اس کا مجسمہ ہو رہے تھے مصروفیت کا کونسا جزو ایسا تھا کہ جسے چھوڑتے یا جو انھیں چھوڑتا۔ کچھ دخل اس میں طبعی بدنظمی اور عدم ضبط کو تھا

۲۵ء جون تو ختم ہوا۔ فروری ۲۶ء میں محمد علی سخت علیل ہوئے۔ ذیابیطس تو تھا ہی۔ اب جسم میں پھوڑے جابجا نکل آئے اور بالکل صاحب فراش ہو کر پڑ گئے۔ میں نے دہلی جاکر دیکھا تو چلنا پھرنا الگ رہا، اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا۔ کامریڈ چار ہفتوں سے قرض چلا آرہا تھا۔ چار نمبروں کا مجموعہ ایک نمبر ۲۲ر جنوری کی تاریخ ڈال کر تو خیر کسی طرح نکال ہی دیا۔ اس کے بعد کا پرچہ نکلنا کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ پریس والوں، مشین مینوں، کمپوزیٹروں وغیرہ کے مطالبات مدت کے چڑھے ہوئے تھے۔ ان ہی کا چکانا اور بے باق کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ نئے مصارف کی گنجائش کہاں سے نکلتی۔ اس طرح کوئی ۱۵ مہینے کی آب و تاب کے بعد یہ آفتاب صحافت غروب ہوگیا۔ اور اب کی مرتبہ اس کی تدفین انگریز حکومت کے جبر و تشدد کے ہاتھوں نہیں۔ خود اپنی قوم کی ناقدریوں کے ہاتھ ہوئی ؎

کھلا دیواں مرا تو شورِ تحسیں، قوم سے اٹھا
مگر سب ہو گئے خاموش جب مطبع کا بل آیا

محمد علی کا اصل جوہر تحریر اردو کا نہیں انگریزی انشا کا میدان تھا۔ ساتھ ہی قوت استدلال غضب کی، بیان کی دل آویزی، زبان کی شگفتگی، دلائل کی قوت، بحث کے اطراف و جوانب کی جامعیت، سب مل ملا کر عجیب سماں پیدا کر دیتے ——

کامریڈ جس دن بند ہوا ہے۔ حکام والا مقام کے علاوہ خود ہم چشم لیڈروں میں سے بھی خدا جانے کتنوں نے اطمینان کا سانس لیا ہو گا کہ ایک بڑا کانٹا پہلو سے دور ہو گیا۔ وہ درۂ احتساب

گم ہوگیا جو بڑے اور چھوٹے کے درمیان صرف انصاف کرنا جانتا تھا۔ کامریڈ نامی ایک اخبار بند نہیں ہوا۔ مظلوموں کا ایک فریادرس اور مسلمانوں کا ایک بڑا ترجمان دنیا سے اٹھ گیا۔[1]

ایڈیٹر کی دین داری

دسمبر ۲۲ء تھا۔ دہلی میں ایک روز صبح کچھ دن چڑھے مولانا کے کمرے میں یک بیک چلا گیا۔ دیکھا کلام مجید کی تلاوت بلند کر رہے ہیں۔ زیادہ زور سے نہیں۔ مگر اتنی آواز سے کہ قریب کے بیٹھے ہوئے لوگ سن سکیں۔ کمرے میں تنہائی تھی۔ وہ مسہری پر بیٹھے ہوئے قبلہ رخ انہماک کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ میں چپکے سے جا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ ایک مترجم حمایل ہاتھ میں تھی اور سورہ توبہ اس وقت زیر تلاوت تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد۔۔۔ اس آیت پر پہنچ کر جوش سے جھومنے لگے۔ آواز بلند سے بلند تر ہوگئی۔ آخری ٹکڑے اتخشونهم فالله احق ان تخشوه ان کنتم مومنین۔ کو بھرائی ہوئی آواز سے بار بار پڑھنا شروع کر دیا۔ تکرار کرتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ زبان سے تو صرف الفاظ قرآنی کی تلاوت ہو رہی تھی۔ لیکن زبان حال سے صاف ایک مستقل اور بلیغ تفسیر ہو رہی تھی، کہ ہم بھی کوئی مسلمان ہیں جو کمت سے ڈر رہے ہیں، اس سے ڈر رہے ہیں، اُس سے ڈر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے مخلوق بھی کوئی چیز ڈرنے اور خوف کھانے کی ہے؟ مسلمان کو ڈرنا تو صرف ایک اور اکیلے خالق ذوالجلال سے چاہیے، نہ کہ اس کی مخلوق سے؟ اور مخلوق بھی کون؟ اس کی باغی، اس کی نافرمان، اس کی اطاعت سے خارج! یہ منظر اپنی نوعیت میں میرے لئے بالکل انوکھا تھا۔ یوں تو محمد علی ہر سچے مومن کی طرح، سارے ہی قرآن کے عاشق تھے۔ لیکن جن آیات میں بیان توحید الٰہی کا ہوتا ہے یا جن میں تاکید جہاد ہوتی ہے۔ انھیں پڑھ کر یا سُن کر تو وہ بے تاب ہی ہو جاتے تھے۔ قال کے بجائے حال طاری ہو جاتا۔ آنسو دھڑا دھڑ بہنے لگتے۔ واذا سمعوا... تفیض اعینهم من الدمع مما عرفوا من الحق کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔ کبھی کبھی ہاتھ پیر بھی پٹختے اور جوش و کیف سے جیسے بے خود ہو جاتے ۔۔۔۔۔

یہ تھا ۱۹۲۴ء میں انگریزی کے ہفتہ وار کامریڈ کا اڈیٹر۔ اردو کے روزنامہ ہمدرد کا چیف اڈیٹر اور ملک کے سب سے بڑے اور پُرقوت اور فعال سیاسی ادارہ انڈین نیشنل

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی ـــ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۰۳-۲۰۶

کانگرس کا صدر! بھلا اس صدی کے اڈیٹروں اور ان سے بھی بڑھ کر لیڈروں کو نماز اور قرآن خوانی سے اور وہ بھی اس شغف و انہماک کے ساتھ کیا واسطہ؟ اور ستم یہ کہ یہ قرآنیت اور اسلامیت لازمی نہیں متعدی ہو کر رہی۔ اڈیٹر کی ذات تک محدود نہ رہی۔ کامریڈ اور ہمدرد دونوں کے صفحات میں، آئین صحافت کے خلاف "جرنلزم" کے دستور کے برعکس برابر جلوہ گر ہوتی رہی ــــــ

جو سر پھرا کامریڈ میں قتل مرتد جیسے خالص مذہبی مسئلے پر بالکل منقولی حیثیت سے، تین تین نمبر بتیس بتیس کالم لکھ ڈالے اور اردو کی ایک فقہی کتاب کے تبصرے کے لئے ایڈیٹوریل کے سات سات کالم وقف کردے۔ اسے کیا حق تھا کہ باوجود اپنی مشہور مسلّم انگریزی انشا پردازی کے، باوجود اپنی شہرۂ آفاق سیاست دانی کے، بیسویں صدی میں انگریزی جرنلزم پر قبضہ جمائے رکھے؟ دھارے کے خلاف پیراک کی قسمت میں ہار کر اور تھک کر آخر ڈوبنا ہی تھا۔ کامریڈ نے سوا سال کی زندگی کے بعد آخری سانس لی [۱]۔

عملے کی تنخواہ کی ادائگی

سید محمد ہادی لکھتے ہیں:

"ہم لوگوں کو جو مختصر تنخواہ ملتی تھی، اس کا یہ حال تھا کہ ۴۵ روپے کسی ماہ میں ایک دفعہ میں تو کبھی نہیں ملے جب ضرورت ہوتی تو منور علی خاں سے کہتے، وہ نام نوٹ کرکے دو دو چار چار روپے کرکے دیتے رہتے تھے، مہینہ، دو مہینہ، تین مہینے میں جب ۴۵ روپے پورے ہو جاتے تو قبض الوصول پر جا کر دستخط کر آتے تھے۔ کم از کم میرا تو یہی حال تھا، شاید دوسروں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ صرف کاتبوں کو ماہ بہ ماہ پابندی سے تنخواہ ادا کی جاتی تھی۔ پہلی تاریخ کو دو ڈھائی بجے تک ان کی تنخواہ اگر منور علی خاں نہیں دیتے تھے تو وہ دن میں ڈھائی بجے ہی ایک ایک کرکے اپنا کام ادھورا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ صاحب گھر سے لڑکا آیا ہے۔ وہ کہتا ہے، میری اہلیہ بہت علیل ہے۔ اسے اسپتال لے جانا ضروری ہے۔ غرض

---

[۱] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۰۔۲۰۷

اس دن کا اخبار کاتب لوگ چھپنے نہیں دیتے تھے۔

ہم لوگ جامعہ کے طلبہ یا دوسرے غیرت مند ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ دو تین ماہ میں ایک ماہ کی تنخواہ مل پاتی تھی لیکن مولانا کی عظیم شخصیت کا جادو ہم لوگوں پر ایسا چڑھا ہوا تھا کہ باوجود شبانہ ساتھ رہنے کے آپس میں اس شکایت کا تذکرہ بھی نہیں کرتے تھے۔ لیکن حشر سب کا یکساں ہوا۔ یعنی کہ ۱۹۲۶ء کے وسط تک جامعہ کے قریب قریب سب طلبہ کسی نہ کسی بہانے سے علیحدہ ہو گئے"[1]

"ہمدرد" کی ناکامی کے اسباب

سید محمد ہادی نے "ہمدرد" اور "کامریڈ" کی ناکامی کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے خیال میں اس کا ناکامی کا سب سے بڑا سبب خود مولانا محمد علی تھے۔ ان کی زندگی میں اور ان کے تمام کاموں میں اصول اور نظم وضبط بالکل نہ تھا۔ انہوں نے اپنے چند نااہل عزیزوں پر اعتماد کر لیا تھا اور ان کے مقابلے میں کسی کی نہ چلتی تھی۔ ان کی تنخواہیں بھی زیادہ تھیں۔ علی گڑھ اور جامعہ کے وہ طلبہ جو ایثار و قربانی سے کام لے رہے تھے ان کے ساتھ انصاف بھی نہ ہوتا تھا۔ ان کی تنخواہیں برائے نام تھیں۔ اور وہ بھی کبھی وقت پر، اور وقت کے بعد بھی یک مشت نہ ملتی تھیں۔ خود مولانا محمد علی بھی جوش و جذبات میں ان کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آتے تھے۔ اس طرح خود مولانا نے اپنے دست و بازو اپنے ہی ہاتھوں سے توڑ ڈالے اور مخلصین و ایثار پیشہ گان کی وہ جماعت منتشر ہو گئی جس پر خود ان کی اور ان کے اخباروں کی کامیابی کا انحصار تھا۔ ادارہ "کامریڈ" کے ایک رکن رانا جنگ بہادر سنگھ نے بھی مولانا کی بے اصولی کو ادارے کی ناکامی کا سبب بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"کامریڈ" اور "ہمدرد" کے دفتر میں ان کے کام کرنے کے انداز، پابندیٔ اوقات کی جانب سے ان کی بے پروائی اور بے ضابطگی نے آہستہ آہستہ ادارہ کو کمزور کر دیا"[2]

انہوں نے اسی مضمون میں ایک اور معنی خیز جملہ لکھا ہے:

"مولانا کی بوالعجبی کا جو دباؤ پریس پر پڑ رہا تھا، اس کی وجہ سے پریس کو قابو رکھنا

---

[1] محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۳۷ - ۱۳۶

[2] رانا جنگ بہادر سنگھ، مولانا محمد علی (مقالہ) جامعہ دہلی (مولانا محمد علی نمبر) اپریل ۱۹۷۹ء، ص ۱۷

مشکل اور اخراجات کو پہلے سے متعین کردہ حدود میں رکھنا ناممکن تھا"۔[1]

یہ وہی بات ہے جو سید محمد ہادی نے کھول کر بیان کر دی ہے۔

مولانا کا طریقِ ایڈیٹری

"کامریڈ" کو مولانا محمد علی کس طرح مرتب کرتے تھے۔ اس کا اندازہ سید محمد ہادی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے:

"مولانا کے پاس کامریڈ میں چھپنے کے لیے شاذونادر ہی کوئی مضمون آتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے سوائے کسی کا مضمون پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ "ڈورنٹس کٹنگز" (اخباری تراشے) کا کوئی پاؤ، نصف پاؤ کا بنڈل ہر ہفتے لندن سے آتا تھا جس کو میں نے کئی بار وصول کیا ہے۔ ان کٹنگز (تراشوں) میں انگلستان کے قریب قریب تمام مشہور اخبارات کے تراشے ہوتے تھے جو ہندوستان یا کسی اسلامی ملک کے معاملے پر وہاں چھپے ہوں۔ اس طرح آپ انگلستان کے اخبارات خریدنے سے بچ جاتے تھے اور آپ کے مطلب کی خبریں آپ کو مل جاتی تھیں۔ ۱۹۲۵ء میں ان تراشوں میں اکثر اسپین اور ریف کے متعلق خبریں ہوتی تھیں۔ کیونکہ ان دنوں کے مراکش اور ریف کے مجاہد امیر عبدالکریم نے جہاد شروع کر رکھا تھا۔ کبھی کبھی ان کی مقامی فتوحات کی خبریں بھی ہوتی تھیں۔ مولانا نے ان خبروں کے لیے "مراکش کی جنگِ آزادی" کے نام سے ایک مستقل عنوان مقرر کر دیا تھا۔ کالموں کے تحت تاریخ وار وہاں کی خبریں خود انتخاب کر کے چھاپتے تھے۔ اور خبروں کے بیچ بیچ میں اپنے قلم سے کچھ دو چار سطور کی تفصیلی رپورٹ جوڑ دیتے تھے تاکہ بات پڑھنے والوں کے ذہن میں صاف ہوتی رہے۔ کسی مناسب تراشے کو لے کر اس کو اپنے ہاتھ سے اپنے سفید سادہ کاغذ پر خود چپاں کرتے تھے۔ گوند کی شیشی اور ایک قینچی ہمیشہ سیدھے ہاتھ پر رکھی رہتی تھی۔ پھر اس تراشے کے نیچے کچھ اپنی عبارت جوڑ دیتے تھے۔ اور پھر اس کے نیچے دوسرے تراشے کے ساتھ بھی یہی عمل کرتے تھے۔ اس طرح گھنٹے دو گھنٹے میں محنت سے اپنے اخبار "کامریڈ" کا دو تین صفحہ کا خبر نامہ تیار کر لیتے تھے۔ یہ کام کرتے وقت اگر کمرے میں کوئی پہنچ جاتا تو ہنس ہنس کر کہا کرتے تھے "واٹ اِز دی ایڈیٹنگ؟"

---

[1] رانا جنگ بہادر سنگھ، مولانا محمد علی (مقالہ) جامعہ دہلی (مولانا محمد علی نمبر) اپریل ۱۹۷۹ء ص ۳۷

اٹ از دی یوز آف سیزرس اینڈ پیسٹ ؟" "ایڈیٹنگ میں اور کیا کرنا پڑتا ہے؟
صرف یہ کہ قینچی سے کاٹو اور گوند سے چپکاؤ!"

مولانا مضمون لکھتے تھے تو بڑا طویل اور مدلل اور تفصیلی ہوتا تھا۔ اس لیے بہت دیر لگ جاتی تھی۔ کبھی کبھی صرف ایک مضمون کے پورا کرنے میں دو دو تین تین دن لگ جاتے تھے۔ کوئی بڑا لیڈر ملاقات کو آگیا یا کوئی اور ضروری کام نکل آیا تو لکھتے لکھتے اٹھ جاتے تھے تو پھر سمجھ لو کر "اٹھی پینٹھ آٹھویں دن" کئی کئی دن اور کئی کئی ہفتے گزر جاتے تھے اور مضمون پورا کرنے کا موقع نہ ملتا تھا"[۵]

کامریڈ کی مقبولیت

"کامریڈ" کی مقبولیت کے بارے میں سب سے پہلے تو خود ایڈیٹر "کامریڈ" کا بیان ملاحظہ ہو۔ مولانا لکھتے ہیں:

"کامریڈ نے ارباب حکومت کی ایک بڑی اور نہایت مقتدر جماعت کو اپنی طرف مبذول کر لیا۔ لارڈ ہارڈنگ (وائسرائے ہند) کے نام جو اعزازی پرچہ جاتا تھا۔ اس کو وہ خود ہفتہ بھر تک نہ چھوڑ سکتے تھے۔ اس لئے بے چاری لیڈی ہارڈنگ نے خود ایک پرچہ دام دے کر اپنے نام الگ جاری کرایا۔ اور ان کے مہمان ولی عہد جرمنی نے بھی (جو اسی زمانے میں ہندوستان بغرض سیاحت آئے تھے) دام دے کر اپنے نام پرچہ جاری کرایا ——

حکومت ہند کا کوئی محکمہ ایسا نہ تھا، جس کے عمال نے ممبر اور سکریٹری سے لے کر انڈر سکریٹری تک کامریڈ کو نہ منگایا ہو۔ اور یہی حال صوبے کے حکمرانوں اور ان کے مشیروں لایگزیکٹو کونسل کے ممبران کا تھا ——

اسلنگٹن کمیشن جب ہندوستان آیا تو مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم برطانیہ جو اس وقت پارلیمنٹ کے ممبر تھے، ہندوستان تشریف لائے۔ لکھنؤ میں انھوں نے محمد علی سے اپنی ملاقات کے وقت اس کا بہ مسرت ذکر کیا تھا کہ وہ کامریڈ کو بالالتزام پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے انگریزی انشا پردازوں نے کامریڈ کو بہت زیادہ سراہا اور اس کے حسن انشا، اصابت رائے اور غیر معمولی مہارت زبان کا اعتراف کیا ——

سر مائیکل اڈوائر کی قدردانی

پنجاب کا مشہور گورنر سر مائیکل اڈوائر بھی محمد علی کا خاص قدردان اور بہت مخلص دوست

---

[۵] محمد ہادی، سید: علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۴۶-۱۴۵

تھا۔ جادرہ کی وزارت کے لئے وہی زور دے رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا۔ لیکن جب محمد علی نے انکار کر دیا اور کامریڈ نکالنے کا عزم مصمم ظاہر کیا تو اس نے ہر قسم کی اخلاقی امداد کی۔ لیکن آخر میں محمد علی سے اسے تجربہ نہایت تلخ ہوا۔ سید زبیر صاحب ہزاروی ایم اے لکھتے ہیں:

"مسٹر مائیکل اڈوائر اپنی کتاب INDIA میں لکھتے ہیں کہ مسٹر محمد علی نے اس اخبار کے اجرا سے پہلے مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ میں خود ہی سب سے زیادہ اس اخبار کا تختہ مشق بنا"۔

مسٹر گھوکھلے کا اعتراف

مدیر انقلاب لاہور (مولانا غلام رسول مہر) کا بیان ہے کہ:

"(محمد علی) نے اپنی ادبی و سیاسی قابلیت کے تقاضے سے بعض انگریزی اخبارات میں ہنگامہ خیز مقالات لکھے۔ ٹائمز آف انڈیا، انڈین شیکسپیئر، ہندوستانی ریویو وغیرہ کے فائل اس کے گواہ ہیں۔ منٹو مارلے اصلاحات پر آپ کے اور مسٹر گوکھلے کے درمیان ایک تحریری مباحثہ چھڑ گیا۔ جس میں آپ نے انتہائی قابلیت کا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ مسٹر گھوکھلے بھی آپ کی قوت استدلال اور زور بیان کے قائل ہو گئے اور لارڈ منٹو نے بھی آپ کی قابلیت کا لوہا مانا"۔[1]

بمبئی کرانیکل

ایک زمانے میں بمبئی کرانیکل کا ایک دہلی ایڈیشن بھی نکلتا تھا۔ ایک بار اس کے عملہ ادارت کے ایک رکن ایم۔ این۔ ٹی نے ایک نہایت دلچسپ، پر لطف اور مفصل مضمون محمد علی کے متعلق لکھا تھا۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے:

"جس شخص نے کامریڈ کے اوراق کا مطالعہ نہیں کیا۔ اس نے محمد علی کی شخصیت کے اسرار کو سمجھا ہی نہیں۔ مولانا محمد علی نے جو ملک کے سب سے زیادہ روشن دماغ اخبار نویس ہیں، اپنے قلم کے ذریعے اپنا دل اخبار میں ٹپکا دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ انھوں نے ظرافت، مذاق، اور تعریض کا ایک ایسا بے پایاں دریا بہا دیا ہے جو دنوں تک آئندہ اخبار نویس کے لئے وجہ رشک رہے گا۔ آدمیوں کی سیاسیات، ان کا طریق کار اور تحریکوں کا نقشہ کھینچنے میں محمد علی لاثانی ہیں اور غالباً لاثانی رہیں گے"۔[2]

---

[1] رئیس احمد جعفری، سید؛ سیرت محمد علی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۳۰-۲۲۹

[2] رئیس احمد جعفری، سید؛ سیرت محمد علی، محولہ بالا، ص ۴۸-۴۷

ادارۂ کامریڈ

(دورِ اوّل)

کامریڈ کا پہلا پرچہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۱ء کو کلکتہ سے شایع ہوا تھا اور کلکتہ سے آخری شمارہ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۲ء کو نکلا۔ اور ۱۲ اکتوبر سے وہ دہلی سے نکلنے لگا اور تا آنکہ ۱۹۱۵ء میں "چوائس آف دی ٹرکس" لکھنے کے جرم میں اسے بند کر دیا گیا۔ چونکہ کلکتہ سے دہلی صرف دفتر تبدیل ہوا تھا، ایڈیٹر، دیگر عملہ اور اخبار کی پالیسی وہی رہی تھی حتیٰ کہ مقام اشاعت کی تبدیلی سے جلد اور اشاعت کے نمبروں میں بھی کوئی تبدیلی نہ کی گئی تھی اور بلا انقطاع جاری رہا تھا اس لئے میں نے کلکتہ اور دہلی کے اس دور اشاعت کو ایک اور کامریڈ کا پہلا دور مانا ہے۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں ایک طویل وقفے کے بعد شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ اگرچہ اس کے ایڈیٹر اب پھر مولانا ہی تھے۔ لیکن پہلے ان کے ساتھ رفقا کی ایک جماعت تھی تو اب کوئی معاون بھی نہ تھا اس لیے مولانا محمد علی نے بھی اس دور میں کامریڈ کو پھر جلد ۱ شمارہ ۱ سے شروع کیا۔ اس لئے اس دور کو کامریڈ کا دوسرا دور بتایا گیا ہے۔ دوسرے اور آخری دور کا خاتمہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء کے شمارے پر ہوا۔

راجہ غلام حسین

کامریڈ کے پہلے دور کی سب سے اہم شخصیت راجہ غلام حسین کی تھی جس نے محمد علی کی رفاقت اور معاونت کا واقعی حق ادا کر دیا۔ کامریڈ کے تعلق سے انگریزی صحافت کی تاریخ میں مولانا محمد علی کے بعد جس شخص کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ وہ راجہ غلام حسین نامی پنجاب کے ضلع جہلم کے ایک گم نام قریے اور غریب خاندان کا نوجوان ہے۔ غلام حسین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا مایۂ ناز سپوت تھا۔ انگریزی زبان سیکھنے کا شوق اسے بچپن سے تھا۔ علی گڑھ کا تعلیمی دور تک تو وہ مضمون نگاری میں اچھی طرح منجھ چکا تھا۔ اس زمانے کے تعلیمی اخراجات وہ ٹائمز آف انڈیا بمبئی اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، پانیر الہ آباد وغیرہ میں مضمون نویسی سے پورے کرتا تھا۔

۱۹۰۷ء میں راجہ غلام حسین نے تعلیم سے فراغت کے بعد پنجاب کا رخ کیا اور اسلامیہ ہائی اسکول ہوشیار پور میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ مولانا محمد علی نے کامریڈ نکالنے کا فیصلہ کیا تو

۱۹۱۰ء میں انھیں اپنے پاس کلکتہ بلا لیا اور کامریڈ کا اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر کیا۔ یہ کام گویا کہ ان کے ذوق کے مطابق تھا۔ جی لگا کے ذمہ داری کے ساتھ کام کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی دن میں ان کی قابلیت، انگریزی زبان پر ان کے عبور اور قدرت تحریر کا پورے ملک میں، انگریزی داں حلقے میں ڈنکا بجنے لگا۔ کلکتہ سے کامریڈ کے دفتر کے ساتھ دہلی آئے اور جون ۱۹۱۵ء میں کامریڈ کے بند ہو جانے کے بعد ہی کسی اور طرف رخ کیا۔ ہاشمی فرید آبادی لکھتے ہیں:

"شروع ہی سے کامریڈ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے، اور کلکتہ سے دہلی آئے تھے"۔ ؎۱

قاضی عبدالغفار لکھتے ہیں:

"رفتہ رفتہ ہمدرد اور کامریڈ کے کاموں سے ان کا (مولانا محمد علی کا) تعلق بہت کم ہو گیا اور ہمدرد کی ذمہ داریاں بڑی حد تک مجھ پر اور کامریڈ کی ذمہ داریاں مرحوم راجہ غلام حسین پر عاید ہو گئیں"۔ ؎۲

اس سے محمد علی کے ان پر اعتماد کا پتا چلتا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں:

"محمد علی کے ایک رفیق خاص الخاص راجہ غلام حسین پنجابی ...... انگریزی لکھنے میں محمد علی کے شاگرد رشید کامریڈ میں مدتوں سب ایڈیٹر رہے۔ جب کامریڈ .. بند ہو گیا تو ..... روزنامہ انڈین ڈیلی ٹیلیگراف (لکھنؤ) میں منسلک ہو گئے۔ پھر کچھ روز بعد غالباً راجہ صاحب محمود آباد کی مالی امداد سے .... اپنا ایک مستقل انگریزی ہفتہ وار 'نیو ایرا' کے نام سے نکالا اور اس کی بھی خوب دھوم دھام ہوئی"۔ ؎۳

ضیاء الدین برنی کے ایک بیان سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ نیو ایرا کا پہلا پرچہ ۷ر اپریل ۱۹۱۷ء

؎۱ ہاشمی فرید آبادی، چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران (مرتبہ سید رئیس احمد جعفری) لاہور، محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

؎۲ عبدالغفار، قاضی: مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۲۵

؎۳ عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، اعظم گڑھ، معارف پریس ۱۹۵۴ء، حصہ اول، ص ۷۳

کو نکلا تھا۔ چند ہی ماہ کے بعد وسط اگست میں ایک بگڑے ہوئے گھوڑے سے ان کی ٹکر ہوگئی اور چند دن بعد ۲۵ راگست کو ہسپتال میں ان کا انتقال ہوگیا۔ راجہ غلام حسین کے انتقال سے سب ہی کو سخت صدمہ ہوا۔ چونکہ راجہ مرحوم، ہوم لیگی تھے اس لئے مسز اینی سنت نے ان کے بچوں کے لئے ایک فنڈ بھی کھولا تھا اور اسی سے ان کی بیوہ اور بچوں کی مدد کی تھی [1]۔ مولانا محمد علی اس زمانے میں چھنڈواڑے میں نظر بند تھے۔ غلام حسین کے انتقال کی خبر سنی تو اُن کے دل پر ایک بجلی گری۔ اس علم میں انھوں نے مرحوم کا ایک دردناک نوحہ لکھا جس کے چند شعر یہ ہیں :

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسین — کوئی دن اور بھی جیئے ہوتے
کچھ تو انعام حق پرستی کے — ہم غریبوں سے بھی لیئے ہوتے
تم تو دل بھی فگار کر کے چلے — زخم ہائے جگر سیئے ہوتے
تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا — چند نعم البدل دیئے ہوتے
تھی شہادت کی کس قدر جلدی — کام کچھ اور بھی کیئے ہوتے

آج جوہر ہیں دل کے قاش فروش
کاش کچھ اور قافیے ہوتے [2]

نظر بندی سے رہائی کے بعد ۱۹۲۰ء میں جب مولانا محمد علی لکھنؤ گئے تو اسٹیشن سے سیدھے قبرستان "عیش باغ" مرحوم کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے اس کے بعد کہیں اور گئے [3]۔ مولانا محمد علی کے متعدد خطوط میں بھی ان کا ذکر محبت اور ان کی قابلیت کے اعتراف کے ساتھ آیا ہے، ہمدرد کے دور ثانی کے آخری پرچے میں اپنی مشکلات کے ذکر میں اُن کے بارے میں لکھتے ہیں :

"غلام حسین کے بعد سے تو کامریڈ کے لیئے کوئی اڈیٹر بھی نہ مل سکا۔ حالانکہ میرے اعزہ اور احباب اچھی طرح جانتے ہیں کہ غلام حسین مرحوم

---

[1] برنی، ضیاء الدین، عظمت رفتہ، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۶۱ء، ص ۶۱، ۶۲-۶۳
[2] نور الرحمٰن (مرتب)، دیوان جوہر، لاہور، شیخ غلام حسین اینڈ سنز، ۱۹۶۲ء، ص ۱۵۳
[3] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۹۰

کے نعم البدل نہ سہی۔ معمولی سے معمولی جانشیں کے لئے میں کہاں کہاں گھوم آیا ہوں"۔ لے

سب ایڈیٹر کے سلسلے میں انھیں جو تلخ تجربہ ہوا تھا اس کے بعد تو انھوں نے اپنا اخبار نکالنے ہی سے توبہ کرلی تھی۔ مولانا لکھتے ہیں:

"اس لئے میں نے اس تلخ تجربے کے بعد قطعی فیصلہ کرلیا کہ اگر مجھے کوئی آزاد چھوڑے گا تو اس کے اخبار کی ایڈیٹری کو قبول کرلوں گا، مگر خود اپنا کوئی اخبار اب نہ نکالوں گا"۔ ۲ے

ضیاءالدین برنی مرحوم لکھتے ہیں:

"راجہ غلام حسین کے انتقال کے بعد مولانا محمد علی کو سارے ہندوستان میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی ایسا مسلمان نہ مل سکا جو صحیح معنوں میں ان کا جانشین بنتا۔ جب تک راجہ اسسٹنٹ ایڈیٹر کے فرائض ادا کرتے رہے مولانا کو ایک گونہ اطمینان تھا۔ انھوں نے سب کام سنبھال لئے تھے۔ ان کی انگریزی اتنی اچھی تھی کہ ان کی تحریروں پر خود مولانا کی تحریروں کا گمان ہوتا تھا۔ میر محفوظ علی، مولانا اور راجہ کو انگریزی انشاپردازی کا آفتاب و مہتاب کہا کرتے تھے۔ ان پڑھ لوگ راجہ کو چھوٹا 'کمریڈ' کہا کرتے تھے۔ بڑے 'کمریڈ'، محمد علی تھے"۔ ۳ے

عبدالرحیم عبدالرحیم کامریڈ کے کلکتہ کے دور میں اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔ ان کے متعلق معلومات کا واحد ذریعہ سید ہاشمی فریدآبادی کا وہ مضمون ہے جو انھوں نے مولانا محمد علی پر لکھا تھا۔ ہاشمی مرحوم لکھتے ہیں:

"متحدہ بنگال اسمبلی کے اسپیکر عبدالحکیم صاحب کے بھائی عبدالرحیم صاحب کامریڈ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔ دبلے پتلے کمزور سے آدمی تھے۔ چلتے تھے

ا و ۲ے الوداع اخیر (اداریہ) روزانہ ہمدرد، دہلی، ۱۲ اپریل ۱۹۲۹ء بہ حوالہ علی برادران (مرتبہ سید رئیس احمد جعفری) محولہ بالا، ص ۲۶۶

۳ے برنی، ضیاءالدین، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۶۱ - ۶۰

تو شاخ گل کی طرح لچکتے تھے"۔

ہاشمی فرید آبادی نے کامریڈ سے ان کی علٰحدگی کے سبب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں:

"ان کے بارے میں محمد علی کو اطلاع ملی کہ ایک برہمو سماج لڑکی کو دل دے بیٹھے ہیں اور ایسے عشق صادق میں مبتلا ہیں کہ ممکن ہے برہمو سماج میں داخل ہو جائیں۔ یہ خبر سن کر محمد علی نے یہ نہیں سوچا کہ

عشق از یں بسیار کرداست وکند
سبحہ را زنّار کرداست وکند

آگ بگولہ ہو گئے۔ فوراً عبدالرحیم صاحب کی طلبی ہوئی اور جرمِ عشق پر جواب طلب ہوا۔ وہ بیچارے کیا کہتے؟ محمد علی کے سامنے، اور وہ بھی اس وقت جب وہ بھرے بیٹھے ہوں، کچھ کہنا آسان بھی تو نہیں تھا۔ وہ خاموش تھے اور محمد علی گرج رہے تھے، برس رہے تھے، سخت سے سخت لہجے میں، درشت اور ناملائم الفاظ کا ایک سیل رواں تھا جس میں عبدالرحیم صاحب تنکے کی طرح بہے چلے جا رہے تھے۔ محمد علی اسے برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ عشق کی خاطر مذہب بدلا جائے اور یہ مذہب بدلنے والا ایک مسلمان اور کامریڈ کے عملہ ادارت کا ایک رکن ہو تو محمد علی کے قہر و جلال کو نقطۂ عروج پر پہنچنا ہی چاہیئے تھا۔ چنانچہ وہ پہنچا اور بے چارے عبدالرحیم صاحب پھر کامریڈ کے دفتر میں نظر نہیں آئے"۔[۱]

چونکہ ہاشمی فرید آبادی جولائی ۱۹۱۲ء میں مولانا محمد علی کے بلاوے پر کلکتہ پہنچے تھے۔ اس لئے یہ واقعہ جولائی تا ستمبر، دو ڈھائی ماہ کے اندر پیش آیا ہوگا۔

مجتبیٰ صاحب ان صاحب کے بارے میں بھی علم نہیں ہو سکا کہ کون تھے، کہاں سے تعلق تھا کامریڈ میں کب سے تھے اور کب تک رہے۔ مولانا محمد علی کے ایک مورخہ ۱۹؍اگست ۱۹۱۲ء بنام سید محفوظ علی بدایونی میں ان کا ذکر آیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"مجتبیٰ صاحب آپ کی بجائے کام کر رہے ہیں۔ مگر ایک دو زیادہ وزنی کام

---

[۱] ہاشمی فرید آبادی، چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۳۱

ہیں، وہ ان کے سپرد نہیں کرسکتا۔ دوسرے وہ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ موجودہ تنخواہ سے زیادہ ہی کام ہے"۔ [۱]

ہاشمی فرید آبادی نے بھی اپنے مضمون میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کلکتہ سے کامریڈ کے دفتر کے ساتھ دہلی آئے تھے۔ ہاشمی مرحوم لکھتے ہیں:-

"اب وہ (محمد علی) کلکتہ چھوڑ رہے تھے اور حکومت ہند کی نئی راج دھانی دلی کو اپنا مرکز عمل قرار دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ آخر وہ دن آگیا کہ سیکنڈ کلاس کا ایک پورا کمپارٹمنٹ دلی کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ محمد علی کے ساتھ راجہ غلام حسین، مجتبیٰ صاحب اور مجھ جیسا نو آموز اسی میں تھا۔ جتنے لوگ جانے والے تھے سب آ گئے"۔ [۲]

ولایت علی بمبوق

کامریڈ کے دور اول کے لکھنے والوں میں ایک ایسے نوجوان بھی تھے جن کا تعلق اگرچہ ادارہ ہمدرد سے نہ تھا، لیکن ان کے ذکر کے بغیر یہ مضمون مکمل نہیں ہوتا۔ میرا اشارہ ولایت علی بمبوق کی جانب ہے، جو کامریڈ میں "گپ" کا کالم لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں:

"شیخ ولایت بمبوق (علیگ) کے نام سے واقف آج کتنے پڑھے لکھے ملیں گے؟ نوجوان طبقے میں تو ایک فی صدی بھی نہیں۔ ۴۰ سال قبل کی دنیا اس سے مختلف تھی۔ نوجوان طبقے کے لئے تو وہی وہ تھے۔ ہر طرف ان کا طوطی بول رہا تھا۔ قلم اچھی اردو اور اچھی انگریزی دونوں پر قادر تھا۔ لیکن انگریزی کی مشق بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ۔ ۔ ۔ مستقل مزاحیہ نگاری کامریڈ کے کالموں میں شروع کی۔ مولانا محمد علی کا یہ مشہور ہفتہ وار انگریزی خواں طبقہ کی آنکھ کا تارا بنا ہوا تھا۔ ہر ہفتہ اس بمبوق (کہ یہی ان کا قلمی نام تھا) کے مضمون کو آنکھیں ڈھونڈھتی رہتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد علی کے مداح ہی نہیں معتقد بھی تھے"۔ [۳]

---

[۱] محمد سرور (مرتب) خطوط محمد علی، دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۴۰ء ص

[۲] ہاشمی فرید آبادی، سید، چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۳۲

[۳] عبدالماجد دریا بادی، سچی باتیں، ہفتہ وار صدق جدید، لکھنؤ ۲۸ جون ۱۹۵۷ء ص ۱

ایک اور جگہ اپنی تصنیف لطیف "محمد علی" میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے بارہ بنکی کے ایک وکیل اور علی گڑھ کے نامور گریجویٹ شیخ ولایت علی مولوی مرحوم، محمد علی کے خاص الخاص دوستوں، رفیقوں، معتقدوں میں تھے بمبوق کے عجیب اور فرضی نام سے ان کے ظریفانہ مضمون کامریڈ کے کالموں میں انگریزی کی بہترین انشا پردازی کے ساتھ نکلتے رہتے تھے - اُردو میں کبھی کبھی لکھا کرتے تھے"۔ ؎۱

بمبوق ضلع بارہ بنکی کے قصبہ لی کے رہنے والے تھے اور یہیں سے وہ کامریڈ کے لئے کالم لکھ کر بھیج دیا کرتے تھے۔ جون ۱۹۱۸ء میں جب کہ ان کی عمر صرف بتیس ۳۲ سال کی تھی، انتقال ہو گیا۔ ؎۲ اسی لئے مولانا دریا بادی نے انھیں "جواں مرگ شیخ ولایت علی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی (علیگ) معروف بہ "بمبوق" لکھا ہے۔ مرحوم یوپی کے مشہور کانگریس رہنما رفیع احمد قدوائی کے حقیقی چچا تھے ؎۳

۱۹۲۴ء میں مولانا محمد علی نے جب دوبارہ کامریڈ نکالا تو انھیں راجہ غلام حسین اور بمبوق کی بڑی کمی محسوس ہوئی۔ رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں :

"اکتوبر ۱۹۲۴ء میں محمد علی نے ..... دوبارہ کامریڈ نکالا۔ لیکن اب ملک کی سیاسیات میں اتنا نقیب ہو چکا تھا، ان کے مشاغل میں اتنا اضافہ ہو چکا تھا اور ان کی ذمہ داریاں اس قدر بڑھ گئی تھیں، نیز راجہ غلام حسین اور ولایت علی بمبوق جیسے یگانہ روزگار رفقا سے وہ اس طرح محروم ہو گئے تھے کہ کامریڈ جیسا نکلنا چاہیے تھا، ویسا نکال سکے اور اس کا خود انھیں بھی افسوس تھا"۔ ؎۴

؎۱ عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۵

؎۲ برنی، ضیاء الدین، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۲۸۰، مولانا عبدالماجد دریا بادی کے انتقال کا مہینہ جولائی لکھا ہے۔ دیکھئے سچی باتیں، صدق جدید، لکھنؤ ۲۸ جون ۱۹۵۷ء ص۱

؎۳ عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۵۶

؎۴ رئیس احمد جعفری، سید، سیرت محمد علی، پاکستانی ایڈیشن، ص ۲۳۱

ایک مقام پر مولانا عبدالماجد دریا بادی نے انھیں "کامریڈ کے صفحات کی رونق" لکھا ہے [۱] ضیاء الدین برنی ان کے متعلق لکھتے ہیں :

> "نیو ایرا کے لکھنے والوں میں بھی وہی بزرگ تھے، جو کامریڈ میں لکھا کرتے تھے۔ ان میں ایک صاحب ولایت علی تھے، جو بمبوق کے نام سے "گپ" کا کالم لکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ نوٹ اور ایڈیٹوریل بھی لکھ دیا کرتے تھے۔" [۲]

رشید احمد صدیقی نے ان کے کالم کی مقبولیت کے بارے میں لکھا ہے کہ مولانا محمد علی اور ولایت علی بمبوق کے مضامین دیکھنے کے لئے لوگ کامریڈ کے لئے بے تاب رہتے تھے [۳] بمبوق کا کالم صرف دلچسپ اور عام پسند ہی کا نہ ہوتا تھا، بلکہ ادب و انشا کے لحاظ سے بھی اس کا پایہ بہت بلند ہوتا تھا۔ انھوں نے طنز و مزاح کے رخ کو موڑا اور اعلیٰ درجے کے نکاہیہ ادب کو اہلِ علم سے روشناس کرایا۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں :

> "چوکیدار، پٹواری، اس قسم کے عنوان پر ضرور کچھ لکھتے جو انگریزی ادب و انشا کے معیار۔ بہترین چیز ہوتی۔ اس سے قبل اردو میں ظرافت کے معنی شخصی تضحیک و تضحیک کے تھے۔ اس کا رخ جن چند لوگوں نے بدلا اور اس کے بجائے غیر شخصی تفریح و تفنن، شوخی و بذلہ سنجی کو رائج کیا اور بعد کو جسے رشید احمد صدیقی صاحب نے کمال ترقی پر پہنچایا۔ اُن میں ایک ممتاز نام بمبوق مرحوم کا بھی ہے۔" [۴]

دورِ ثانی

کامریڈ کا دوسرا دور ۱۳ر اکتوبر ۱۹۲۴ء سے شروع ہو کر ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء کو ختم ہوا۔ اس زمانے

---

[۱] عبدالماجد دریا بادی، محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۳

[۲] برنی، ضیاء الدین، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۶۱ و ۷۷

[۳] رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گراں مایہ، حیدرآباد دکن، سلطان بک ڈپو، س ۔ ن ۔ ص ۱۸۸

[۴] عبدالماجد دریا بادی، سچی باتیں، ہفتہ وار، صدق جدید، لکھنؤ محولہ بالا، ص ۱

میں مولانا محمد علی کو ایسا کوئی رفیق نہیں مل سکا جس کے خیالات اور جس کے قلم پر مولانا اعتماد کر سکتے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ کوئی ایسا شخص بھی انھیں دستیاب نہیں ہو سکا جس کی تحریر پہ ہدایت و رہنمائی کے بعد بھی اعتماد کیا جا سکتا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ دوسرے دور میں کامریڈ کبھی وقت پر نہیں نکلا۔ اس سلسلے میں مولانا محمد علی کی مشکلات کا اندازہ ان کے اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے ۲۵ رمئی ۱۹۵۰ء کو جب کہ کامریڈ کو نکلے تقریبًا سات مہینے ہو گئے تھے، مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام لکھا تھا۔ اس میں مولانا لکھتے ہیں:

"بہتر تو یہ ہوتا کہ کوئی انگریزی کا لکھنے والا مل جاتا تو آدھا وقت میرا بچ جاتا اور میں خود اردو میں ہفتہ میں ایک دو مضامین ہمدرد کے لئے لکھ دیا کرتا۔ مگر افسوس کہ مسلمان باوجود ایک جہان سے اعلان جنگ کرنے کے، نہ صرف عربی میں کافی قابلیت نہیں رکھتے جس کا جاننا مذہب کے خیال سے مقدم تھا۔ بلکہ وہ انگریزی بھی جس کا پڑھنا انھوں نے مقدم سمجھا، نہیں جانتے، جو جانتے ہیں وہ سرکاری نوکریوں میں گرفتار ہیں یا دو چار بیرسٹری یا وکالت کی نذر ہو گئے ہیں۔ ...... جہاں جہاں اخبار کے اجرا کے بعد کوشش کی گئی، یہی جواب ملا کہ مجبور ہیں، وکالت کر رہے ہیں۔ جو ملتے ہیں وہ اس قدر نالائق ہوتے ہیں کہ ہندوؤں کے مقابلے کے خیال سے بھی شرم آتی ہے۔" [۱]

اس خط میں مولانا نے اپنی اور بھی مشکلات کا ذکر کیا ہے۔ اس سے کامریڈ کی اشاعت کی صورتِ حال پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"ایک پرچہ کامریڈ کا چھپ چکتا ہے تو دوسرے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس کا وہی اندازہ کر سکتا ہے جس نے یہاں ہفتہ بھر رہ کر میرا کام دیکھا ہے۔" [۲]

پھر لکھتے ہیں:

"ہمدرد کے لیے وقت کہاں سے نکالوں، چونکہ اس کے لیے برا بھلا دوسرے

[۱و۲] ابو سلمان شاہجہاں پوری (مرتب) مکتوبات رئیس الاحرار کراچی موڈرن پبلشرز ۱۹۷۸ء ص ۱۳۲ و ۱۳۳

بھی لکھ سکتے ہیں اس لیے اسے ان پر چھوڑ دیتا ہوں اور خود کامریڈ کے نئے جس کے لیے ایک بھی لکھنے والا نہیں ملا' وقف ہوجاتا ہوں"۔[۱]

رانا جنگ بہادر سنگھ۔ تحریک ترک موالات سے متاثر ہوکر سلسلہ تعلیم ترک کرنے والے اور بعد میں نام پیدا کرنے والے طلبہ میں راناصاحب بھی ہیں۔ چوراچوری کے واقعہ کے بعد جب تحریک ختم ہوگئی تو انہیں اپنی تعلیم مکمل کرنے کا خیال ہوا۔ پہلے وہ کاشی ودیا پیٹھ گئے، وہاں جی نہ لگا تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بی۔اے میں داخلہ لیا۔ انگریزی اور ہندی میں لکھنے کا شوق انہیں زمانہ طالب علمی سے تھا اور صحافت کے حلقوں میں شہرت بھی ہوگئی تھی۔ چنانچہ جامعہ سے بی۔اے پاس کرنے کے بعد صحافت کو اپنا پیشہ بنالیا۔ ان کا تقرر"ہندوستان ٹائمز" کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے ۱۲۵ روپے پر ہوگیا تھا لیکن مولانا محمد علی سے انہیں خاص عقیدت تھی اور انہوں نے ۵۰ روپے کا وظیفہ قبول کرکے ادارہ کامریڈ میں مولانا کی سرپرستی اور تربیت کو ترجیح دی۔ کامریڈ میں وہ اپنے کام اور تربیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابتدائی دنوں میں میرا خاص کام پروف پڑھنا تھا۔ میں کاغذ کے بڑے بڑے بنڈلوں سے پریس ہال میں بستر بناکر اس پر لیٹ جاتا تھا۔ پروف دیکھنے کے ساتھ ساتھ تھوڑے تھوڑے وقفے سے موقع ملنے پر میں سو بھی لیتا تھا۔ کیونکہ دن میں بھی ڈیوٹی پر میری حاضری ضروری تھی۔ آج کل کے حوصلہ مند صحافیوں کے لیے یہ طریقہ کار بے سود معلوم ہوگا، لیکن میں مولانا کی ماہرانہ نگرانی میں گرامر، رموزِ اوقاف اور محاوروں کے بہت سے لطیف نکتے سمجھ لیتا تھا۔ کبھی کبھی یہ دیکھنے کے لیے کہ میرے ایڈیٹوریل نوٹ چھپنے کے لائق ہیں یا نہیں، میں انہیں لکھ کر دیتا تھا۔ کبھی نوٹ ردی کی ٹوکری میں ملتے تھے لیکن پھینکنے سے پہلے وہ بڑی شفقت کے ساتھ مجھے طلب فرماتے اور "کیا اور کیونکر لکھا جائے" کے بارے میں مفید ہدایات دیتے تھے۔ اور آخر میں جب کبھی میں اپنا کوئی نوٹ کامریڈ" میں چھپا ہوا دیکھتا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا۔ بیشک میرے نوٹ میں کچھ ترمیم و تنسیخ ہوتی تھی۔ "کامریڈ" پر مولانا کی شخصیت کی گہری چھاپ تھی"۔[۲]

---

[۱] ابوسلمان شاہجہان پوری (مرتب) مکتوبات رئیس الاحرار محولہ بالا، ص ۱۳۳

"کامریڈ" میں رانا صاحب نے بہت محنت کی جس سے ان کی صحت پر برا اثر پڑا۔ مولانا نے ان کے علاج میں بذاتِ خود دلچسپی لی۔ پھر انہیں آرام کی غرض سے کسی پہاڑی مقام پر بھیج دیا۔ چونکہ کامریڈ کے حالات کی طرف سے مولانا خود مطمئن نہ تھے، اس لیے مولانا کی رائے تھی کہ اگر رانا صاحب کو کوئی اچھی جگہ مل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں جب انہیں دیوان چمن لال کے ہفتہ وار "نیشن" لاہور کی ادارت کی پیشکش کی گئی تو بادل ناخواستہ انہوں نے "کامریڈ" کو خیر باد کہا اور لاہور چلے گئے۔ رانا صاحب نے اپنی بعد کی صحافتی اور سیاسی زندگی میں مولانا کے بعض افکار و آراء سے اختلاف بھی کیا لیکن مولانا سے ان کی عقیدت میں سرمو فرق نہیں آیا اور مولانا بھی ان پر حسب سابق شفقت فرماتے رہے۔

ان کے علاوہ ایسے اہلِ قلم بھی تھے جو اگرچہ خود کامریڈ میں آنے کے آرزومند نہیں تھے، لیکن مولانا محمد علی کے وہ مطلوب ضرور تھے۔ مولانا نے ان سے رفاقت و معاونت کی درخواست کی۔ لیکن انھیں اپنے حسن پر ناز تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے جانِ محفل کہلائیں گے اور پروانے ان پر اپنی جان نچھاور کریں گے۔ ان میں سے بعض نے مولانا کی طرف اک نگاہ غلط انداز بھی نہ ڈالی اور بعض نے اپنے پیروں میں علائق کی بیڑیاں اور اپنے دست و بازو کی ناتوانی کی طرف اشارہ کیا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایسے تین اصحاب قلم کے نام گنائے ہیں جو مولانا محمد علی کے مطلوب تھے ـــــ

شعیب قریشی سب سے پہلے رفاقت کی توقع مولانا نے شعیب قریشی سے کی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

> "سب سے زیادہ انتظار شعیب صاحب کا رہا، جن کی قسمت میں ۲ سال بعد مولانا کا داماد ہونا لکھا تھا، علی گڑھ کے ایم۔اے۔ایل۔ایل بی تھے لندن میں بیرسٹری پڑھے ہوئے۔ بڑے مخلص اور پرجوش۔ نیوایرا (لکھنؤ) کو مدت تک سنبھالے رہے۔ پھر گاندھی جی کی گرفتاری پر ان کے انگریزی ہفتہ وار 'ینگ انڈیا' کے ایڈیٹر رہ چکے تھے۔ کامریڈ کی سب ایڈیٹری کے

؎ رانا جنگ بہادر سنگھ، مولانا محمد علی (مقالہ) جامعہ دہلی (مولانا محمد علی نمبر) اپریل ۱۹۷۹ء ص ۸۵۔

ہر طرح اہل تھے۔ ان کے لیے بہت کوششیں ہوئیں۔ ان کا دل نہ پسیجنا تھا نہ پسیجا"۔ ؎۱

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام ایک خط مورخہ ۲۵ رمئی ۱۹۲۵ء سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد علی نے کامریڈ دور ثانی کا آغاز ہی ان کی رفاقت اور تعاون پر کیا تھا۔ لکھتے ہیں:

"شعیب صاحب کے انکار کا مجھے پہلے سے شبہ ہوتا تو پہلے عملہ مہیا کر لیتا، تب کہیں کامریڈ کے دوبارہ اجرا کا خیال کرتا۔ اور اگر مہیا نہ ہو سکتا تو جاری بھی لکھ سکتے ہیں اس لیے اسے ان پر چھوڑ دیتا ہوں اور خود کامریڈ کے لیے جس کے لیے ایک بھی لکھنے والا نہیں ملا، وقف ہو جاتا ہوں"۔ ؎۲

ملک عبدالقیوم

دوسرے شخص جن پر مولانا کی نظر انتخاب اپنی رفاقت و معاونت کے لئے پڑی، پنجاب کے ملک عبدالقیوم بیرسٹر ایٹ لا تھے۔ مولانا نے چاہا کہ وہ کامریڈ میں آئیں لیکن لاہور چھوڑنا ان کے لئے ممکن نہ ہوا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

"۱۹۲۴ء میں کامریڈ کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے لئے درخواستیں جتنوں کی آئیں، وہ مولانا کی نظر میں نہ جچے اور مولانا جنھیں لینا چاہتے وہ خود کسی نہ کسی معذوری سے آ نہ سکتے تھے۔ مولانا کی نظر پنجاب کے ملک عبدالقیوم بیرسٹر ایٹ لا پر تھی جو لندن سے "آؤٹ لک" نکال چکے تھے۔ مولانا ان کے مضامین سے بہت خوش تھے۔ لیکن ان کی امداد کبھی اس سے آگے نہ بڑھی کہ بس کبھی کبھی کامریڈ کے لئے کوئی مضمون بھیج دیتے"۔ ؎۳

سید محمد ہادی کا بیان ہے کہ عبدالقیوم صاحب انٹرویو کے لیے دہلی آئے بھی تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ پنجاب کے ایک نوجوان بیرسٹر ملک عبدالقیوم خاں کامریڈ"

؎۱ عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۷

؎۲ ابوسلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، ص ۱۳۲

؎۳ عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۶

کی سب ایڈیٹری کے انٹرویو کے لیے دہلی آئے۔ ۔ ۔ ۔ دن بھر مولانا محمد علی، ان سے اپنے دفتر میں گپ شپ کرتے رہے۔ کہیں سے مولانا کی بدمزاجی کی انہیں خبر ہوگئی یا تنخواہ کے معاملہ پر فیصلہ نہیں ہو پایا۔ شام کو اپنے وطن واپس چلے گئے اور پھر کبھی واپس نہیں آئے۔" [۱]

مبین الرحمان تیسری مطلوب شخصیت برار کے مبین الرحمان کی تھی ۔ مولانا دریابادی ہی کی روایت ہے:

"صوبہ برار کے مبین الرحمان بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے مضامین مولانا نے بھی کرانیکل میں پڑھے اور انھیں بہت پسند کیا۔ مدتوں ان سے مراسلت رہی اور برابر ان کی آمد کا انتظار رہا۔ بالآخر نہ آئے اور اپنے صوبے کی کونسل کے ممبر ہو گئے۔" [۲]

ایک صاحب ان تمام حضرات کی طرف سے مایوسی کے بعد مولانا نے بمبئی سے آئی ہوئی ایک درخواست کو منظور کرکے درخواست دہندہ کو بلایا۔ مولانا دریا بادی لکھتے ہیں:

"بمبئی سے ایک صاحب کی درخواست آئی۔ بڑے ہی نیازمندانہ اور معتقدانہ لب و لہجے میں اس سلسلے کی برداشت اور درخواست میری نظر سے گزرنا لازمی تھی) مولانا نے ان ہی کو غنیمت سمجھا۔ بہت خوشی سے تو نہیں، لیکن بہرحال انھیں بلالیا۔ کچھ روز تو انھوں نے بھی اپنی درخواست کے انداز تحریر کو خوب نبھایا۔ اس کے بعد کامریڈ ہی سے علٰحدہ نہیں ہوئے بلکہ مولانا کے بھی شدید ترین دشمن ہو گئے اور انھیں اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے۔ مولانا کے انتقال کے چند ہی روز بعد یہ بھی عالم آخرت

---

[۱] محمد ہادی، سید؛ علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۳۹۔

[۲] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۲۶

میں پہنچ گئے،،[1]

حفیظ الرحمٰن "کامریڈ" کے پروف ریڈر تھے۔ ان کے بارے میں سید محمد ہادی لکھتے ہیں:

"گوالیار کے رہنے والے ایک حفیظ الرحمان بی۔اے کو ساٹھ روپے ماہوار دے کر آپ نے نوکر رکھ لیا۔ یہ صاحب اخبار کی پروف ریڈنگ کرتے تھے۔ یہ نہ تو مولانا کے شاگرد تھے نہ سیاسی طور سے آپ کے پیرو تھے۔ ان کا ایک مضمون "انڈین سوشل ریفارمر" میں چھپا جو مولانا کی تحریک کے قدرے خلاف تھا۔ یہ مضمون کہیں مولانا کی نظر سے گزرا۔ بس آگ بگولہ ہو گئے۔ ان دنوں یہ صاحب ہم لوگوں کے کمروں میں سے ایک کمرے میں رہتے تھے۔ مولانا دو فرلانگ کے بازار کے راستے سے ان کو برا بھلا کہتے ہوئے۔ پاپیادہ ان کے گھر پہنچے۔ شام کا وقت تھا۔ نہایت اونچی اور خوفناک آواز میں ان کو دھمکانا شروع کر دیا "یو آر اے ڈاگ" "یو آر اے کر" "تم ایک کتے ہو"، تم ایک گلی کے پلے ہو"۔ وہ بیچارہ خاموش رہا۔ ہم سب بھی حیران تھے۔ دوسرے دن ہی اپنی ملازمت سے اس کو علیحدہ کر دیا۔ حقیقت میں یہ نہایت بے اصولی کی باتیں تھیں۔ وہ کوئی جامعہ کا طالب علم نہ تھا جو خواہ مخواہ کی باتیں سنتا"[2]

رنگا ایر: سید محفوظ علی کے بقول مولانا محمد علی کے اسٹینو گرافر تھے لیکن مولانا نے خود انہیں اسسٹنٹ ایڈیٹر لکھا ہے۔ مدراس کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا کی نظر بندی تک وہ ان کے ساتھ رہے جب کامریڈ، ہمدرد کا تمام کارخانہ درہم برہم ہو گیا تو وہ بھی الہ آباد چلے گئے۔ مولانا محمد علی اپنے مشہور مضمون "چوائس آف دی ٹرکس" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میں نے یہ مضمون چالیس گھنٹے کی لگاتار محنتِ شاقہ برداشت کر کے لکھا اور اس تمام عرصے میں ایک منٹ بھی نہ سویا اور جب خود لکھتے لکھتے تھک جاتا تھا تو اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کو خود بولتا جاتا اور ان سے لکھواتا تھا"[3]

مولانا کا ان کے نام ایک خط بھی ہے جو انہوں نے جیل سے لکھا تھا[4]

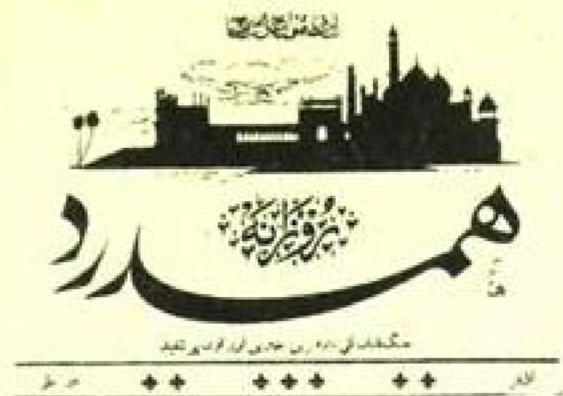
---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۲۶

[2] محمد ہادی، سید: علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۴۴-۴۳

[3] رئیس احمد جعفری، سید: سیرت محمد علی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن، ص ۸۳-۲۸۲

[4] ابوسلمان شاہجہانپوری (مرتب) مکتوبات رئیس الاحرار (سیاسی)، محولہ بالا۔ ص ۸۲



عزائم

ہمدرد کن عزائم اور کیسے بلند ارادوں کے ساتھ مطلع صحافت پر نمودار ہوا تھا۔ اس کی روداد مولانا محمد علی کی زبان سے سنیئے۔ وہ لکھتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ "ہمدرد" جاری کرنے کا خیال کوئی فی البدیہہ نتیجۂ فکر نہیں کہ وزن اور قافیہ کے قالب میں ڈھل کر ذرا دیر میں احباب کی مجلس میں ہلچل ڈال دے، کسی گھبرائے ہوئے دل کا عارضی جذبہ نہیں جسے قوتِ واہمہ پلک مارتے صورت کا لباس پہنا کر موجود کر دے۔ بلکہ یہ نتیجہ ہے اخباری دنیا میں عرصے تک رہ نوردی کرنے، سینکڑوں ٹھوکریں کھانے اور بہت سے نشیب و فراز دیکھنے کا، قوم کی زندگی کا خلوت کدوں سے لے کر بازاروں تک مطالعہ کرتے کا ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ قوم کے لیے ایک ایسا رفیقِ سفر تیار کر دیں جو منزلِ مقصود کو دور سے نہ دکھائے بلکہ گم گشتگان راہ کے ساتھ برہنہ پا ہو کر ایسے قصے کو پیدا کریں جو اصل داستان کو الف لیلہ کی طرح روز سنایا کرے اور جب تک قوم کی فلاکت اور نکبت ختم نہ ہو، یہ داستان بھی ختم نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔"[1]

یہ اقتباس ہمدرد کے پہلے شمارے کے مقالہ افتتاحیہ کا ہے جو ۲۳ر فروری ۱۹۱۳ء کو شائع ہوا تھا۔ ۳۱ر مئی تک "ہمدرد" یک ورقہ اور دو ورقہ چھپتا رہا۔ مولانا محمد علی کے الفاظ میں یہ مکمل اور واقعی "ہمدرد" نہ تھا بلکہ نقیب ہمدرد" تھا۔ اس دورِ اشاعت کی شہرت نقیب ہمدرد کے نام سے ہوئی۔ یکم جون سے سولہ صفحے کا مکمل اخبار نکلنا شروع ہوا۔ اگرچہ صفحے

---

[1] غلام ربانی، سید؛ ہفتہ وار کامریڈ (مقالہ) مولانا محمد علی — ایک مطالعہ، دہلی، علمی ادارہ، ۱۹۸۰ء، ص ۲۹ - ۱۲۸

بعد میں بھی کم و بیش ہوتے رہے۔ دوسرے جنم کے پہلے شمارے میں مولانا محمد علی نے پھر اپنے بلند عزائم کا اظہار کیا —— وہ لکھتے ہیں :

"ہمدرد گو آج اخباری دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ مگر سہما ہوا کہ کہیں ننگ وجود ثابت نہ ہو۔ عالم فکر سے عالم ذکر میں آتے آتے کم و بیش دو سال لگے تھے، تو عالم ذکر سے عالم عمل میں آتے آتے ایک سال سے کچھ زیادہ ہی لگ گیا ——

ہمارے اہلِ وطن میں چند اقوام اپنے تئیں دویج کہتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک بار سے زیادہ جنم لیتی ہیں۔ ہمدرد کو اس سے فخر و مباہات کی اجازت نہیں ملتی، لیکن ایک طرح وہ بھی دویج ہے اور آج دوسرا جنم لیتا ہے۔ ۲۳ر فروری کو یک ورقہ نکلا تھا، جس نے اپنے تئیں نقیبِ "ہمدرد" کہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔

جو حضرات ہمدرد کے جلوس کا تماشا دیکھنے لبِ بام آگئے تھے انھوں نے نقیب "ہمدرد" کی آواز بھی سنی ہو گی اور انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہمدرد کی سواری اس قدر دیر میں کیوں آئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جس وقت 'ہمدرد' کا خیال پہلے پہل ظاہر کیا گیا۔ ہمارے معاصرین نے اُسی وقت سے ہمارا نہایت گرم جوشی سے خیر مقدم کرنا شروع کر دیا۔ اس لئے انصاف کو بھی اگر ہاتھ سے دے دیا جائے تب بھی ہماری ممنونیت ہر قدم پر ہمارا دامن پکڑے گی کہ ہم اپنی احسان مندی کا اعتراف کریں۔ ہم کو ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہم ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین تیار کرنے آئے ہیں۔ ۔ ۔

شاید بعض حضرات ہم سے یہ امید کریں کہ ہمدرد چونچ لڑے گا۔ مگر ہمدرد کو درس و تدریس سے تعلق ہے نہ کہ دنگل سے، ہمارا اصول تو ہو گا : ؎

جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنیئے ۔۔۔ جو نا سزا کہے اس کو نہ نا سزا کہیے

رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے ۔۔۔ کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیئے

ہمدرد کا فرض ہو گا کہ روز سچی خبریں سنائے۔ ان خبروں کو پوری طرح سمجھنے کے لئے جن معلومات کا مہیا کرنا ضروری ہے، وہ مہیا کرے۔ ناظرین کے معلومات میں ہر روز اضافہ کرے، تا کہ وہ خود رائے قائم کر سکیں، نہ اس کی رائے کے ہمیشہ محتاج رہیں۔ مگر یہ خیال نہ کیجے کہ "ہمدرد" مسجد کا مُلّا ہو گا۔ تعلیم کا اصول یہی ہے کہ ایک چیز کا اس قدر کبھی مطالعہ نہ کیا جائے کہ طبیعت اکتا جائے۔ ہمدرد ملک و قوم کی ملاگیری کے علاوہ اپنی رنگینی طبع سے احباب کی رونق

محفل بھی ہوگا۔ سیاسیات کی تو تو میں میں کے ساتھ نقد سخن کی جھنکار بھی سنائی دے گی۔ اختصار کے ساتھ مزے مزے کے افسانے بھی ہوں گے اور فلسفے کی پھیکی سیٹھی کھچڑی کے لئے لطیفوں کی چٹپٹی چٹنی بھی دسترخوان پر موجود ہوگی۔ ہمدرد آپ سے سیکھے گا اور آپ کو سکھائے گا۔ خود روئے گا اور آپ کو رلائے گا۔ اور جس طرح ساون میں کبھی کبھی، پھول کے ساتھ ساتھ دھوپ بھی ہوتی ہے اور دھنک بھی اپنی رنگا رنگ سپہر آرائی کی جھلک دکھاجاتی ہے۔ ہمدرد کبھی ہنستوں کو رلائے گا اور کبھی روتوں کو ہنسائے گا"۔

(اداریہ ہمدرد یکم جون ۱۹۱۳ء)

بسم اللہ

"میں نے جب ۱۹۱۰ء میں ریاست بڑودہ کی ملازمت سے اس نیت سے علیحدگی اختیار کی تھی کہ اس سے زیادہ وسیع دائرے میں قدم رکھ کر ملک وملت کی خدمت کیا کروں تو کامریڈ نکالنے کے لئے کلکتہ گیا تھا۔ اس وقت سے یہ خیال میرے دل میں تھا کہ انگریزی ہفتہ وار تو حکومت کی خدمت میں عرض حال کرنے کے لئے ہو اور ہندوستان کی دوسری ملتوں کو بھی ملتِ اسلامیہ کے افکار و مطامح سے اس کے ذریعے سے باخبر رکھا جائے۔ اور ایک حد تک ہندوستان کے باہر کی اسلامی اور غیر اسلامی دنیا کو بھی انکا و مطامح سے آگاہ کیا جاتا رہے۔ لیکن سوائے اُن مسلمانان ہند کے جو اردو سے ناواقف اور ناآشنا ہیں۔ باقی مسلمانان ہند کی خدمت کے لیے جو اس ملتِ مرحومہ کے سوادِ اعظم ہیں۔ ایک روزنامہ اردو میں بھی شایع کیا جائے۔ جب کامریڈ کی اشاعت شروع ہونے کے ایک ہی سال بعد حکومت نے کلکتہ چھوڑ کر دہلی میں پھر دارالحکومت بنانے کی ٹھانی اور کامریڈ کے لیے اس اجڑے دیار میں اس وقت قارئین کرام کو اس پر آمادہ کیا کہ "ہمدرد" کو بھی جاری کرنے میں میری امداد فرمائیں۔ تاکہ "کامریڈ" کے ساتھ ساتھ مطبع سے ٹائپ کے حروف میں روزانہ ہمدرد بھی شائع ہوسکے۔ اور انھوں نے بیس پچیس ہزار روپے کے ڈبنچر میری استدعا پر پندہ سال کے لئے خرید فرمائے اور میں کامریڈ ہمدرد پریس ۱۹۱۲ء قائم کرسکا اور ۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء کو دہلی پہنچ گیا۔ یہاں آتے ہی ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ یعنی جس وقت دہلی سے کامریڈ کا پہلا پرچہ نکلا۔ ترک جو ابھی جنگ طرابلس کی مصیبت سے نکلنے نہ پائے تھے۔ جنگ بلقان کی تازہ مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔

بیروت سے جو نسخ کا ٹائپ منگایا گیا تھا وہ دیر میں آیا اور اس پر بھی ضرورت سے کم آیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عرصے تک ہمدرد نہ نکل سکا اور اس کا ایڈیٹوریل عملہ اس تمام عرصے میں بے کار رہا اور مصارف برابر جاری رہے۔ لوگوں کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر جو کچھ ٹائپ موجود تھا اسی سے کام لیا اور ۲۳ر فروری ۱۹۱۳ء سے ایک ایک ورقہ "نقیب ہمدرد" بن کر آنے والے ہمدرد کی منادی کرنے لگا ----

جب بیروت سے کافی ٹائپ آ گیا تو ہمدرد کی بسم اللہ ہوئی۔[1] بیروت کا نسخ کا ٹائپ مسلمانان ہند میں مقبول نہ ہو سکا تو سال بھر نقصان اٹھا کر میں نے لیتھو کی دو مشینیں خریدیں اور دور جدید سے رجعت قہقہری کر کے دور حجر کی طرف عود کیا۔ لیتھو کا خط نستعلیق بے شک مقبول ہوا، اور روزانہ اشاعت بڑھنے لگی۔ اس کے مہینے دو مہینے کے بعد جنگ عمومی کا افتتاح ہوا اور اب تو ہمدرد کی اشاعت ایک سال کے اندر دس ہزار تک پہنچ گئی۔ مگر ۱۶ر مئی ۱۹۱۵ء میں اس کا مالک اور ایڈیٹر مع اپنے بڑے بھائی مولانا شوکت علی کے نظر بند ہو گیا۔ اور اس کے ایک ماہ بعد ہمدرد پر ایک ایسا سنسر بٹھا دیا گیا۔ جس کا فرض منصبی بظاہر یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ جلد سے جلد ہمدرد کو بند کرا دے۔[2]"

ہمدرد کے واقعہ اجرا کو مولانا عبدالماجد دریابادی تاریخ صحافت کا ایک نیا باب کھلنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"جون ۱۹۱۳ء سے خدا خدا کر کے ہمدرد نکلنے لگا، اور اردو صحافت کی تاریخ میں ظاہری معنوی دونوں حیثیتوں سے گویا ایک نیا باب کھل گیا۔"[3]

ہمدرد کی مقبولیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کامریڈ کی دھوم تو مچی ہوئی تھی ہی، ہمدرد نکلا تو اس کی بھی دھوم مچ گئی۔ بڑے

---

[1] محمد علی، الوداع (آخری مقالہ افتتاحیہ) ہمدرد، دہلی، ۱۲ر اپریل ۱۹۲۹ء۔ بحوالہ علی برادران مرتب سید رئیس احمد جعفری، محولہ بالا، ص ۶۳-۲۶۲،

[2] محمد علی، الوداع (آخری مقالہ افتتاحیہ) ہمدرد، دہلی، ۱۲ر اپریل ۱۹۲۹ء۔ بحوالہ علی برادران مرتب: رئیس احمد جعفری، محولہ بالا، ص ۲۶۴؛

[3] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، اعظم گڑھ، معارف پریس، ۱۹۵۴ء حصہ اول، ص ۹

چھوٹے سب اس کے گرویدہ"۔[1]

مولانا دریابادی نے اخبار نکالنے کے مقصد پر ان الفاظ سے روشنی ڈالی ہے:

"اخبار نکالتے وقت تجارتی پہلو نام کو بھی پیش نظر نہ تھا۔ مقصد تمام تر اصلاحی تھا"۔[2]

اعلیٰ انتظامات

محمد علی نے ہمدرد اس شان اور اس آن بان کے ساتھ چلایا کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ہندوستان کا وہ پہلا اردو روزنامہ تھا جس نے براہِ راست ایسوسی ایٹیڈ پریس اور رائٹر کی خدمات حاصل کی تھیں ____

اشاعت

یہی چند در چند اور گوناگوں خصائص تھے جن کی بنا پر ہمدرد ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا اور جنگ کے زمانے میں تو اس کی اشاعت بہت زیادہ بلکہ ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ یہی وہ پہلی معراج تھی جو "ہمدرد" کو حاصل ہوئی۔ اس دور کا کوئی اردو اخبار تعدادِ اشاعت کے لحاظ سے "ہمدرد" کا ہمسر نہ تھا۔ سید غلام ربانی لکھتے ہیں:

"جاننے والے جانتے ہیں کہ جس غرض سے یہ اخبار جاری کیا گیا تھا وہ کہاں تک پوری ہوئی۔ یہ اخبار اس تیزی سے بڑھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی اشاعت پچیس ہزار تک پہنچ گئی جو اس زمانے میں کسی اردو اخبار کے لیے ایک معراج تھی۔ اس کا سالانہ چندہ پندرہ روپے تھا"۔[3]

گورنمنٹ کا خراج تحسین

اپنے اس قابل رشک کارنامے کی داد تعجب ہے کہ ہمدرد نے گورنمنٹ سے بھی حاصل کرلی۔ چنانچہ ان کی نظربندی کے بعد چیف کمشنر صوبہ نے اردو پریس کے اوپر اس کی غیر ذمہ دارانہ روش پر سرکاری سالانہ رپورٹ میں جو نہایت زبردست اعتراضات کیے تھے۔ ان سے ہمدرد کو مستثنیٰ کردیا اور اس کے مضامین و مقالات کی تعریف و توصیف کی تھی" الفضل ما شہدت بہ الاعداء

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، اعظم گڑھ، معارف پریس ۱۹۵۴ء، حصہ اول، ص ۱۸ [2] ایضاً ص ۶۱

[3] غلام ربانی، سید، ہفتہ وار کامریڈ (مقالہ) محولہ بالا، ص ۱۲۹

کی یہ کتنی صحیح تصویر ہے ؟ ——

سنسر -

ہمدرد پر جب آغاز جنگ کے بعد سنسر بٹھادیا گیا اور بغیر اس کی منظوری کے کوئی مضمون یا خبر شائع کرنا جرم کردیا گیا تھا تو ایک دلچسپ لطیفہ پیش آیا جسے خود محمد علی نے اس طرح بیان کیا ہے :-

"ہمدرد کے سنسر نے تو ایک بار چڑیا چڑے کی کہانی کو بھی خارج کردیا تھا، اور اعتراض کیا گیا تو کہا۔ بھائی ہے تو چڑیا چرونٹے کی کہانی اور مطلب بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمدرد والوں سے ڈر ہی معلوم ہوتا ہے اور روئی کا معاملہ ہے، نہ معلوم اس میں بھی کچھ زہر بھر دیا ہو، اور جواب دہی ہمارے سر آپڑے" ——

آخر محمد علی کی نظربندی کے بعد ہمدرد کی اشاعت بھی ملتوی کرنی پڑی اور گو سید جالب صاحب نے بہت کوششیں کیں، مگر افسوس ہے کہ وہ کامیاب نہ ہوسکے اور اخبار کا چلانا ان کے لیے ناممکن ہوگیا [۱]

ہمدرد کا پہلا شمارہ یکم جون ۱۹۱۳ء کو مطلع صحافت پر آفتاب بن کر نمودار ہوا تھا اور کامل دو سال تک اپنی جلوہ سامانیوں سے ملت اسلامیہ کی زندگی کے سیاسی، مذہبی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی گوشوں کو منور کرتا ہوا ۱۹۱۵ء میں جون ہی کے مہینے میں غروب ہوگیا ——

قاضی عبدالغفار مرحوم مرادآبادی کو مولانا محمد علی کی نگرانی میں کام کرنے کا فخر حاصل ہوا تھا۔ انھوں نے مولانا کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ وہ مولانا سے بہت متاثر تھے اور انھوں نے مولانا کے نزدیک رہ کر اس حرارت ایمانی کو محسوس کیا تھا جو محمد علی کے قلب سلیم سے نکل رہی تھی اور جس نے انھیں "جاں پرسوز" بنادیا تھا ——

قاضی صاحب مرحوم لکھتے ہیں :-

"میں کامریڈ کے مضامین پڑھا کرتا تھا۔ میرا دل اور میری طرح اس زمانے کے ہزارہا نوجوانوں کا دل جدید افکار کی وسعتوں اور خیالات کی بلندیوں سے ناآشنا تھا۔ ہمدرد کے شعبہ ادارت میں جب ایک ادنیٰ شاگرد بن کر محمد علی کے سامنے بیٹھا تب کہیں میں نے ان چنگاریوں کی گرمی محسوس کی

---

[۱] رئیس احمد جعفری، سید، سیرت محمد علی، محولہ بالا، ص ۲۷۳-۲۷۲

جو کامریڈ کے جواں سال اور بے باک ایڈیٹر کی شخصیت سے نکل کر ان کے نوجوان شاگردوں کو اذیت کوش ہونے کی دعوت دیتی تھی۔" [1]

ہمدرد کی ادبی خدمات کے بارے میں قاضی عبدالغفار لکھتے ہیں :

"اُن کی صحیفہ نگاری نے اردو صحافت کا ایک نیا دور شروع کیا تھا اور وہ اردو کی پس ماندہ صحافت میں بعض اہم اصلاحات کے بانی تھے۔ مثلاً پہلا روزنامہ تھا جو لیتھو کے بجائے ٹائپ میں چھاپا گیا، ہمدرد پہلا روزنامہ تھا جس کے مضامین کا معیار اس زمانے کی عام صحافت سے بہت بلند تھا۔ بہت سے مشہور شعرا اور ادیبوں کو جو صحافت سے دور رہتے تھے۔ محمد علی کی شخصیت نے پہلی دفعہ ہمدرد کے صفحات پر پیش کیا۔ حالی اور اقبال اور شبلی کی نظمیں اور پریم چند کے افسانے غالباً پہلی دفعہ اسی اردو روزنامے میں شائع ہوئے اور مزاح نگاری کا ایک ایسا معیار ہمدرد نے قائم کیا جس کا اس سے پہلے اردو صحافت میں کوئی وجود نہ تھا۔ بمبوق اور محفوظ علی (دونوں علی گڑھ کے) اس فن کے استاد مانے گئے اور آج بھی جو اچھے مزاح نگار یا طنز نگار ہیں، انھوں نے ہمدرد کی روایات سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ یہ سب محمد علی کی شخصیت کا کرشمہ تھا۔ میں سوچا کرتا ہوں کہ وہ اگر سیاسی اختلافات کی الجھنوں میں نہ پھنس گئے ہوتے اور صحافت اور تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ رجوع ہوتے تو خدا جانے وہ کیا ہوتے ؟" [2]

مشکلات

ہمدرد کے دورِ ثانی کا آخری پرچہ جون ۱۵ ۱۹ء میں نکلا تھا۔ اس وقت مولانا نجیب آباد سے آگے ایک مقام لینسڈاؤن میں نظر بند ہو چکے تھے۔ نظر بندی کا یہ سلسلہ مختلف مقامات پر دسمبر ۱۹۱۹ء تک جاری رہا۔ رہا ہوئے تو تحریک خلافت کا ملک میں ہنگامہ برپا تھا۔ مولانا کی پرجوش شخصیت اس تحریک سے الگ نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ اس تحریک کے بانیوں میں سے تھے ملک کی نظریں ان کی رہنمائی پر لگی ہوئی تھیں۔ ۱۹۲۰ء کا نصف اول اس تحریک کی نذر ہوا۔ وسط سال میں وہ وفد خلافت لے کر انگلستان روانہ ہو گئے۔ وہ اپنے مقصد سفر میں کامیاب نہیں ہوئے۔ لیکن ان کی واپسی ایک نئے عزم اور جوش و ولولے کی بازآفرینی تھی۔ اب

---

[1] عبدالغفار، قاضی : مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران (مرتبہ سید رئیس احمد جعفری) لاہور، محمد علی اکیڈیمی، سنہ ندارد، ص ۱۲۴ [2] ایضاً ص ۱۲۶

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات بن چکی تھی۔ مولانا محمد علی نے ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لیے پورے ملک کا سفر کر ڈالا۔ جلسوں اور کانفرنسوں سے خطاب کیا اور اہلِ ملک میں شعور اور بیداری کی ایک لہر دوڑا دی۔ کراچی خلافت کانفرنس میں تقریر اور ترک موالات کی تجویز کی حمایت میں گرفتار ہوئے، بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا اور دو سال کے لیے جیل بھیج دیے گئے۔ ۲۲-۱۹۲۲ء اور ۲۳-۱۹۲۳ء کے سال ان کے جیل میں گزرے۔ رہا ہوئے تو ہمدرد کے اجرا کا سروسامان کیا۔ لیکن ان کوششوں میں ۲۴-۱۹۲۴ء کا آخرآ پہنچا۔ ۹ر نومبر کو اس دور کا پہلا پرچہ نکلا۔ اس دور میں مولانا محمد علی کی مصروفیات بہت بڑھ چکی تھیں۔ اب وہ صرف ایک صحافی نہیں بلکہ کل ہند سطح کے قومی رہنما تھے۔ ہمدرد کا اجرا عمل میں آگیا۔ لیکن مولانا اس کی طرح خاطر خواہ توجہ نہ دے سکے ——

لیکن ایسا بھی نہیں کہ ہمدرد کے قارئین ان کی رہنمائی سے بالکل ہی محروم رہے ہوں۔ انھوں نے اس دور میں بہت موضوعات پر، سیاسی، تعلیمی مباحث پر اور قومی و ملّی مسائل پر قلم اٹھایا اور ہمدرد کے قارئین کے لیے ذہنی و فکری تربیت اور زندگی کے مختلف میدانوں میں رہنمائی کا بہترین سروسامان کیا۔ لیکن تجارتی و کاروباری لحاظ سے یہ دور بڑا ہی ناکام دور تھا۔ ہمدرد اپنا بار کبھی خود نہ اٹھا سکتا تھا۔ مولانا محمد علی کو اپنی انتہائی خراب صحت اور حد درجہ مصروفیات کے باوجود ہمدرد کے نقصان کی تلافی کے لیے تنو تنو جتن کرنا پڑتے تھے۔ لیکن حالات روز بہ روز بد سے بدتر ہوتے جاتے تھے۔ بالآخر مولانا نے اسے بند کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن مولانا نے مخلصین اور ہمدرد کے قدردانوں نے اگرچہ ان کا حلقہ بہت محدود تھا، مولانا کے اس فیصلے سے اتفاق نہ کیا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولوی ظفر الملک علوی اس میں پیش پیش تھے اور مولانا شوکت علی ان کی رائے کے موید تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ادارتی اور انتظامی تبدیلیوں کے ساتھ ہمدرد جاری رہے اور کوشش کی جائے کہ ہمدرد بیرونی امداد اور سہارے کا محتاج نہ رہے خود اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔ اس فیصلے کے مطابق مولانا محمد علی ہمدرد سے دستبردار ہو گئے۔ ادارتی امور کے نگراں مولانا عبدالماجد دریابادی اور انتظامی امور کے ذمہ دار مولوی ظفر الملک قرار پائے۔ نئے انتظام کے تحت پہلا پرچہ ۱۲ر مئی ۱۹۲۸ء کو شائع ہوا، اور آخری پرچہ اپریل ۱۹۲۹ء میں نکلا۔ نئے انتظامات کی تفصیل مولانا عبدالماجد دریابادی کی زبانی سنیے:-

نیا انتظام

بڑی ردّ و قدح ہمدرد کے جاری رکھنے اور بند کرنے پر رہی، مولانا بند کر دینے پر بالکل تلے ہوئے تھے اور دلائل کا وزن ان ہی کے ساتھ تھا۔ ادھر سے یہ نیاز مند اور مولوی ظفرالملک جاری رکھنے پر اڑے ہوئے تھے، اور اس پارٹی کی کمک پر شوکت علی صاحب مع اپنے بھاری بھرکم تن و توش کے تھے ۔۔۔

آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا خود تو اس کی ادارت سے ہٹ جائیں اور انتظامی و مالی ذمہ داریوں سے بھی سبک دوش ہو جائیں۔ لیکن روزنامہ بدستور جاری رہے۔ ایڈیٹوریل پالیسی کی نگرانی اس خاکسار کے سپرد اور انتظامی پہلو مولوی ظفرالملک کے ذمہ۔ اور اس جدید اسکیم کا نفاذ ۲۱ رمئی (۱۹۲۸ء) سے ہو جائے۔ تاکہ مولانا اپنی روانگی سے دو چار روز قبل پرچے کا نیا رنگ ڈھنگ بھی دیکھ لیں۔ ان کا جہاز بمبئی سے ۲ رجون کو چھوٹنے والا تھا اور وہ ایک ہفتہ قبل دہلی سے براہِ اجمیر روانہ ہو جانے کو تھے۔ ۲۰ رمئی کے آنے میں دیر کیا لگتی۔ اس پرچہ میں جو "الوداع" مولانا نے اپنے نام اور اپنے قلم سے لکھی، بڑی پُراثر تھی۔ ابتدائی حصہ درج ذیل ہے:

"حقیقتہً" ایک اخبار اسی وقت چل سکتا ہے جب کہ عوام کو اس کی ضرورت محسوس ہو اور وہ کافی تعداد میں اسے خریدیں۔ آج عوام کو ہمدرد کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، اس لئے میں اسے بند کرتا ہوں اور ایک بار پھر غالب کے اس شعر کو دہراتا ہوں ؎

غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیوں

عوام کی آج پھر یقیناً وہی حالت ہے کہ

جاتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

اس لئے بہتر ہے کہ انھیں دو ایک سال کے لئے ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور خداوند کریم سے دعا کی جائے کہ وہ انھیں راہبر کی پہچان عطا فرمائے اور بیشتر اس کے کہ ہر ایک تیز رو کے ساتھ تھوڑی دور تک بھاگتے بھاگتے وہ بالکل خستہ اور چور نہ ہو جائیں، انھیں منزلِ مقصود کا پتا لگ جائے اور

اس کی طرف بڑھنے کے لئے آمادہ ہو جائیں"۔۔۔۔

مئی کی ۱۲ رہے اور ۱۰-۱۲ دن کے لئے وطن جا کر میں پھر دہلی آگیا ہوں، اور آج کا ہمدرد میری نگرانی میں نکلا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک روزنامہ بالکل اپنے چارج میں پا رہا ہوں۔ محض ایڈیٹری اور شے ہے۔ اور مولانا کی جانشینی کرنا کچھ اور۔ سوال محض سلیقہ تحریر و حسنِ انشا کا نہ تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر صحیح بصیرت اور صحیح ملی رہنمائی کا تھا۔ اور مولانا کے یہی وہ جوہر تھے جن میں اس خاکسار کو ان سے کوئی نسبت نہ تھی۔ اس لئے طبعی طور پر جہاں فخر و مسرت محسوس ہو رہی ہے، وہاں دل دھڑکتا بھی جاتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ مولانا ابھی یہیں موجود ہیں۔ آج کا پرچہ میرے سامنے ان کی نظر سے گزرے گا۔ دیکھئے اس میں کیا کیا خامیاں نکلتی ہیں اور کیسی کیسی ڈانٹ سننا پڑتی ہے۔۔۔۔

رات کا وقت ہے اور مولانا مردانہ مکان کے صحن میں مسہری پر آرام کے لئے آ گئے ہیں۔ غضب یہ ہے کہ ہاتھ میں تازہ ہمدرد لئے ہوئے ہیں۔ (ہمدرد صبح کو نہیں شام کو نکلتا تھا) اب یہ بستر پر لیٹ کر میرے سامنے ہی پرچہ پڑھیں گے۔ اسی وقت ان کا ہمدرد پڑھنے کا معمول تھا۔ میرا پلنگ بھی قریب ہی ہے۔ کاش! اس وقت میں موجود نہ ہوتا۔ نوری خفگی سے تو بچ جاتا۔ مولانا نے میرا ایڈیٹوریل ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ عنوان ہے "شیر کی گرج" اور یہ ڈیلی میل (لندن) کے ایک افتتاحیہ کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ (شیر سے مراد شیر برطانیہ تھی) خدا خیر کرے چپکے چپکے دعائیں مانگتا جاتا ہوں۔ خیر اللہ نے خیریت رکھی اور میں ڈانٹ پھٹکار سے بچ گیا۔"[1]

محمد علی کا سفر یورپ

۲۵ رمئی کو مولانا محمد علی براہِ اجمیر بمبئی کے لئے دہلی سے روانہ ہوگئے اور ۲ رجون کو بمبئی سے یورپ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ مولانا کا یہ سفر یورپ علاج کی غرض سے تھا۔ اکتوبر میں ان کی واپسی ہوئی تھی اور اگرچہ اخبار کی ذمہ داری پھر مولانا ہی پر آپڑی تھی۔ لیکن اخبار کی لوح پر مولانا عبدالماجد دریا بادی کا نام نگراں اور مولانا محمد علی کا نام بانی کی حیثیت سے آخر تک چھپتا رہا۔ مولانا دریا بادی لکھتے ہیں:۔

محمد علی ہندوستان آگئے۔ لیکن ہمدرد بدستور میرے ہی چارج میں رہا۔

---

[1] عبدالماجد دریا بادی، مولانا محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ج ۲ ص ۳۱-۲۹

پرچہ کی پیشانی پر بحیثیت بانی ان کا نام ہوتا تھا اور بحیثیت نگراں میرا۔ پرچہ کی روش و مسلک سے مولانا بحمداللہ خوش رہے، اور یہی مجھے بڑا صلہ اپنی توقع سے زیادہ مل گیا۔ ورنہ دھڑکا برابر یہ لگا ہوا تھا کہ ان کی کڑی نکتہ چینی سے ہم لوگ کیسے بچ سکتے ہیں [۱]

اشتہارات

سید محمد ہادی اشتہارات کے باب میں مولانا محمد علی کی اصول پسندی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اشتہارات کا یہ حال تھا کہ تماشا گاہوں کا کوئی اشتہار لینے کی اجازت نہ تھی۔ طاقت کی ادویات کا کوئی اشتہار نہ لیا جاسکتا تھا۔ ان وجوہ سے عوامی اشتہارات نہیں ملتے تھے۔ بس بخار، کھانسی، کتب فروشوں اور تمباکو فروشوں کے چند اشتہارات آتے تھے" [۲]

ہمدرد کا خاتمہ

"ہمدرد کے خاتمے کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

"وسط مارچ ۱۹۲۹ء میں میں وطن سے حج کے لئے بمبئی روانہ ہوگیا اور مئی میں مدینہ منورہ میں تھا کہ مدینہ (بجنور) کے ایک پرچہ سے ہمدرد کے بند ہوجانے کی نہایت درجہ اندوہ ناک خبر ملی۔ ہاتھ مل کر رہ گیا۔ کرتا کیا۔ اور خود مولانا بے چارے بھی کیا کرتے؟ مسلسل مالی خسارہ کب تک اٹھاتے رہتے۔ کامریڈ انگریزی ہفتہ وار فروری [۳] ۱۹۲۶ء میں بند ہوچکا تھا۔ ہمدرد، اردو روزنامہ اپریل ۱۹۲۹ء میں بند کرنا پڑا۔ یہ تھا قوم کی طرف سے قوم کے سب سے بڑے خادم اور سب سے بڑے مخدوم کو عملی صلہ! کوئی دوسرا ہوتا تو عجب نہیں جو اتنی ہمت شکنیوں اور حوصلہ فرسائیوں کے بعد اس کا جگر شق ہوجاتا یا کم ازکم قومی خدمات کا تو اُن کے بعد نام بھی نہ لیتا" [۴]

---

[۱] عبدالماجد دریابادی، مولانا محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ج ۲ ص ۷۹

[۲] محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا زمانہ، دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۴۸

[۳] صحیح تاریخ ۲۲ر جنوری ۱۹۲۶ء ہے۔

[۴] عبدالماجد دریابادی۔ محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ج ۲ ص ۸۳۔۸۲



اوراس کی ترتیب

اخبار تازہ خبروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور وہی اخبار سب سے اچھا اور کامیاب سمجھا جاتا ہے جو اپنے قارئین کو اپنے معاصر سے پہلے اور مستند خبریں مہیا کر دے۔ خبروں کے لحاظ سے بھی وہ اخبار سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے جو مقامی، ملکی اور بین الاقوامی خبروں کا جامع ہو۔ اگر اس اعتبار سے روزانہ "ہمدرد" دہلی کی کامیابی کا جائزہ لیا جائے تو اپنے وقت کا وہ ایک اول درجہ کا اخبار نظر آتا ہے۔

"ہمدرد" نے خبروں کے حصول کے تمام ذرائع سے استفادہ کیا۔ مقامی طور پر خبروں اور معلومات کی فراہمی کے لیے رپورٹر مقرر کیے۔ دوسرے شہروں میں وقائع نگار یا نامہ نگار مقرر کیے۔ ملکی و بیرونی خبروں کے لیے خبر رساں اداروں کی خدمات حاصل کیں اور ملکی و بیرونی ممالک کے اخبارات کے حوالے سے بھی اپنے قارئین تک خبریں اور مفید ترین معلومات پہنچائیں۔ ہندوستان کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں، اور بیرونِ ملک مصر، شام، ترکی وغیرہ ممالک میں "ہمدرد" کے نامہ نگار موجود تھے۔ جو خبریں، رپورٹیں اور معلومات بھیجتے رہتے تھے۔ اگرچہ نامہ نگاروں اور وقائع نگاروں کی بھیجی ہوئی معلومات خبر رساں اداروں اور بعض اخباروں سے مہیا کردہ خبروں کے بعد پہنچتی تھیں، لیکن زیادہ اہم چیز یہ تھی کہ وہ خبروں کے پس منظر پر، واقعات کی جزئیات پر، اور بعض اوقات واقعات اور حادثات کے ردعمل پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتی تھیں۔ اسلامی ممالک کی خبروں میں یہ اہتمام خاص طور پر نظر آتا ہے ——— یہ "ہمدرد" کی ایسی خصوصیت تھی جس میں اردو بلکہ شاید انگریزی کا بھی کوئی اخبار اس کا شریک نہ تھا۔

لیکن "ہمدرد" ایک اخبار سے زیادہ خصوصیات کا حامل صحیفہ تھا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت تھی۔ زبان و انشا کی صحت کے ساتھ شعر و ادب، طنز و مزاح، مذہب و سیاست، تاریخ، اکتشافاتِ جدیدہ، علوم و معارف، اکابرِ اسلام، مشاہیرِ عالم

کے بارے میں معلومات کا ایک بے مثال اور نادر الوجود خزینہ تھا۔ علم و ادب، تاریخ و سیاست اور عالمِ اسلامی کے بارے میں جو معلومات اس خزانے سے دستیاب ہو سکتے ہیں وہ کسی اور جگہ نہ ملیں گے۔

یہاں "ہمدرد" کی اس خصوصیت کو بھی نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے کہ "ہمدرد" محض ایک اخبار اور ادبی صحیفہ نہ تھا بلکہ وہ ایک ملی اور قومی رہنما تھا۔ وہ ملتِ اسلامیہ کا ذہنی و فکری مربی بھی تھا۔ سید رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"ہمدرد" صرف ایک روزنامہ نہ تھا وہ ایک تحریک تھا، وہ ایک پیام تھا، ایک مقصد تھا، ایک انقلاب تھا، ہمہ گیر اور ہمہ پہلو انقلاب!
آج سے پچاس سال پہلے اردو زبان میں "ہمدرد" نے جس طرزِ صحافت کا آغاز کیا تھا وہ اسی پر ختم ہو گیا ع
قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں[1]"

"ہمدرد" کی جامعیت اور اس کی خصوصیات کا اندازہ لگانے کے لیے اس کے کالموں پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔ اس سے معلوم ہو سکے گا کہ وہ کیا طرزِ صحافت تھی جس کا آغاز "ہمدرد" نے کیا تھا اور اسی پر اس طرزِ خاص کا خاتمہ بھی ہو گیا۔

ولایتی ڈاک کے اقتباسات

سب سے پہلے ہماری نظر صفحۂ اول پر پڑتی ہے۔ "ہمدرد" کی پیشانی جامع مسجد دہلی کے ایک اسکیچ سے مزین نظر آتی ہے۔ اس کے نیچے نہایت جلی اور خوش نما خط میں "ہمدرد" لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ اس اہتمام تزئینِ لوح و عنوان میں تقریباً ایک تہائی صفحہ کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے نیچے کبھی کبھی تو "ولایتی ڈاک کے اقتباسات" کے عنوان سے اور کبھی بغیر عنوان کے تازہ اہم خبریں نظر آتی ہیں۔ یہ خبریں عالمِ اسلامی کے متعلق بھی ہوتی ہیں اور دیگر اقوام و ممالک کے متعلق بھی۔ خبروں کے ذرائع کی صراحت بھی ہر خبر کے ساتھ نظر آجاتی ہے۔ یہ ذریعہ کبھی کوئی خبر رساں ادارہ ہوتا ہے، کبھی انگلستان، مصر، ترکی، شام وغیرہ کا کوئی انگریزی، عربی اخبار یا "ہمدرد" کا نامہ نگار خصوصی۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے، یہ صفحہ ہمیشہ "شعر و سخن" کی محفل کے

---

[1] رئیس احمد جعفری (مرتب) علی برادران، لاہور، محمد علی اکیڈیمی ۱۹۶۳ء ص ۱۸۵

ساتھ بیرونی خبروں کے لیے وقف رہا ہے۔

شعروسخن

بیرونی اہم خبروں کے ساتھ ہی کبھی "شعروسخن" کا عنوان بھی نظر آجاتا ہے۔ "شعروسخن" "ہمدرد" کا خاص کالم تھا جس میں غزلیں بھی موجود ہیں اور قطعات و رباعیات بھی، کبھی کبھی وقتی سیاست اور حالات و واقعات کے متعلق نظمیں چھپی ہیں۔ شعروسخن کے جو کالم میری نظر سے گزرے ہیں، ان میں اردو کلام بھی ہے اور فارسی بھی۔ غزلیات میں قیسؔ شاہجہان پوری، آرزو لکھنوی، حسرت موہانی کا کلام ہے منظومات میں سب سے پہلا نام علامہ اقبال کا ہے۔ ان کی نظم سب سے پہلے ۲۵ فروری ۱۹۱۳ء کو شائع ہوئی تھی۔[۱]

دیگر شعرائے کرام میں افسر میرٹھی، اسرار احمد آزاد وغیرہ کا کلام ہے۔ سیاسی نظموں میں خلیق دہلوی، کیفی چڑیا کوٹی اور سب سے زیادہ محمد اسماعیل میرٹھی کی منظومات ہیں۔ شعری نوادر میں علامہ گرامی کی رباعیات اور محمد حسین الہ آبادی ایک بزرگ اور عالم کا کلام ہے۔

شعروسخن کے خاص عنوان یا کالم کے علاوہ "ہمدرد" کے اندرونی صفحات میں بھی وقتاً فوقتاً منظومات جگہ پاتی رہی ہیں۔ اس سلسلے میں منشی عبدالخالق دہلوی کی منظومات "ماتم کمیشن" "شہیدانِ پنجاب کی یاد میں" قابلِ ذکر ہیں۔

بعض نظمیں مسجد مچھلی بازار کانپور کے حادثے کے سلسلے میں شائع ہوئی ہیں۔ ان کے لکھنے والوں میں حامد اللہ افسرؔ، آزاد انصاری، قمر الدین قمرؔ، کیفیؔ چڑیا کوٹی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ بعض منظومات حکیم اجمل خاں کے انتقال پر اظہارِ غم، خراجِ عقیدت، قطعاتِ تاریخ وفات کے سلسلے میں شائع ہوئی ہیں۔

افسانہ

ادبی سلسلے کا ایک کالم "افسانہ" ہے۔ اس کالم میں نہ صرف اردو کے نامور ادیبوں کے بلند پایہ افسانے شائع ہوئے ہیں۔ بلکہ عالمی شہرت کے دوسری زبانوں کے افسانوں کے تراجم نے بھی جگہ پائی ہے۔ اور غیر معروف افسانہ نگاروں کی اصلاحی و مقصدی تخلیقات بھی محرومِ التفات نہیں رہیں۔ منشی پریم چند، سلطان حیدر جوشؔ، راجہ نذر محمد، خاطف علی پوری، سجاد حیدر یلدرم، ڈاکٹر سید عابد حسین، حضرت کامل، مجنوںؔ گورکھپوری، پروفیسر محمد مجیب، مظہر علی، م نظامی، نیازؔ فتحپوری وغیرہ کے افسانے میری

---

[۱] برنی، ضیاء الدین، عظمتِ رفتہ: کراچی، تعلیمی مرکز ۱۹۶۱ء، ص [illegible]

نظر سے گزرے ہیں - ایک محقق کی صراحت کے مطابق مولانا محمد علی جوہر کو "ہمدرد" کے ادبی پہلو کا خاص خیال تھا اور "ہمدرد" شاید اردو کا پہلا اخبار تھا جو افسانہ نگاروں کو معقول اجرت بھی دیتا تھا - اور اس سلسلے میں منشی پریم چند کا نام خاص طور پر لیا گیا ہے - لیکن اس میں باقر علی دہلوی داستان گو کے نام کا اضافہ ضرور کر لینا چاہیے - ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں :

"محمد علی اپنے دور کے مشہور اہلِ قلم سے بھی معاوضہ دے کر مضمون اور افسانے لکھوایا کرتے تھے - ان میں باقر علی داستان گو اور منشی پریم چند خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں [۱]"

اعلیٰ درجہ کی غیر ملکی ادبیات سے روشناس کرانے میں بھی "ہمدرد" کی خدمات کو نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے - اس سلسلے میں "چین کی شاعری" کے عنوان سے ایک مضمون اور اردو ترجمہ کے ذریعہ چینی شاعری کے نمونے سے قارئینِ "ہمدرد" کی ضیافتِ طبع اور ذوقِ ادبی کی تسکین کا سامان فراہم کیا گیا - چیکوف کے افسانے "گد" کا ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اور "روسی قصے" کے سلسلے میں "فلسفی اور مالی" کا ترجمہ پروفیسر محمد مجیب کے قلم سے شائع ہوا ہے -

تجاہلِ عامیانہ

"الہلال" اور "البلاغ" کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد اردو کے تمام روزنامے اور "ہفت روزوں" میں فکاہی کالم التزاماً جاری رہے - اس دور کے اخبارات میں روزنامہ ہمدرد، زمیندار، انقلاب، عصرِ جدید وغیرہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں - "ہمدرد" کا یہ پہلو بھی وقت کے کسی دوسرے اخبار سے کم تر نظر نہیں آتا - "تجاہلِ عامیانہ" کے عنوان سے اس کا ایک مستقل فکاہی کالم تھا جو سید محفوظ علی بدایونی اور کبھی محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری لکھا کرتے تھے [۲] - مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں :

"فاروق صاحب دیوانہ گورکھپوری اب عرصہ ہوا ہمدرد میں آ چکے تھے اور "تجاہلِ عامیانہ" میں لگے رہتے تھے — یہ "ہمدرد" کا ایک مستقل ظریفانہ کالم تھا - اکثر فاروق صاحب ہی اسے لکھتے تھے [۳]"

---

[۱] برنی، ضیاء الدین، عظمتِ رفتہ محولہ بالا ص ۹۴ [۲] محی الدین بدایونی (مرتب)، طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی - کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۷ء ص ۲۱ [۳] عبدالماجد دریابادی محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق - اعظم گڑھ، معارف پریس ۱۹۵۴ء حصہ اول ص ۱۵ -

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ہمدرد" میں ایک مستقل ظریفانہ کالم "ملفوظات حاجی بغلول" کے عنوان سے ہوتا تھا۔ اور یہ کالم عموماً فاروق صاحب ہی کے قلم سے نکلتا رہتا تھا۔[1]

محی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

"سید صاحب (محفوظ علی بدایونی) کے علاوہ محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری بھی رہے۔ فاروق صاحب علی گڑھ کے ریاضی کے ایم۔ اے تھے۔ بعد میں مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے بھی رہے۔ "بزم تجاہل" میں "حاجی بلیغ العلیٰ" کا نام فاروق صاحب ہی پر چسپاں کیا گیا تھا جو چھیڑ چھاڑ میں "حاجی بغلول" بن جاتا تھا۔

چنانچہ حاجی صاحب نے فرمایا:

بلیغ العلیٰ تھا نام مرا اس کو دیکھیے   اتنا مروڑا یاروں نے 'بغلول' کر دیا

"فاروق صاحب کے بیٹے احمد صدیق مجنوں گورکھپوری ہیں۔ ان ہی کی رعایت سے بعد میں پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اپنے مضامین میں فاروق صاحب کا تذکرہ جابجا کیا ہے۔ "ارہر کا کھیت" میں رشید صاحب فرماتے ہیں "حاجی صاحب کا عربی نام "بریب زیتونی" ہے۔ کچھ لوگ سابق دیوانہ ہمدرد اور حال ابوالمجنون کہتے ہیں۔"[2]

"ہمدرد" کا یہ مزاحیہ اور طنزیہ کالم بہت مقبول تھا۔ اس کی کامیابی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں کتابی صورت میں چھپ گیا تھا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا تھا۔ اس کا اشتہار جو "ہمدرد" میں چھپا تھا، وہ بھی اس بات کا غماز تھا کہ یہ تحریریں طنز و مزاح کے کیسے نادر نمونے ہوں گے۔ اس کے کچھ نمونے محمد محی الدین بدایونی نے طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، میں شامل کر لیے ہیں۔ ان سے اس کالم کی دلربائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بارے میں رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"یہ مضامین اس زمانے میں اخباری طرزِ طنز و مزاح کا اعلیٰ نمونہ قرار دیے گئے۔ "تجاہل عامیانہ" میں اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی مسائل

---

[1] ایضاً ص۳۱ [2] محی الدین بدایونی (مرتب)، طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا ص۱۹۲-۹۳

پر بڑی لطیف تنقید ہوتی تھی[1]"

مزاحیہ ادب کے سلسلے میں رشید احمد صدیقی کی تحریر "سگ گزیدہ" اور میر باقر علی دہلوی داستان گو کی "کھٹمل دانی" اگرچہ "تجاہل عامیانہ" کے ذیل میں نہیں ہیں۔ لیکن "ہمدرد" کے مزاحیہ ادب میں انہیں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ "ہمدرد" کی ان تحریروں سے اردو کے مزاحیہ ادب میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ اس صنف ادب میں "ہمدرد" کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ رشید احمد صدیقی کی رائے اوپر گزر چکی ہے۔ قاضی عبدالغفار مرادآبادی لکھتے ہیں:

"مزاح نگاری کا ایک ایسا معیار "ہمدرد" نے قائم کیا جس کا اس سے پہلے اردو صحافت میں کوئی وجود نہ تھا۔ شوق اور میر محفوظ علی (دونوں علیگڑھ کے) اس فن کے استاد مانے گئے اور آج بھی جو اچھے مزاح نگار ہیں۔ انہوں نے "ہمدرد" کی روایات سے بہت کچھ حاصل کیا ہے[2]"

"ہمدرد" کے ادبی پہلو پر گفتگو اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک مرزا فرحت اللہ بیگ اور میر باقر علی داستان گو کے مضامین کا ذکر نہ کیا جائے۔ میر صاحب نے "ہمدرد" میں قدیم دہلی یا عہد شاہان مغلیہ کی بہت سی روایات تہذیب اور تاریخی واقعات بیان کئے ہیں۔ ہندو مسلم تناؤ کے زمانے میں قدیم دہلی کی معاشرتی اور اس کی روایات پر روشنی ڈالی جس میں ہندو اور مسلمان دونوں اپنے الگ الگ مذہبی اور تہذیبی خصائص اور امتیاز کے باوجود ایک سوسائٹی کے دو متحد و متفق عناصر تھے۔ ان مضامین کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مغلیہ حکومت آخری زمانے میں بھی اپنے اندر کتنی خوبیاں رکھتی تھی اور عدل و مساوات میں تمیز بندہ و آقا اور ہندو مسلمان کے امتیاز اور مذہبی تعصب سے کیسی پاک اور اخلاقی سطح اس کی کتنی بلند تھی۔ باقر علی کا ایک مضمون "خصائل و عادات پر زبان کے اثرات" کے عنوان سے ہے۔ اس کے مطالعہ سے تو پتہ چلتا ہے کہ میر صاحب داستان گو نہ تھے بلکہ وہ لسانیات کے ماہر بھی تھے۔ یا

---

[1] رشید احمد صدیقی، پروفیسر: گنج ہائے گراں مایہ۔ حیدرآباد دکن، سلطان بک ڈپو، س۔ن، ص ۱۸۸ [2] محی الدین بدایونی (مرتب) طنزیات و مقالات ——— محولہ بالا، ص ۱۵۵۔

محتاط الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج کے فنِ لسانیات کے نقطۂ نظر سے وہ ماہر نہ سہی، لیکن انہوں نے لسانیات کے بعض پہلوؤں کا مطالعہ یا ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور ضرور کیا تھا مرزا فرحت اللہ بیگ کے جو مضامین "ہمدرد" میں میری نظر سے گزرے ہیں یہ وہی ہیں جو "دہلی کا ایک قدیم مشاعرہ" کے نام سے بعد میں کتابی صورت میں چھپے۔

نقد و تبصرہ

"ہمدرد" کی ادبی خصوصیات کے سلسلے میں اس کے ایک کالم "نقد و نظر" کا تذکرہ بھی کر دینا چاہیے۔ "ہمدرد" کا یہ ایک مستقل عنوان تھا۔ جس میں علمی، ادبی، تاریخی، مذہبی تازہ تصنیفات اور نئے شائع ہونے والے رسالوں اور اخباروں پر بے لاگ اظہارِ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن ایک مثال ایسی بھی ملتی ہے کہ کتاب پر "ہمدرد" میں ایک مفصل اداریہ لکھا گیا۔ یہ مس کیتھرائن کی مشہور کتاب "مدر انڈیا" کا اردو ترجمہ تھا۔ جو اس زمانے میں "مادرِ ہند" کے نام سے "جنرل سپلائی سٹور" لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس اداریے یا تبصرے کا عنوان "مادرِ ہند ــــ ایک دل آویز تصنیف" تھا۔ اور اس عنوان سے بھی اس کتاب کے بارے میں "ہمدرد" کی رائے اور اداراتی صفحہ پر جگہ پانے سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ "ہمدرد" کے انتقاد کا اندازہ یا تو مولانا محمد علی کے اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب "سائیکالوجی آف لیڈرشپ" پر اظہارِ خیال کیا ہے اور کتاب کی عبارت یعنی تحریر و اندازِ نگارش، مغز یعنی نفسِ مضمون، افکار و نظریات کے سلسلے میں اجتماع و قیادت اور استدلال کے باب میں مولانا دریابادی کے پیش کردہ نظائر پر بحث کی ہے ــــ اور اسی سلسلے میں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کے ذکر جمیل میں اسم سامیؐ کے اندازِ تحریر اور طرزِ تخاطب کے متعلق ہے۔ یا مذکورۃ الصدر اداریے میں جس اندازِ نقد و نظر کو اختیار کیا گیا ہے۔ "ہمدرد" کے عام انتقادات میں یہ معیار تو نظر نہیں آتا۔ لیکن اختصار کی خوبی کے ساتھ جامعیت کی وہی ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے۔

نکات و معارف

"ہمدرد" کا ایک کالم "نکات و معارف" تھا۔ اگرچہ اس کا دائرہ ادب سے آگے تاریخ، سیاست، مذہب تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اس کے طرزِ نگارش کی بنا پر اس کا ذکر "ہمدرد" کی ادبی خصوصیات کے ضمن میں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کالم میں مختلف قسم کے اخبار و واقعات اور زیادہ تر خیالات و افکار

معاصرین پر بھی کبھی اظہارِ خیال کیا جاتا تھا۔ اور کبھی ان کے کسی علمی، ادبی، اخلاقی، دینی نکتہ کی بنا پر اسی طرح بھی پیش کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح اس نکتہ کی معارف آفرینی اور اسلوبِ نگارش کی ندرت کاری کی بدولت تحریر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اردو ادب کے شہ پارے بن جاتے ہیں۔ "ہمدرد"، کے جو شمارے میری نظر سے گزرے ہیں، اس میں جا بجا یہ نکات و معارف پھیلے ہوئے ہیں۔ "ہمدرد" کے ادبی پہلو پر بحث کے اختتام کے لیے آپ مجھے مولانا عبدالماجد دریابادی کے افکار عالیہ مستعار لینے کی اجازت دیجیے۔ مولانا فرماتے ہیں:

> "ہمدرد"، کوئی خشک اور واعظانہ رنگ کا پرچہ ہرگز نہ تھا اور ادبیت اس میں چاشنی کی حد تک نہیں بلکہ اچھی خاصی نمایاں رہتی تھی۔ افسانے اس نے بار بار شائع کیے۔ ادبی تبصرے اس میں برابر نکلتے رہتے تھے۔ مہذب شوخیاں اس کے ایڈیٹوریل میں جھلکتی ہی رہتی تھیں۔ کبھی کبھی کچھ دن کے لیے ظریفانہ کالم بھی اس نے اپنے ہاں کھولے۔
>
> حاجی بغلول صاحب اس کے تجاہلِ عارفانہ کے کالموں کو وقتاً فوقتاً مشرف کرتے رہے۔ شعر و سخن کے چرچے بھی اس کے صفحات میں اکثر جاری رہے بایں ہمہ مذاقِ عوام کی پیروی اس سے کبھی بھی نہ ہو سکی۔ بازاریت اور ابتذال فحش و پھکڑ کی نقالی وہ نہ کر سکا۔ خشک وہ کبھی نہ تھا، لیکن چٹپٹا بھی وہ نہ بن سکا۔ بگڑے ہوئے ذائقے جس چٹپٹے پن کی تلاش میں رہتے ہیں، اس جنس سے اس کا دامن ہمیشہ خالی ہی رہا[1]"

حکمت و موعظت "ہمدرد" کے دورِ ثانی میں جو ۹ نومبر ۱۹۲۴ء سے شروع ہوا تھا، اس کے ایک ماہ کے بعد ۱۰ دسمبر ۱۹۲۴ء سے اس کے اختتام تک ادارتی صفحے پر "حکمت و موعظت" کے عنوان کا التزام نظر آتا ہے۔ اس میں قرآنِ مجید کی ایک آیت اور اس کا عام فہم زبان میں اردو ترجمہ ہوتا تھا۔ لیکن شروع سے آخر تک ترجمہ کی بجائے "تشریح"، کا لفظ استعمال کیا گیا

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۱۷۔

ہے۔ اس کالم کے بارے میں مولانا محمد علی کے کیا خیالات تھے؛ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں:

"دسمبر ۲۴ء میں جب میرا دہلی پہنچنا ہوا تو بڑے گلے شکووں کے ساتھ ارشاد ہوا کہ تم نے آنے میں اتنی دیر کی، تمہارے انتظار میں "ہمدرد" کا ایک مستقل عنوان اب تک رکا رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر روز بلا ناغہ "ہمدرد" میں ایڈیٹوریل صفحہ کے شروع میں کوئی آیت قرآنی مع اردو تشریح کے درج ہوتی رہے کہ جس مسلمان کے ہاتھ میں "ہمدرد" جائے وہ کم از کم ایک آیت تو مع تشریح کے تلاوت کر لیا کرے اور غیر مسلموں کے سامنے بھی قرآنِ مجید اس صورت میں مسلسل پہنچتا رہے۔ عنوان "حکمت و موعظت" رہے گا۔ کل سے اس کالم کو ہاتھ میں لو"[1]

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک مسرت اور فخر کے ساتھ اس کالم کو شروع کر دیا۔ مولانا لکھتے ہیں:

"تعمیلِ ارشاد میں فخر و مسرت محسوس ہوئی۔ ۱۰ر دسمبر سے "ہمدرد" میں یہ عنوان مستقل ہو گیا۔ اور جب تک "ہمدرد" مارچ ۱۹۲۹ء[2] میں بند نہ ہو گیا، برابر اس کے پرچے میں کوئی نہ کوئی آیت مع تشریح نکلتی رہی۔ شروع میں یہ خدمت اسی نیاز مند کے سپرد رہی۔ دہلی سے جب واپس آنے لگا تو آیتوں کا ایک ذخیرہ لکھ کر وہاں چھوڑ آیا تھا۔ پھر دریاباد سے بھی لکھ کر بھیجتا رہا۔ رفتہ رفتہ اسٹاف کے لوگ بھی اس کام میں منجھ گئے اور خود ہی یہ خدمت انجام دینے لگے"[3]

"ہمدرد" کا یہ ایک امتیاز تھا جو اسے اپنے تمام مسلمان معاصر میں حاصل تھا۔ یہ ایک ایسا مبارک آغاز تھا کہ اس کا اثر مسلمان صحافت پر پڑا اور متاخرین کے لیے "ہمدرد" اپنے نقوش

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول ص ۲۱۰۔
[2] "ہمدرد" کا آخری پرچہ ۱۲ر اپریل ۱۹۲۹ء کو نکلا تھا۔
[3] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ص

روایت کو رہنما چھوڑ گیا۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں :

"اردو میں اس وقت تک روزنامے بڑے بڑے مذہبی لوگ نکال چکے تھے۔ بلکہ علمار کے بھی بعض مخصوص روزنامے نکل چکے تھے۔ لیکن اس بدعتِ حسنہ کی ایجاد کا سہرا ایک علیگڑھ کے "نیچری" اور آکسفورڈ کے گریجویٹ ہی کے سر رہا۔ اور بعد کو پہلے دکن کے ایک روزنامہ اور پھر بمبئی اور لکھنؤ اور دہلی کے بعض . . روزناموں نے جس طرز کو اڑایا، اس کا نقشِ اول "ہمدرد" ہی کا قائم کیا ہوا ہے۔"[1]

مقالہ افتتاحیہ

یوں تو "ہمدرد" کے تمام کالم اپنی خوبیوں کی بنا پر اہم ہوتے تھے اور شائقین کے حلقوں میں ان کا انتظار کیا جاتا تھا۔ لیکن "ہمدرد" کی خاص چیز، جس کا انتظار موافقین اور مخالفین کے تمام دائروں میں شدت کے ساتھ کیا جاتا تھا، وہ اس کا اداریہ ہوتا تھا۔ یہاں مجھے پہلے یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ صحافت میرا علمی یا عملی موضوع نہیں ہے۔ میرا نقطۂ نظر ایک عام قاری کا نقطۂ نظر ہے یا زیادہ سے زیادہ اسے ایک ادیب کا نقطۂ نظر کہا جا سکتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اداریہ لکھنے کے لیے سب سے پہلے موضوع کے انتخاب کی اہمیت ہوتی ہے۔ ہمارے گرد و پیش میں روزانہ سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں۔ اداریہ لکھنے کے لیے ان میں سے کسی ایک واقعہ کا انتخاب ایک اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ پھر ہر مسئلہ اور ہر واقعہ اپنی ایک سطح رکھتا ہے۔ ایک کامیاب اخبار نویس کی سب سے بڑی خوبی اداریے کے لیے مسئلہ کا انتخاب اور اس کی سطح کا تعین کر لینا ہے۔ تاکہ اس مسئلے پر اتنی ہی توجہ دی جائے اور اس پر بحث کو اسی حد تک پھیلایا جائے جس کا وہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے مستحق ہے۔ اداریے کا موضوع کے تمام پہلوؤں کا جامع اور مختصر ہونا اور دو ٹوک انداز میں رائے پر مبنی ہونا اس کی بڑی خوبی ہوتی ہے۔ ایک اداریے کا اتنا پھیلاؤ کہ وہ چار چھ قسطوں تک پھیل جائے اور اخبار کی ایک ہفتے یا دو ہفتے کی اشاعتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے، اداریے کالم کی کامیابی نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ ایک مسئلے کے تمام پہلوؤں

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ص ۱۱، ۱۲۔

تک قارئین کی نگاہ پہنچنے میں اور پھر ایڈیٹر کی رائے کے انکشاف میں کئی دن بلکہ ہفتہ لگ جاتے ہیں - اور قارئین کی دلچسپی اس مسئلے سے اکثر کم اور بعض اوقات ختم ہو جاتی ہے - بعض اوقات درمیانی مدت میں پیش آئے ہوئے اہم مسائل میں اخبار کے قارئین ایڈیٹر کی رہنمائی سے محروم رہ جاتے ہیں -

"ہمدرد" میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ ایک اداریہ دو یا تین قسطوں میں آیا ہے ' ایسی مثالیں بھی متعدد ہیں کہ ایک اداریہ دو تین سے زیادہ قسطوں تک جاری رہا ہے - مثلاً علامہ اقبال کے بیان سے متاثر ہو کر مولانا محمد علی نے ایک اداریہ نو دن کے اخبارات کے پانچ شماروں میں لکھا - اور خواجہ حسن نظامی کے متعلق لکھنا شروع کیا تو ۲۱ر نومبر سے ۲۰ر دسمبر ۱۹۱۲ء تک کامل ایک ماہ ادارتی صفحہ کا موضوع خواجہ صاحب ہی بنے رہے - میری نظر سے اس کی پندرہ قسطیں گزری ہیں اور یہ دعویٰ نہیں کہ ۲۰ر دسمبر کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا - یا ان پندرہ مضامین کے سوا درمیان کے ان شماروں میں جو فائل میں موجود نہیں ہیں ، اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا گیا -

پھر اس باب میں یہ سمجھ لینا کہ محمد علی کا قلم ایک خاص دائرے میں محدود رہا ہوگا ، اور مباحث ایک خاص حد تک پھیلے ہوں گے ، مولانا محمد علی کے جوش و جذبات کے ساتھ ناانصافی ہوگی - محمد علی کے اداریوں میں یہ خوبی عام طور پر پائی جاتی ہے - خواجہ حسن نظامی کے متعلق دوسرے مضامین نظم و نثر ، مراسلات ، منقولات وغیرہ ان پندرہ اداریوں کے سوا ہیں - میرا خیال ہے کہ خواجہ حسن نظامی اتنا بڑا مسئلہ نہ تھے کہ محمد علی اس پر اتنی توجہ دیتے اور محنت اور قیمتی وقت صرف کرتے - یہ مسئلہ جتنا اہم مولانا محمد علی کے لیے تھا ، اتنا ہی اہم ان کے معاصر کے لیے بھی تھا لیکن میرے علم میں ایسی کوئی متعین مثال نہیں ہے کہ کسی معاصر نے اس مسئلے کو اتنی اہمیت دی ہو - یہی وجہ تھی کہ جب مولانا محمد علی نے اپنے تمام معاصرین کو اس مسئلے پر توجہ دینے اور ہمیشہ کے لیے اس قصے کو پاک کر دینے کی دعوت دی تو ان کی یہ دعوت صدا بہ صحرا کی مثال ثابت ہوئی -

اگرچہ نائب مدیروں کے بعض اداریوں کے بارے میں بھی پتا چلتا ہے کہ کئی کئی قسطوں میں چھپے تھے - مثلاً قاضی عبد الغفار لکھتے ہیں :

"میرا پہلا اداریہ "ہمدرد" کی پہلی جلد کے آٹھویں پرچے میں ۱۰ر جون ۱۹۱۲ء

تو چھپا۔ اس کا عنوان ''مصر'' تھا۔ یہ اداریہ کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا''۔[1]

اسی طرح ۱۹۲۴ء میں افغانستان میں دو قادیانیوں کے قتل کے بعد ہند و پاکستان کے اخبارات و رسائل میں قتل مرتد کی جو بحث چھڑی اس میں محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری نے اداریہ لکھا جو ''ہمدرد'' کی چند اشاعتوں میں نکلا۔ اس کے علاوہ بھی مصر، شام، ترکی، حجاز کے واقعات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیۂ اسلامیہ علی گڑھ و دہلی، خواتین کی کانفرنس، شردھانند کے قتل اور اس سے پیدا شدہ مسائل اور قانونِ انسدادِ توہینِ بزرگانِ مذاہب کے بعض پہلوؤں پر کئی کئی قسطوں میں افتتاحیہ مقالات چھپے ہیں۔ لیکن عام طور پر دوسرے مدیر (سید محمد جعفری) اور نائب مدیروں کے اداریوں میں پھیلاؤ کی یہ خوبی نہیں ہے۔ ان کے اداریے وقت کے اہم مسائل پر بھی ہیں اور مختصر اور جامع بھی۔

یہاں پر ''ہمدرد'' کے مقالاتِ افتتاحیہ کے بارے میں اک اور صراحت بھی کر دینی چاہیے۔ وہ یہ کہ ''ہمدرد'' کے اداریے روزمرہ اور گرد و پیش کے مسائل و واقعات ہی سے متعلق نہیں ہوتے تھے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی نے بعض ایسے اداریوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کے ہفتہ وار ''سچ'' لکھنؤ سے اخذ کیے ہوئے مختلف نوٹس تھے۔ مثلاً ''خطبہ جمعہ کی زبان'' سے متعلق عبد الماجد دریابادی کا ایک مضمون جو ۵ر فروری ۱۹۱۵ء کے نمبر میں چھپا، ''سچ'' سے ماخوذ تھا۔[2] ایک مضمون کے بارے میں دریابادی نے لکھا کہ وہ ان کے قلم سے تھا، لیکن مولانا محمد علی کے نام سے چھپا۔[3] اسی طرح ''محرم'' پر مولانا دریابادی کا مضمون جو ''سچ'' سے ماخوذ تھا، ''ہمدرد'' کا لیڈنگ آرٹیکل بنا۔[4] اس کے علاوہ بھی بقول مولانا دریابادی کے:

> ''ہمدرد'' میں میرے بہ کثرت مضامین بغیر میرے نام کے نکلتے تھے۔ کبھی لیڈنگ آرٹیکل بن کر، کبھی مراسلات وغیرہ میں کسی فرضی نام سے۔''[5]

مارچ ۱۹۲۵ء میں ''ہمدرد'' کے نائب مدیر عارف ہسوی نے مولانا دریابادی سے

---

[1] رئیس احمد جعفری، سید (مرتب) علی برادران، محولہ بالا ص ۱۲۴
[2] عبد الماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۸۹۔
[3] ایضاً ص ۳۱، ۳۲ [4] ایضاً ص ۱۹۵ (حاشیہ) [5] ایضاً ص ۱۹۱۔

ان کے چند ایسے مضامین طلب کیے جو وقتی اہمیت کے نہ ہوں، دفتر میں محفوظ رہیں اور جب انہیں خود اداریہ لکھنے کا موقع نہ ملے تو ان میں سے کوئی مضمون چھاپ دیا کریں۔ ایک اداریٔ مقالے کی جگہ پر مولانا محمد علی کا ایک خط چھاپ دیا گیا ہے جو انہوں نے ۱۹۲۵ء کے سفر یورپ کے دوران میں لکھا تھا۔ اس خط میں بعض مقامات کی سیاحت کا تذکرہ ہے اور مشاہدہ بیان کیا گیا ہے۔

"ہمدرد" میں بھی صحافت کی عام روایت کے مطابق اداریے کے ساتھ صاحب فکر و قلم کے نام کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ مولانا محمد علی کے مقالاتِ افتتاحیہ کے ساتھ ان کے نام کا التزام ضرور نظر آتا ہے۔ لیکن کیا ان کے صرف وہی مقالات ہیں جو ان کے نام سے چھپے ہیں، کیا ان مقالات کے سوا انہوں نے اور کچھ نہیں لکھا؟ نیز کیا واقعی وہ تمام مقالات محمد علی کے ہیں جو ان کے نام سے چھپے ہیں، اس کا قطعی اور دو ٹوک فیصلہ کر دینا آسان نہیں۔ اس لیے کہ مولانا عبدالماجد دریابادی کا بیان ہے کہ ایک مقالہ (کم ازکم) ان کا بھی محمد علی کے نام سے چھپا تھا۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں:

"خود بھی شروع شروع میں کثرت سے مضامین لکھ کر دیے۔ زیادہ تر فرضی ناموں سے۔ کبھی کبھی ایڈیٹوریل بھی لکھے۔ ان میں مقالات اکثر اور نوٹ کمتر۔ اور ایک آدھ بار تو ایسا بھی ہوا کہ مضمون خود مولانا کے نام سے شائع ہوا، لیکن وہ لکھا ہوا اول سے آخر تک ان کے اسی نیاز مند کا تھا"۔[۱]

اس کے برعکس پروفیسر محمد سرور صاحب نے متعدد ایسے مقالات اپنے مرتبہ "مضامین محمد علی" کے دونوں مجموعوں میں شامل کر لیے ہیں جو "ہمدرد" میں محمد علی کے نام سے نہیں چھپے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا دریابادی نے غلط بیانی نہیں کی اور سرور صاحب کے پاس ان کے اخذ و اختیار کے لیے معقول دلائل ہوں گے۔ لیکن دریابادی کے بیان نے سرور صاحب کی اختیار سے تعارض کی صورت پیدا کر دی ہے۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں:

"مولانا کا نام پرچہ پر ہمیشہ بحیثیت ایڈیٹر کے لکھا ہوا رہا، لیکن بجز ان مضامین کے جو ان کے نام کے ساتھ شائع ہوئے، چار ساڑھے چار سال

۱۔ عبدالماجد دریابادی، محمد علی — ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا ص ۱۲ - ۲۱۲

کی طویل مدت میں نہ کبھی وہ "ہمدرد" کے لیے مضمون لکھ سکے۔ اور نہ کبھی اس کا کوئی پرچہ ایڈٹ ہی کر سکے۔"

مولانا دریابادی تو اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ "ہمدرد" کی نگرانی کی ذمہ داری سے بھی بڑی حد تک مولانا کو سبکدوش کر دیتے ہیں۔ اوپر کا اقتباس ان جملوں کے ساتھ مسلسل ہے:

"صرف ہدایت دیتے تھے۔ کام دوسرے لوگ کرتے تھے۔ اور اس کام ہی کی نگرانی بڑی حد تک اس خادم سے متعلق تھی، جہاں تک دہلی کے کام کی نگرانی دریاباد سے ممکن تھی۔"[1]

"ہمدرد" کے اداریے تاریخ کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ تاریخ و سیاست کا کوئی مؤرخ، جو اس عہد پر قلم اٹھاتا ہے اور ملک کی آزادی کی تحریک یا اسلامیانِ ہند کی ثقافتی، سیاسی، تعلیمی، اخلاقی زندگی کے کسی پہلو کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتا ہے تو اسے "ہمدرد" کو نظر انداز نہ کر دینا چاہیے۔ لیکن اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ سیاست، تعلیم، ثقافت میں "ہمدرد" ایک نقطۂ نظر کی آواز ہے۔ تاریخ و سیاست کی پوری سچائی اور کامل حقیقت کا سورج نہیں جو سرزمینِ ہند پاکستان پر چمکا۔ اس لیے کہ مولانا محمد علی ایک آزاد اخبار نویس تھے۔ وہ کانگریسی ہو کر انڈین نیشنل کانگرس کے محض ترجمان نہ تھے اور کانگرس سے اختلاف کر کے وہ مسلم لیگی نہیں ہو گئے تھے۔ فرنگی محل کے مشہور عالمِ دین مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی کے مرید ہونے کے باوجود کئی مسائل میں ان کے متبع و مقلد نہ تھے۔ علامہ اقبال کو وہ اسلامی افکار کا ترجمان اور اپنا استاد سمجھنے کے باوجود برٹش استعمار کا آلۂ کار سمجھ بیٹھے تھے۔ "میثاقِ لکھنؤ" کے وہ مخالف تھے۔ قائداعظم کے چودہ نکات سے وہ پوری طرح متفق نہ تھے۔ علامہ اقبال اور سر شفیع کو انہوں نے پنجاب کے کسی بھی مقام پر جلسۂ عام میں مقابلہ و مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ علمائے دیوبند اور علمائے اہلِ حدیث پنجاب، مجلسِ خلافت میں ان کے شریک و رفیق ہونے کے باوجود ان کی شدید تنقید کا نشانہ بنے، خواجہ حسن نظامی، ظفر علی خاں، غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک سے ان کے معرکے یادگار رہیں۔ قائداعظم کے متعلق بھی

---

[1] ایضاً ص ۱۴۳۔

اس وقت صرف ایک سیاسی رہنما اور مسٹر محمد علی جینا تھے، ان کے خیالات ایسے تیز اور اتنے تلخ تھے کہ آج کسی علمی مذاکرے میں بھی اس کی سماعت بارِ گوش سمجھی جائے گی۔ اس لیے میری رائے ہے کہ "ہمدرد" کے افکار کو برصغیر کے سیاسی مسائل میں ایک آزاد خیال مسلمان رہنما اور ایک اخبار کا آزاد نقطۂ نظر سمجھنا چاہیے۔

"ہمدرد" کے مقالاتِ افتتاحیہ کا مطالعہ ادبی نقطۂ نظر سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مولانا محمد علی کی زبان، جو رام پور اور علی گڑھ کے علمی و تعلیمی مراکز میں منجھی تھی اور ادبی ذوق جو اس ماحول میں پروان چڑھا تھا اور شعر و ادب کے ذوق و مطالعہ نے اسے سان پر چڑھا دیا تھا، اس کی صحت، روانی، جوش، شگفتگی، دلآویزی اور استدلال کی پختگی کی حیرت انگیز مثالیں "ہمدرد" کے افتتاحیہ مقالات کے آئینے ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس لیے "ہمدرد" کا مطالعہ نہ صرف تاریخ و سیاست کے طلبہ و محققین کے لیے بلکہ زبان و ادب کے شائقین کے لیے بھی افادیت سے خالی نہیں۔

یہاں تک پہنچنے کے بعد "ہمدرد" کی اداریہ نویسی کے انداز و طریق پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔ اس مسئلے پر کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں۔ قاضی عبدالغفار، جو "ہمدرد" کے سب ایڈیٹر اور پھر چیف سب ایڈیٹر ہو گئے تھے، اور مولانا عبدالماجد دریابادی جن کا "ہمدرد" اور مولانا محمد علی سے بہت قریبی تعلق تھا اور دم ساز نہ سہی واقفِ حال و ہمراز ضرور تھے، دونوں کے بیانات کا نقل کر دینا ہی کافی ہے۔ عبدالغفار صاحب "ہمدرد" کے دورِ اول کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "طریقۂ کار یہ تھا کہ ہفتہ میں صرف دو ایک مضامین لکھوائے جاتے تھے۔ ہر روز شام کو شعبۂ ادارت کے اراکین کی ایک مجلسِ مشاورت چیف ایڈیٹر کے کمرے میں منعقد ہوتی تھی۔ اس مجلس میں مرحوم اپنے ہر مددگار کے لیے ایک مضمون تجویز کرتے تھے اور بار بار اس اصول کو ذہن نشین کروایا کرتے تھے کہ لکھنے سے پہلے اور لکھنے سے زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ دس بارہ کتابیں پڑھنے کے بعد ایک اداریہ لکھنا ہوتا تھا۔ میرا پہلا اداریہ "ہمدرد" کی پہلی جلد کے آٹھویں پرچے میں ۱۰ر جون کو شائع ہوا تھا۔ اس کا عنوان "مصر" تھا۔ یہ اداریہ کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ لیکن میں کیا بتاؤں کہ وہ

کس طرح لکھا گیا تھا اور فنِ صحافت میں محمد علی کے شاگرد کس طرح تربیت حاصل کرتے تھے ۔ دس بارہ کتابیں مجھے دی گئی تھیں تاکہ میں ان سب کو پڑھ لوں اور کچھ نوٹ خود محمد علی نے لکھوائے تھے ۔ آٹھ دس دن میں لکھنے کی تیاری کرتا رہا، پھر جب ایک حصہ لکھ لیا تو مسودہ ان کے پاس لایا ۔ مجھے یاد ہے کہ چند ہی سطریں پڑھنے کے بعد انہوں نے منہ بنایا اور یہ کہہ کر پھینک دیا کہ "یہ کیا فضولیات گھسیٹ کر لائے ہو" ۔ میں کیا کہوں کہ اس دن ایک خام کار نوجوان کی کس قدر دل شکنی ہوئی جس کو اپنے خیال میں بڑا ناز تھا، اس بات پر کہ وہ "ہمدرد" کے ادارتی شعبے میں بغیر اپنی خواہش کے اصرار کے ساتھ شریک کیا گیا ہے ۔ حالانکہ عمر اور تجربہ میں وہ محمد علی کے تمام دوسرے مددگاروں سے کم تھا ۔ اب اگر چیف ایڈیٹر کی رائے میں اس کے پہلے ہی مضمون کا مسودہ فضولیات قرار پایا تو ظاہر ہے کہ اس نوجوان کی خود بینی کو جس قدر بھی صدمہ پہنچا ہو وہ کم ہے ۔ بڑی ذلت اور شرمندگی محسوس ہوئی، کچھ غصہ بھی آیا ۔ مگر اتنی جرأت نہ تھی کہ اس غصہ کو ذرا بھی ظاہر کیا جاتا ۔ پھر ایک گھنٹہ تک ان کا لیکچر پیا ۔ پھر بہت کوشش کر کے ان کے خیالات کے مطابق از سرِ نو وہ مضمون لکھا ۔ پھر وہ بھی ناپسند ہوا مگر اتنا زیادہ نہیں جتنا پہلی دفعہ ۔

ہدایت ہوئی کہ ایک دفعہ پھر لکھو، رات بھر بیٹھ کر پھر لکھا اور صبح کو پیش کیا، پورا مضمون پڑھا اور گلے سے لگا لیا ۔ تعریفوں سے، پہلے جس قدر ان کی تنقید سے شرمندہ ہوا تھا، اب ان کی توصیف سے شرمندہ ہو گیا"[1]

دورِ ثانی کے عہد کے زمانے میں طریقۂ کار کے بارے میں مولانا دریابادی کا بیان ہے کہ :

"مولانا نے بارہا یہ کیا کہ اسٹاف کے کسی سمجھدار ممبر کو بلا کر اپنا مافی الضمیر

---

[1] عبدالغفار قاضی؛ مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران (مرتب سید رئیس احمد جعفری) محولہ بالا، ص ۲۵ - ۱۲۴ -

تفصیل کے ساتھ سمجھا دیا بلکہ کامریڈ میں اپنا لکھا ہوا مقالہ بھی انہیں پڑھوا دیا۔
پھر بھی ان صاحب نے "ہمدرد" میں مضمون لکھا تو مولانا کو عموماً شکایت ہی رہی
کبھی تو وہ مضمون چھپنے کے قابل نہیں قرار پایا۔"

ایک اور جگہ ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے متعلق جو عارف ہسوی کے بعد "ہمدرد" کے انچارج ایڈیٹر ہوئے تھے، لکھتے ہیں:

"مولانا اپنے کامریڈ کے مضامین پڑھنے کو بتا دیتے اور پھر انہیں اردو کے قالب میں ڈھالنے کے لیے ان کو مزید ہدایات زبانی بھی دیر تک دیا کرتے تھے۔[۱]

کشکول

مقالہ افتتاحیہ کے ساتھ ہی ایک عنوان "کشکول" نظر آتا ہے۔ گرد و پیش کے حالات اور وقتی مسائل پر جن کی اہمیت بعض اوقات مقامی ہوتی تھی اور کل ملک سطح کے مسائل نہیں ہوتے تھے، ان پر "کشکول" کے کالم میں اظہارِ خیال کیا جاتا تھا۔ یہ مسائل پر چھوٹے چھوٹے نوٹس یا شذرات ہوتے تھے۔ لیکن یہ شذرات بھی آج کل کے اخبارات کے عام مفصل اداریوں کے برابر اور کبھی کبھی تو ان سے بہت زیادہ تفصیلی ہوتے تھے۔ "کشکول" میں صرف ایک نوٹ مولانا محمد علی کے نام کا نظر سے گزرا[۲] اس کے سوا تمام شذرات مقالاتِ افتتاحیہ کی طرح محرر کے نام کی صراحت کے بغیر چھپے ہیں۔

"ہمدرد" میں ملکی و غیر ملکی اور اسلامی ممالک سے متعلق خبروں کی ترتیب بھی مختلف عنوانات کے تحت ہوتی تھی۔ مثلاً اسلامی ممالک کی خبروں کے لیے عالمِ اسلام اور عربی ڈاک کے دو عنوان تھے۔

عالمِ اسلام

اس کے زیرِ عنوان اسلامی ملکوں کے حالات اور ان کی خبریں چھپتی تھیں اور عربی ڈاک کے ضمن میں عرب ممالک کے اخبارات کے اقتباسات اور اخبارات کے حوالے سے معلومات، اطلاعات اور خبریں شائع ہوتی تھیں۔

ممالکِ غیر

اس عنوان کے نیچے ان ممالک کے بارے میں خبریں چھپتی تھیں جو اسلامی ممالک کے زمرے میں نہیں آتے تھے۔

---

[۱] عبد الماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۴۵۔
[۲] محمد علی، اعتذار (بسلسلہ اداریہ متعلق خواجہ حسن نظامی) روزنامہ "ہمدرد"، دہلی، ۲ دسمبر ۱۹۲۶ء، ص ۲-۳۔

ولایتی ڈاک کے اقتباسات یہ عنوان کبھی کبھی صفحۂ اول کی زینت بنتا تھا۔ اس کے ضمن میں بلا تخصیص و تمیز ممالک، خواہ وہ اسلامی ہوں خواہ اس زمرے میں ان کا شمار نہ ہوتا ہو، ان کے متعلق خبریں چھپتی تھیں۔

ہندوستان "ہندوستان" بھی "ہمدرد" کا ایک مستقل عنوان تھا، جس کے تحت دارالحکومت دہلی کے سوا ملک کے دیار و امصار کی خبریں شائع ہوتی تھیں۔

دارالحکومت "دارالحکومت" کے عنوان کے نیچے صرف دہلی کی خبریں شائع ہوتی تھیں۔

نو بہ نو خبروں ہی کے سلسلے کا کالم تھا۔ لیکن اس کے تحت ایسی اہم خبریں شریک اشاعت کی جاتی تھیں جو تاخیر سے موصول ہوتی تھیں۔ جن کی تفصیل کیلیے اخبار مکمل ہو جانے کی وجہ سے جگہ نہیں نکل سکتی تھی۔ ان خبروں کی تفصیل اس تاریخ کے بعد کے شماروں میں مل جاتی تھی۔

مسائلِ حاضرہ اس کالم میں ملک و بیرون ملک کے مسائل پر اظہار خیال ہوتا تھا۔ لیکن یہ کالم ملکی و بیرونی اخبارات کے مضامین و معلومات کے تراجم و اقتباسات کی تالیف سے تشکیل پاتا تھا۔ اس طرح مختلف مسائل کے بارے میں ہندوستانی اور عالمی اخبارات جو اظہار خیال کرتے تھے، وہ "ہمدرد" میں ایک جگہ مل جاتا ہے۔

وقائع شروع مضمون میں گزر چکا ہے کہ ہندوستان کے مختلف شہروں اور بعض دیگر ممالک میں "ہمدرد" کے وقائع نگار اور نامہ نگار خصوصی مقرر کیے گئے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے:

> "یہ بھی ٹھیری کہ مختلف مرکزی مقامات میں "ہمدرد" کے وقائع نگار خصوصی مقرر ہوں چنانچہ لکھنؤ، بمبئی، علی گڑھ وغیرہ میں وقائع نگاروں کا تقرر ہوا۔"[1]

آگے چل کر لکھتے ہیں:

> "لکھنؤ، علی گڑھ وغیرہ کے لیے وقائع نگار میں نے ہی ٹھہرائے تھے!"[2]

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی — ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۷۹ - ۱۷۸ [2] ایضاً ص ۲۱۲۔

ان مقامات کے علاوہ "ہمدرد"، کے سرسری مطالعے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وقائع نگاروں کا سلسلہ ہندوستان میں شملہ، امرتسر، لاہور، بمبئی، کلکتہ، جون پور، بھوپال، سیالکوٹ تک پھیلا ہوا تھا۔ اور بیرونِ ملک مصر، شام، ترکی وغیرہ میں "ہمدرد"، کے نامہ نگار خصوصی مقرر تھے جو ملک اور بیرونِ ملک کے حالات و واقعات، ان کے پس منظر اور نتائج پر بہترین اور مستند معلومات فراہم کرتے رہتے تھے۔

ا "ہمدرد"، کے چند عنوانات ایسے ہیں جن کے تحت مستقل علمی، تاریخی مضامین، اصلاحی افسانے، مختلف قسم کے معلومات شائع کیے جاتے تھے۔ تو کبھی کبھی کوئی دلچسپ مضمون، افسانہ یا کوئی اور مفید تحریر اپنے کسی معاصر سے نقل کردی جاتی تھی۔ یہ عنوانات تاریخ اسلام، عالمِ نسواں، حفظانِ صحت تھے۔

تاریخِ اسلام "ہمدرد" کا ایک مستقل عنوان تھا، اس کے تحت اسلامی تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے۔

عالمِ نسواں "ہمدرد"، کا یہ کالم جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے، عورتوں کی گھریلو، معاشرتی، تعلیمی زندگی اور اس کے مسائل سے متعلق افکار، معلومات، مضامین اور مشوروں پر مشتمل ہوتا تھا۔

حفظانِ صحت جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، صحت کے اصولوں کے بارے میں مضامین اور معلومات ہوتے تھے۔ یہ کالم اسی قسم کی مہم کا ایک حصہ تھا جیسا کہ حکیم محمد سعید دہلوی "قومی صحت" کے مسائل کے سلسلے میں "ہمدرد صحت" (ماہانہ) اور بعض اخبارات میں جاری رکھ چکے ہیں۔

دو عنوان ایسے بھی نظر آئے جو وقت کے ساتھ "ہمدرد"، کے صفحات پر نمایاں ہوئے اور وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو گئے۔

برکھا رت ان میں سے ایک عنوان "برکھا رت"، ہے۔ اور جولائی اگست کے مہینوں میں ہندوستان بھر کی بارش، سیلاب، طوفان وغیرہ کی خبریں اسی عنوان کے تحت شائع ہوتی ہیں۔

۲۳ راگست ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ہندوستان کا نقشہ بنا کر اس کے مختلف علاقوں میں نقطوں اور آڑی ترچھی لکیروں سے بارش کی کیفیات کو ظاہر کیا گیا ہے۔

مسیح الملک کا گھر گھر ماتم

یہ دوسرا وقتی عنوان تھا جو حضرت مسیح الملک کے انتقال کے بعد "ہمدرد" میں قائم کیا تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں کا انتقال ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ہوا تھا۔ محمد علی کے لیے یہ بہت بڑا سانحہ تھا۔ انہوں نے مقالہ افتتاحیہ میں اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ان کی یادگار کے قیام کے لیے قوم کو دعوتِ فکر و عمل دی اور "مسیح الملک کا گھر گھر ماتم" کے زیرِ عنوان ملک کے دور دراز شہروں سے آئی ہوئی تعزیتی جلسوں کی رودادیں، قطعاتِ تاریخ وفات، منظوم خراجِ عقیدت اور منثور خیالات شائع ہوتے رہے۔ یہ عنوان جنوری ۱۹۲۸ء میں قائم ہوا تھا اور اس کے ایک دو ماہ تک جاری رہا۔

مراسلات

قارئین کے آزادانہ اظہارِ خیال کا خاص اور روایتی کالم "ہمدرد" میں بھی تھا اور آج ہی کی طرح اس زمانے میں بھی ایڈیٹر کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا اور اس کی صراحت لازمی تھی۔

"ہمدرد" کے جو مجلدات میری نظر سے گزرے ہیں، ان میں حکمت و موعظت، ادارئیہ کشکول، عالم اسلام، ہندوستان، دارالحکومت، ممالکِ غیر، عزبی ڈاک کے سوا کوئی کالم نہ تو روزانہ ہوتا تھا نہ ہفتہ یا مہینے میں کسی کالم کا کوئی دن مقرر ہوتا تھا۔ یہ بات اسطرح بھی کہی جاسکتی ہے کہ میں کوئی ایسا اصول دریافت کرنے سے قاصر رہا ہوں جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ ان میں کونسا کالم ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہانہ ہوتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ جب کسی کالم سے متعلق مواد آجاتا تھا تو اسے متعلقہ عنوان کے تحت شائع کر دیا جاتا تھا۔

یہ مقالہ جن ضمنی مباحث کے تحت مرتب کیا گیا، وہ تمام "ہمدرد" کے مختلف صفحات یا کالموں کے عنوان تھے۔ اب میں دو عنوان قائم کرکے "ہمدرد" کی چند مزید خصوصیات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اشتہارات

"ہمدرد" کے کالموں اور مندرجات کے سلسلے میں اس کے اشتہارات کی بحث رہی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ مبحث اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک مولانا محمد علی کے خیالات کی روشنی میں اس کے اشتہارات پر بھی ایک نظر نہ ڈال لی جائے۔ کسی اخبار کی زندگی و قیام کے لیے اشتہارات ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن مولانا محمد علی اپنے سامنے صحافت کا ایک نظریہ اور مقصد رکھتے تھے۔ اور ضروری تھا

کہ اس نظریے اور مقصد کے منافی اور اس سے متصادم کوئی اشتہار قبول نہ کیا جائے۔ محمد علی کی سیرت کے اس پہلو اور "ہمدرد" کے اس امتیاز کے بارے میں رئیس احمد جعفری[1]، ضیاء الدین برنی[2] وغیرہ نے اظہارِ خیال کیا ہے۔ لیکن پیشِ نظر مقصد کی وضاحت کے لیے مولانا عبدالماجد دریابادی کا بیان کفایت کرتا ہے۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں:

"مذاقِ عوام کی پیروی اس سے کبھی بھی نہ ہو سکی۔ بازاریت اور ابتذال، فحش اور پھکڑ کی نقالی وہ نہ کر سکا۔ خشک وہ یقیناً نہ تھا۔ لیکن چٹپٹا بھی وہ نہ بن سکا۔ بگڑے ہوئے ذائقے جس چٹپٹے پن کی تلاش میں رہتے تھے، اس جنس سے اس کا دامن ہمیشہ خالی ہی رہا۔ اشتہارات تک میں اس نے احتیاط برتی۔ شراب اور فحش کتابوں، فحش دواؤں کے اشتہارات تو خیر الگ رہے، سینما اور تھیٹر کے بھی اشتہارات اس نے کسی اجرت پر بھی نہ چھاپے۔ بات کہنے کو معمولی ہی ہے لیکن ایک روزنامہ کے بارِ مصارف اور ضروریاتِ زر کا اگر اندازہ ہو اور معاصرین اور ثقہ معاصرین کا تعامل عام پیشِ نظر رہے، تب شاید محمد علی کے اس مجاہدے کی کچھ قدر ہو۔"[3]

"ہمدرد" کے اشتہارات پر بھی نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلامی صحافت کا اصول ہی نہیں پیش کیا بلکہ اس کی صحافت کا معمول اور زندگی کی شاہراہِ عمل بھی یہی تھا۔ "ہمدرد" میں میری نظر سے نہ تو کسی ۸۰ سالہ سنیاسی کا اشتہار گزرا، نہ کسی جرمن ڈاکٹر کی حیرت انگیز ایجاد کا کرشمہ نظر آیا، نہ تعویذات کے اثرات اور "محبوب آپ کے قدموں میں" مضمون دیکھا۔ اشتہارات زیادہ مصنوعات کے ہیں، اور زیادہ تر چھوٹے بڑے اشتہارات کتابوں کے ہیں۔ "کامریڈ" کی فائلوں کا اشتہار، عمدہ اور ہر قسم کی چھپائی کے لیے "ہمدرد" "کامریڈ" کے پریس کا اشتہار، ایک اشتہار

---

[1] رئیس احمد جعفری، سید، سیرت محمد علی، پاکستانی ایڈیشن ص ۲۷۷ [2] برنی، ضیاء الدین؛ عظمتِ رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۹ [3] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص

"حاجی صاحب عنقریب پردہ فرمانے والے ہیں"، "حاجی بغلول کے فکاہی کالم"، "تجاہلِ عامیانہ" "کے مضامین کے مجموعے کا"۔ گویا "ہمدرد" کے اپنے ادارے کے اشتہارات تھے۔ بعض اشتہارات ادارے سے رسمی یا غیر رسمی تعلق رکھنے والے حضرات کی تصنیفات اور اداروں کے تھے۔ مثلاً مولوی محمد عبدالہادی خان شاہجہان پوری کی تصنیف "مرقاۃ العربیہ" کا اشتہار اور "الفاظر بک ایجنسی" کا اشتہار جو ۱۹۲۸ء کے نصف آخر میں "ہمدرد" کے انتظامی امور کے نگران ظفر الملک علوی کے ادارے کا اشتہار تھا۔ یہ اشتہارات "ہمدرد" کے لیے کاروباری لحاظ سے ہرگز مفید ثابت نہ ہوئے ہوں گے۔ اشتہارات کے ضمن میں ایک ایسا اشتہار بھی ہے جو "ہمدرد" میں مستقلاً اور سب سے زیادہ شائع ہوا۔ "ہمدرد" کے پچاسوں شماروں میں نظر سے گزرا ہے اور نہ صرف مئی سے ستمبر تک کے پرچوں میں بلکہ فروری، مارچ اور نومبر، دسمبر کے پرچوں تک میں نکلتا تھا۔ وہ اشتہار ہے:

موسم گرما کا نایاب تحفہ

یعنی

شربت روح افزا (رجسٹرڈ)

ہمدرد دواخانہ یونانی - دہلی

ہمدرد دواخانہ کے مارالحم نسخۂ خاص دو آتشہ کا بھی اشتہار چھپتا رہا ہے۔

اشتہارات سے آمدنی کے ضمن میں یہی ایک معقول ذریعہ آمدنی تھا اور جب تک "ہمدرد" جاری رہا، ہمدرد دواخانہ کے ذریعے سے اسے آمدنی کا یہ معقول ذریعہ بھی حاصل رہا۔

اہتمامِ صحت

"ہمدرد" کی ایک اور خصوصیت جس کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ ہے اس میں صحت کا اہتمام۔ پروف ریڈرز کا مقدس طائفہ تو آج بھی تمام اخبارات میں ہوتا ہے لیکن آج کل انہیں بطور تبرک رکھا جاتا ہے۔ اس لیے اب ان کے لیے تعلیمی معیار اور کوالی فیکیشن کی قید اٹھا دی گئی ہے۔ لیکن اخبارات کی یہ مجلس جیسی اب اجڑی ہے ایسی بے رونق پہلے کبھی نہ تھی۔ ہمدرد، زمیندار، الہلال، البلاغ، پیغام، انقلاب وغیرہ کے متعلق جو چیزیں میری نظر سے گزری ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جس طرح مشمولات کے علمی و فکری پہلوؤں پر غور کیا جاتا تھا اسی طرح زبان و بیان کے صحت و معیار اور صحتِ کتابت و طباعت پر بھی توجہ کی جاتی تھی۔ لیکن یہاں صرف

"ہمدرد" کی یہ خصوصیت زیرِ بحث ہے ۔ مولانا محمد علی کو "ہمدرد" کی صحتِ زبان کا کس درجہ خیال رہتا تھا، اس کا اندازہ قاضی عبدالغفار مراد آبادی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے ۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں :

"ایک مرتبہ ان کے ایک مضمون کا پروف میں نے دیکھا تھا، اس میں کوئی غلطی رہ گئی، مزاج برہم ہوگیا ۔ دفتر میں آکر مجھ پر برس پڑے ۔ میں بھی کچھ برسا اور اسی وقت اپنا استعفیٰ ادے کر گھر چلا آیا ۔ دوسرے دن شوکت بھائی زبردستی پکڑ کر لے گئے اور میں گیا بھی تو یہ سن کر کہ کل سے محمد علی نے کھانا نہیں کھایا ہے اور بہت مغموم ہیں، ان کے سامنے پہنچا تو شکایت حکایت تو کجا، لپٹ کر اس طرح رونے لگے کہ مجھ پر ہزاروں گھڑے پانی پڑ گیا ۔ میری شکایت ندامت بن گئی ۔"[1]

اسی طرح انہیں تراجم میں صحت کا جس درجہ خیال رہتا تھا، اس کا اندازہ مولانا عبدالماجد دریابادی کی بیان کردہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے، وہ لکھتے ہیں :

"ہمدرد" میں گاندھی جی کے خود نوشت تجرباتِ زندگی کا مسلسل ترجمہ ان کے انگریزی ہفتہ وار "ینگ انڈیا" سے نکل رہا تھا ۔ گاندھی جی نے ایک جگہ اس میں ذکر بچپن میں اپنے چھپ کر گوشت کھانے اور پھر اس کے ترک کا عہد کرلینے کا کیا ہے ۔ "ہمدرد" کا نوعمر جامعی مترجم جب اس مقام پر پہنچا تو قوسین کے اندر یہ عبارت بڑھا دی کہ "غالباً، اچھا پکا ہوا نہ تھا ورنہ اس آسانی سے نہ چھوٹتا ۔"[2]

اگرچہ بقول مولانا دریابادی کے مترجم کی نیت دل آزاری یا دل شکنی کی نہ تھی، محض ایک خوش طبعی مقصود تھی ۔ اور قطع نظر اس سے کہ ملک کی سیاسی فضا میں یہ خوش طبعی ایک ناخوشگوار واقعہ بھی ثابت ہوسکتا تھا، اصولِ ترجمہ کے قطعاً خلاف تھا کہ کسی کی عبارت میں اس قسم کا اضافہ کیا جائے ۔ خواہ قوسین ہی میں ہو ۔ مولانا محمد علی نے اس

---

[1] عبدالغفار قاضی، مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۲۵ ۔
[2] عبدالماجد دریابادی، محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق محولہ بالا، حصہ اول، ص

غلطی پر مترجم سید انصاری کی سخت گرفت کی - انہوں نے خود اس واقعہ کا ذکر اپنے مضمون میں کیا ہے - اور لکھا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ مولانا کی طرف سے ان کی اس جدت پسندی کی داد ملے گی لیکن معاملہ برعکس نکلا اور مولانا انہیں دیکھتے ہی برس پڑے اور بولے :

"آپ سؤر کا گوشت کھاتے اور آپ کو گھناؤن ہوتی اور کوئی سؤر کا گوشت کھانے والا کہہ بیٹھتا کہ "غالباً اچھا پکا نہ تھا" تو آپ کو کیسا لگتا ؟ آپ کو معلوم نہیں، گوشت سے پرہیز اور نباتاتی چیزوں پر قناعت اس شخص کا مذہب ہے - آپ کو اس پر افسوس ہونا چاہیے کہ آپ نے اس بزرگ ہستی کے ایمان و اعتقاد پر کتنا بڑا حملہ کیا ہے اور اگر وہ اسے پڑھ سکتا تو اسے کس درجہ ذہنی اذیت اور روحانی تکلیف ہوتی -

مجھے اپنی غلطی پر احساس ندامت ہوا ہی، لیکن اس سے زیادہ گاندھی جی کے عقیدہ و مذہب کا مولانا کے دل میں پاس و لحاظ دیکھ کر سخت حیرت و استعجاب ہوا۔[1]

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں :

"ہم لوگ اس بات کو معمولی سمجھے، تیسرے دن خود مولانا کی نگاہ پرچے پر پڑ گئی، روز کا روز انہیں اپنا بھی اخبار پڑھنے کو کہاں مل جاتا تھا - اور مترجم صاحب کی مغالطی ہوئی اور مولانا نے غریب کو ایسے آڑے ہاتھوں لیا کہ بیچارے کے آنسو نکل آئے - مضمون ۲ ر فروری (۱۹۲۶ء) کے پرچے میں نکلا تھا، ۶ ر فروری کے پرچے میں ایڈیٹوریل میں مفصل معذرت نکلی - یہ ایک نمونہ تھا "ہمدرد" کے معیار صحافت کا۔"[2]

---

[1] سعید انصاری، مہاتما گاندھی اور علی برادران (مقالہ) "آج کل" دہلی، مولانا محمد علی نمبر دسمبر ۱۹۷۸ء، ص ۴۳ -

[2] عبدالماجد دریابادی محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۱۵ -

ادارہ ہمدرد

(دور اوّل)

اردو اخبار نکالنے کا فیصلہ بھی مولانا محمد علی نے ۱۹۰۷ء میں بمبئی میں سید محفوظ علی بدایونی کے مشورے سے کیا تھا[۱] لیکن وہ اپنے اس فیصلے کو عملی شکل کامریڈ نکالنے کے بعد بھی تقریباً دو سال تک نہ کر سکے اور جب ۱۹۱۲ء میں انھوں نے اپنے قدیم ارادے کو عملی جامہ پہنا دینے کا عزم کیا تو سب سے پہلے ایڈیٹوریل اسٹاف کا مسئلہ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ مولانا محمد علی اس کے لیے بہترین اسٹاف جمع کرنا چاہتے تھے[۲] لیکن جس اعلیٰ سطح پر وہ اس مسئلے کو حل کرنا چاہتے تھے، وہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ جو لوگ مولانا کے معیار پر پورے اترتے تھے وہ ان کے ساتھ کام کرنے پر رضامند نہ ہوئے اور جو خواہش مند تھے وہ مولانا کے بلند معیار پر پورے اُترتے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں:

> "ایڈیٹوریل اسٹاف (عملۂ ادارت) کا سوال سرمایہ کے مسئلے سے کچھ کم اہم نہ تھا۔ مولانا اس پر تلے ہوئے تھے کہ اُن کی جیب پر بار جتنا بھی پڑ جائے۔ اسٹاف بہرحال بہتر سے بہتر ہی منتخب ہو۔ لیکن آہ کہ محمد علی کی بیسیوں دوسری آرزوؤں کی طرح اس آرزو کا بھی بالکل کیا معنی بڑی حد تک ہی پورا ہونا مقدر میں نہ تھا[۳]"

۱؎ محفوظ علی بدایونی، سید؛ محمد علی (مقالہ) علی برادران (مرتب: سید رئیس احمد جعفری) لاہور، محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۳ء، ص ۱۲

۲؎ برنی، ضیاء الدین، عظمت رفتہ، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۶۱ء، ص ۴۸

۳؎ عبدالماجد دریابادی؛ محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، اعظم گڑھ، معارف پریس ۱۹۵۴ء حصہ اول، ص ۱۶۶

لیکن سفر کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ کارواں تیار کرنا اور سفر پر روانہ ہو جانا تھا اس لیے جو ساتھی بھی اور جو کچھ سرو سامان مہیا ہوا اس کے ساتھ سفر شروع کر دیا گیا۔

عبدالحق

ہمدرد کی ادارت کے لیے سب سے پہلے مولوی عبدالحق بی اے (علیگ) کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ عبدالحق مولوی تو علی گڑھ کے زمانہ طالب علمی سے تھے۔ متعدد بلند پایہ تحقیقی مقالات اور دیگر علمی کارگزاریوں کی بنا پر اہل علم کی توجہ اپنی طرف منعطف کرا چکے تھے۔ لیکن ان کا "بابائے اردو" بننا بہت بعد کی بات ہے۔ ہمدرد کی ادارت کے لیے مولوی عبدالحق کا نام میر محفوظ علی بدایونی کے مشورے سے منتخب کیا گیا تھا[1] اس زمانے میں سید ہاشمی فریدآبادی سے بھی مولانا محمد علی کا تعارف ہو گیا تھا۔ ہاشمی صاحب اس زمانے میں علی گڑھ میں زیر تعلیم تھے۔ محفوظ علی کے ذریعے پہلے ہاشمی صاحب کو کلکتہ بلایا گیا۔ پھر انھیں یہ کام سونپا گیا کہ وہ حیدرآباد جائیں اور مولوی عبدالحق کو ہمدرد کی ادارت کے لیے آمادہ کر کے لے آئیں چنانچہ ہاشمی صاحب حیدرآباد گئے اور مولوی صاحب سے مل کر ان سے اس مسئلے پر بات چیت کی۔ مولوی صاحب اس زمانے میں سر اکبر حیدری ہوم سکریٹری کے دفتر میں مترجم کے عہدے پر تھے اور چونکہ ان دنوں حیدری سے کسی بات پر ناراض تھے اس لیے مولوی صاحب نے کچھ تامل کے بعد مولانا محمد علی کی پیش کش قبول کر لی۔ ہاشمی صاحب نے اپنے مضمون میں اس "حقیقت سے تامل" کی وجہ بھی بتلادی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "یہ تامل اس لیے تھا کہ مولوی صاحب، مولانا محمد علی کے مزاج سے ذرا خائف تھے، ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نباہ نہ ہو سکے اور حیدرآباد کی یہ ملازمت بھی ہاتھ سے جائے۔"[2]

اس خوف کی وجہ سے کافی غور و خوض اور صلاح و مشورے کے بعد طے پایا کہ سردست وہ ایک سال کی رخصت لے لیں گے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد انھوں نے رخصت کے لیے درخواست

---

[1] محفوظ علی بدایونی، سید: محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا ص ۱۱۱ و عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ص ۵

[2] ہاشمی فریدآبادی، سید: چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۳۰

بھی دے دی لیکن اکبر حیدری کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو اپنی ناراضگی کے باوجود اس جوہر قابل کو ہاتھ سے جانے دینے پر آمادہ نہ ہوئے اور نواب عماد الملک بلگرامی کے ذریعے سے جو مشیر المہام کے منصب پر فائز تھے، انھیں روک لیا اور ہاشمی کو ناکام و نامراد کلکتہ لوٹنا پڑا۔

شرر لکھنوی

کلکتہ پہنچ کر ہاشمی صاحب نے مولانا کو اپنی ناکامی کی روداد سنائی اور عبدالحق کی جگہ کے لیے مولانا عبدالحلیم شرر کا نام پیش کیا۔ ہاشمی صاحب کا بیان ہے کہ مولانا یہ نام سن کر بھڑک اٹھے۔ فرمایا جاؤ اور شرر کو لے آؤ[1] محفوظ علی بدایونی نے لکھا ہے کہ شرر کا نام مولوی عبدالحق نے اپنی بجائے پیش کیا تھا[2] ہاشمی صاحب لکھتے ہیں :—

"مولانا شرر سے میرے ذاتی روابط تو نہیں تھے لیکن وہ میرے والد کے دوست تھے اور مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ مولانا شرر نے جب سے اپنا مشہور ناول دربار حرام پور لکھا تھا، وہ نہ صرف نواب صاحب رام پور سے، بلکہ رام پور کے ہر باشندے سے کھٹکنے لگے تھے۔ انھیں اپنے کاروبار کا بھی خیال تھا۔ لیکن بالآخر وہ لکھنؤ سے دہلی آگئے" [3]

میر محفوظ علی کی روایت اس سلسلے میں یہ ہے :—

"مولوی عبدالحق نے ۔ ۔ ۔ شرر لکھنوی کا نام تجویز کیا۔ چنانچہ میں ۱۲ ار اگست ۱۹۱۲ء کو بدایوں سے لکھنؤ گیا اور انھیں آنے پر رضامند کیا" [4]

بظاہر یہ دونوں بیان ایک دوسرے کے معارض ہیں۔ لیکن تطبیق کی پوری گنجایش ہے لکھنؤ کا یہ سفر ہاشمی اور میر صاحب دونوں بھی بیک وقت کر سکتے ہیں اور اس کے بیان میں ایک

---

[1] ہاشمی فرید آبادی، سید؛ چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۳۳

[2] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۴ء ص ۱۱۴ [3] ہاشمی فرید آبادی، سید؛ چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا ص ۳۲

[4] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۱۴

دوسرے کا ذکر محذوف کر دینے کا امکان ہے ۔ اور یکے بعد دیگرے بھی دونوں کا سفر لکھنؤ حیطۂ امکان سے خارج نہیں ہو سکتا ۔ بہر حال انھیں دہلی کوئی بُلا یا ہو۔ ستمبر ۱۹۱۲ء میں وہ دہلی پہنچ گئے تھے ۔ ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ شرر لکھنؤ سے دہلی آ گئے اور ان کی تعطیلات کا زمانہ ختم ہو چکا تھا' اس لیے وہ علی گڑھ چلے گئے ۔ شرر کا تقرر بحیثیت مدیر ہمدرد ہو گیا ۔
مولانا عبدالماجد دریا بادی نے لکھا ہے :

" پہلا تقرر بالآخر اس عہد کے پر اردو زبان کے نامور ادیب و ناول نویس مولانا عبدالحلیم شرر کا ہوا ۔ چنانچہ ستمبر (۱۹۱۲ء) میں شرر مرحوم دہلی روانہ ہو گئے " ۱ے

۱۶ راکتوبر کو انھوں نے مولانا دریا بادی کے نام ہمدرد کے لیے مضمون کی فرمائش میں خط لکھا ــــ لیکن ابھی ہمدرد شروع بھی نہ ہوا تھا کہ شرر مرحوم لکھنؤ واپس چلے گئے ۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں :ـ

" ٹائپ اور پریس کے الجھاوے جلد ختم ہونے والے نہ تھے ۔ نقیب ہمدرد تو جوں توں نکلتا رہا ۔ اصل روزنامہ آٹھ صفحوں والا ملتوی ہی ہوتا چلا گیا ۔ اور سنہ ۱۹۱۲ء مدت ہوئی ختم ہو چکا تھا ۔ کچھ روز بعد شرر صاحب بھی اکتا کر لکھنؤ واپس آ گئے "ــــ

مولانا دریا بادی نے شرر مرحوم کی لکھنؤ واپسی کی دو وجوہ بھی بیان کر دی ہیں ــــ
" لکھنؤ والوں کا دل ذرا باہر لگنا مشکل ہی ہوتا ہے ۔ چاہے وہ باہر دہلی ہی ہو اور پھر یہ کچھ ضروری بھی نہیں کہ جو کامیاب ناول نویس اور ادیب ہو وہ روزنامہ کا ایڈیٹر بھی اچھا ہو " ۲ے

مولانا دریا بادی نے جس دوسری وجہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ یہی وجہ ملا واحدی صاحب کے نزدیک بھی ان کی واپسی کی تھی ۔ ان کے نزدیک شرر کا انتخاب روزنامے کی ادارت کے لیے غلط تھا ۳ے اس لیے یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ شرر مرحوم کو روزنامے کے ابتدائی کاموں ہی سے

۱ے عبدالماجد دریا بادی ' محمد علی ـ ذاتی ڈائری کے چند ورق ' محولہ بالا حصہ اول ، ص ۵
۲ے عبدالماجد دریا بادی ' محمد علی ـ ذاتی ڈائری کے چند ورق ' محولہ بالا ' حصہ اول ، ص ۸
۳ے واحدی ' ملا ، میرے زمانے کی دلی ' کراچی ' دفتر نظام المشائخ ۱۹۵۶ء ، ص ۳۱۳

اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کی قابلیت اور صلاحیت کے معیار پر روزنامے کا کام پورا نہیں اتر سکتا۔ اس لیئے انھوں نے کنارہ کشی اختیار کرلی ۔ میر محفوظ علی نے دہلی میں شرر کے قیام کی مدت بھی بتلادی ہے ۔ لکھتے ہیں :۔

"مولانا شرر مرحوم جو تین مہینے سے مقیم (مشاہرہ یاب) تھے اپنی ضرورتوں سے مجبور ہوکر وطن (لکھنؤ) واپس چلے گئے"۔ ۱؎

مولانا عبدالماجد دریابادی کے بیان سے شبہ ہوتا ہے کہ "نقیب ہمدرد" شرر مرحوم کی دہلی میں موجودگی کے زمانے میں نکل آیا تھا ۔لیکن محفوظ علی کے بیان سے یہ شبہ دور ہوجاتا ہے ۔ شرر ستمبر ۱۹۱۲ء میں دہلی پہنچ گئے تھے ۔ اب اگر وہ ستمبر کے آخر میں بھی پہنچے ہوں، تو دسمبر کے آخر میں تین مہینے پورے ہوجاتے ہیں ۔ نقیب ہمدرد کا پہلا شمارہ ۲۳ر فروری ۱۹۱۳ء کو شائع ہوا ۲؎ اس لیئے فروری کے مہینے میں دہلی میں شرر کی موجودگی کا کوئی امکان موجود نہیں ہے ۔

عمادی شرر کے جانے کے بعد ہمدرد کی ادارت کے لیئے اس وقت کے مشہور عالم اور صحافی مولانا عبداللہ عمادی کو دعوت دی گئی ۔ برنی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اس کے بعد مولوی عبداللہ عمادی کو دعوت دی گئی ۔ انھوں نے بھی کچھ دن ٹاپ کے انتظار کی زحمت برداشت کی اور پھر تشریف لے گئے"۔ ۳؎

عمادی صاحب اس سے قبل الندوہ لکھنؤ اور وکیل امرتسر میں ادارتی کاموں کا بخوبی تجربہ حاصل کر چکے تھے ۔ بلاشبہ وہ اپنی قابلیت اور تجربے کے لحاظ سے ہمدرد کی ادارت کے اہل تھے ۔ ان کا وجود ہمدرد کی کامیابی کی ضمانت ہوتا ۔لیکن انھیں الہلال کلکتہ کی کشش نے کھینچ لیا اور وہ کلکتہ جاکر مولانا آزادؔ کے 'الہلال' کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرنے لگے ۔

عبدالغفار دوسرے نوجوان قاضی عبدالغفار تھے ۔ جنھیں دہلی میں آمد اور آغاز کار ہی سے رکھ لیا گیا تھا ۔ قاضی صاحب ہمدرد کے دور اول میں آخر تک رہے جب

۱؎ محفوظ علی بدایونی، سید: محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۱۱

۲؎ رئیس احمد جعفری، سید۔ سیرت محمد علی پاکستانی ایڈیشن، ص ۲۶۷،

۳؎ برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۹ - ۴۸

ہمدرد بند ہوگیا تو وہ بھی دہلی سے چلے گئے۔ قاضی صاحب مولانا شوکت علی سے تو پہلے سے واقف تھے، لیکن مولانا محمد علی سے ان کی پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۱۲ء میں ہوئی جب مولانا کلکتہ کی سکونت ترک کرکے دہلی پہنچے تھے۔ ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو نقیب ہمدرد نکلا، تو قاضی صاحب دفتر ہمدرد میں تھے اور جب یکم جون ۱۹۱۳ء سے آٹھ صفحوں کا پورا اخبار نکلنا شروع ہوا تو اب گویا ان کی ادارتی ذمہ داریوں کا باقاعدہ دور شروع ہوا یہی ان کی صحافتی زندگی کا آغاز بھی تھا۔ کامریڈ کے مطالعے اور مولانا محمد علی کے بارے میں تاثرات خود قاضی صاحب کی زبان سے سنیے :۔

"میں کامریڈ کے مضامین پڑھا کرتا تھا اور ان مضامین کے مطلب سے زیادہ انگریزی زبان پر ان کے قلم کی قدرت کو دیکھ کر جھوما کرتا تھا۔ میرا دل اور میری طرح اس زمانے کے ہزارہا نوجوانوں کا دل جدید افکار کی وسعتوں اور خیالات کی بلندیوں سے ناآشنا تھا۔ ہمدرد کے شعبۂ ادارت میں جب میں ایک ادنیٰ شاگرد بن کر محمد علی کے سامنے بیٹھا، تب کہیں میں نے ان چنگاریوں کی گرمی محسوس کی جو کامریڈ کے جواں سال اور بے باک ایڈیٹر کی شخصیت سے نکل کر ان کے نوجوان شاگردوں کو اذیت کوش ہونے کی دعوت دیتی تھیں"۔

اس سلسلے میں لکھتے ہیں :۔

"۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو ہمدرد کا ایک ورقہ "نقیب ہمدرد" کے نام سے شایع ہوا اس وقت تک بیروت سے ٹائپ کی کافی مقدار وصول نہ ہوتی تھی۔ اس لیے یکم جون ۱۹۱۳ء سے پہلے ہمدرد اپنے پورے حجم کے ساتھ شائع نہ ہو سکا۔ یکم جون ۱۹۱۳ء کے بعد سے شعبۂ ادارت کا پورا کام شروع ہوا اور میں نے پہلی دفعہ محمد علی کے مددگار کی حیثیت سے صحافت کے میدان میں قدم رکھا"۔[۱]

قاضی صاحب کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا پہلا اداریہ ہمدرد کی پہلی جلد کے

---

[۱] عبدالغفار، قاضی، مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۲۴

آٹھویں پرچے میں، ملد حون کو چھپا۔ اس کا عنوان "مصر" تھا، اور کئی قسطوں میں جاکر ختم ہوا تھا۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ اس اداریے کے لکھے جانے کی روداد بھی قاضی صاحب ہی کے الفاظ میں بیان کردی جائے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ محمد علی کے شاگرد کس طرح تربیت حاصل کرتے اور صحافت کے گر سیکھتے تھے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں کیا بتاؤں وہ (اداریہ) کس طرح لکھا گیا تھا۔ دس بارہ کتابیں مجھے دی گئی تھیں تاکہ میں ان سب کو پڑھ لوں، کچھ نوٹ خود محمد علی نے لکھائے تھے۔ آٹھ دس دن میں لکھنے کی تیاری کرتا رہا پھر جب ایک حصہ لکھ لیا تو مسودہ ان کے پاس لایا۔ مجھے یاد ہے کہ چند ہی سطریں پڑھنے کے بعد انھوں نے منہ بنایا اور یہ کہہ کر مسودہ پھینک دیا کہ یہ کیا فضولیات گھسیٹ کر لائے ہو؟ میں کیا کہوں کہ اس دن ایک خام نوجوان کی کس قدر دل شکنی ہوئی۔ جس کو اپنے خیال میں بڑا ناز تھا اس بات پر کہ وہ ہمدرد کے ادارتی شعبہ میں بغیر اپنی خواہش کے اصرار کے ساتھ شریک کیا گیا ہے، حالانکہ عمر اور تجربے میں وہ محمد علی کے تمام دوسرے مددگاروں سے کم تھا۔ اب اگر چیف ایڈیٹر کی رائے میں اس کے پہلے ہی مضمون کا مسودہ فضولیات قرار پایا تو ظاہر ہے کہ اس نوجوان کی خود بینی کو جس قدر بھی صدمہ پہنچا ہو، وہ کم ہے۔ بڑی ذلت اور شرمندگی محسوس ہوئی۔ کچھ غصہ بھی آیا، مگر اتنی جرأت نہ تھی کہ اس غصہ کا ذرا بھی اظہار کیا جاتا۔ پھر ایک گھنٹے تک ان کا لکچر پیا۔ پھر بہت کوشش کر کے ان کے خیالات کے مطابق از سر نو وہ مضمون لکھا، پھر بھی وہ ناپسند ہوا، مگر اتنا زیادہ نہیں جتنا کہ پہلی دفعہ۔ ہدایت ہوئی کہ ایک دفعہ پھر لکھو۔ رات بھر بیٹھ کر پھر لکھا اور صبح کو پیش کیا پورا مضمون پڑھا اور گلے سے لگا لیا۔ تعریفوں کے پل باندھ دیے۔ پہلے جس قدر ان کی تنقید سے شرمندہ ہوا تھا۔ اب ان کی توصیف سے شرمندہ ہوگیا۔ ہفتوں میرے مضامین کی تعریف ہوتی رہی، جو ملنے والا آتا اس سے سوال ہوتا، دیکھا آپ نے ہمدرد کا مضمون؟ غفار نے لکھا ہے۔ قلم توڑ دیے ہیں۔ چنانچہ حوصلہ بڑھا اور خود اعتمادی پیدا ہوئی۔"[1]

---

[1] عبدالغفار، قاضی، مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۲۵-۱۲۴

جہاں تک ان کی زود رنجی اور تنک مزاجی سے شکایت اور ان کے غیض و غضب سے سابقے کا تعلق ہے تو شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو ان سے قریب رہا ہو اور اسے اس سے سابقہ نہ پڑا ہو جو بقول قاضی صاحب کے آخر میں اعصابی امراض کی وجہ سے بہت زیادہ ہو گیا تھا

چنانچہ قاضی عبدالغفار کو بھی ان کے غیض و غضب کا ہدف بننا پڑا۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

> "ایک دفعہ ان کے ایک مضمون کا پروف میں نے دیکھا تھا۔ اس میں کوئی غلطی رہ گئی۔ مزاج برہم ہو گیا۔ دفتر میں آکر مجھ پر برس پڑے، میں بھی کچھ برسا اور اسی وقت اپنا استعفیٰ دے کر گھر چلا آیا۔ دوسرے دن شوکت بھائی زبردستی پکڑلے گئے، اور میں گیا بھی تو یہ سن کر کہ کل سے محمد علی نے کھانا نہیں کھایا ہے اور بہت مغموم ہیں۔ ان کے سامنے پہنچا تو شکایت حکایت تو کجا لپٹ کر اس طرح رونے لگے کہ مجھ پر ہزاروں گھڑے پانی پڑ گیا۔ میری شکایت ندامت بن گئی"۔[1]

قاضی عبدالغفار ہمدرد کے دور اول میں آخر تک رہے۔ اور چونکہ محمد علی کے مزاج کی وجہ سے کوئی ایڈیٹر ان کے پاس زیادہ دنوں تک نہ ٹک سکتا تھا، اور محمد علی کی سیاسی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں۔ اس لیے ہمدرد کی زیادہ تر ادارتی ذمہ داریاں قاضی صاحب ہی پر آگئی تھیں۔ جب مولانا محمد علی کی نظر بندی کی وجہ سے ہمدرد بھی بند ہو گیا تو قاضی صاحب دلی چھوڑ کر چلے گئے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

> "صحافت ان کی زندگی کا کوئی واحد مقصد نہ تھا۔ ہمدرد کے اجرا کے چند ہی روز بعد ان کی قومی مصروفیت نے اپنے لیے بڑے بڑے میدان اور خارزار پیدا کر لیے تھے۔ اس لیے صحافت کو وہ اب اپنی نظر میں اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھتے تھے کہ
>
> مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موج خوں بھی

چنانچہ رفتہ رفتہ کامریڈ اور ہمدرد کے کاموں سے ان کا تعلق بہت کم ہو گیا اور ہمدرد

---

[1] عبدالغفار، قاضی؛ مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۲۵

کی ذمہ داریاں بڑی حد تک مجھ پر اور کامریڈ کی ذمہ داریاں مرحوم راجہ غلام حسین پر عائد ہوگئیں۔ ان کی نظر بندی کے بعد بھی کچھ عرصے تک میں ہمدرد سے وابستہ رہا۔ لیکن بعد میں میں نے کلکتہ جاکر وہاں سے روزنامہ ' جمہور ' جاری کیا۔ اس طرح میں ان سے دور ہوگیا میری صحافت کلکتہ میں بھی بہت کامیاب رہی اور جو کچھ محمد علی سے سیکھا تھا وہی کام آیا۔"

کسی بیان سے صاف طور پر یہ پتا نہیں چلتا کہ اس دور میں چیف سب ایڈیٹر کون تھا۔ لیکن برنی صاحب جو دور اول میں ادارے سے وابستہ رہ چکے تھے، کا بیان ہے کہ جالب صاحب اور فاروق دیوانے گورکھپوری، قاضی عبدالغفار کی مدد کے لیے آئے تھے[1] گویا کہ چیف سب ایڈیٹر قاضی صاحب تھے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کے بیان سے بھی ترتیب اسی طرح بنتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :—

"شہر کے بعد محمد علی کو اڈیٹوریل صیغہ کے لیے قاضی عبدالغفار بی۔ اے مرادآبادی اور سید جالب دہلوی مل گئے اور کچھ روز بعد محمد فاروق ایم۔ اے دیوانہ گورکھپوری بھی ہاتھ آگئے۔"[2]

خود قاضی صاحب کے بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انچارج سب ایڈیٹر وہی تھے۔ لکھتے ہیں :-

"رفتہ رفتہ ہمدرد اور کامریڈ کے کاموں سے ان کا (مولانا محمد علی) کا تعلق بہت کم ہوگیا، اور ہمدرد کی ذمہ داریاں بڑی حد تک مجھ پر اور کامریڈ کی ذمہ داریاں مرحوم راجہ غلام حسین پر عاید ہوگئیں۔ ان کی نظر بندی کے بعد بھی کچھ عرصے تک میں ہمدرد سے وابستہ رہا۔"[3]

اس کے بعد اس باب میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ انچارج سب ایڈیٹر قاضی عبدالغفار اور میر جالب اور دیوانہ گورکھپوری سب ایڈیٹر تھے ـــــ

---

[1] برنی، ضیاء الدین، عظمت اللہ، محولہ بالا، ص ۹۴

[2] عبدالماجد دریابادی، محمد علی ـ ذاتی ڈائری کے چند ورق ـ محولہ بالا، حصہ اول، ص ۸۔

[3] عبدالغفار، قاضی، مولانا محمد علی (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۱۲۵

جالب دہلوی

۱۹۱۳ء کے آخر یا ۱۹۱۴ء کے شروع میں ہمدرد کو میر جالب دہلوی کا تعاون حاصل ہو گیا تھا اور جون ۱۹۱۵ء میں ہمدرد کے بند ہونے تک وہ اس سے وابستہ رہے[۱]

جالب مرحوم نے ہمدرد کی ادارت بڑی کامیابی کے ساتھ کی۔ اس سے پہلے وہ قریباً ایک تہائی عمر لاہور میں گزار چکے تھے اور شریف، پیسہ اخبار لاہور اور اس سے قبل وکیل امرتسر کی ادارت کا تجربہ حاصل کر چکے تھے۔ ہمدرد بند ہو جانے کے بعد شیر حسین قدوائی کی دعوت پر لکھنؤ چلے گئے اور روزنامہ ہمدم کے کل کلاں مختار بنا دیے گئے۔ اس کے بعد راجہ صاحب محمود آباد کی سرپرستی میں روزانہ ہمت نکالا اور ہمت الکٹرک پریس کھولا[۲] وہ ایک بڑے کامیاب صحافی تھے۔ ضیاء الدین برنی نے انھیں بابائے صحافت[۳] لکھا ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:—

> "سید جالب کا وجود اگر لکھنؤ میں نہ ہوتا تو۔۔۔۔ اخباری حیثیت سے لکھنؤ کا کوئی وزن نہ ہوتا۔"[۴]

ان کی مہارت فن کا مولانا عبد الماجد دریابادی نے اعتراف کیا ہے اور سب سے بڑا اعتراف تو یہ ہے کہ جب ۱۹۲۲ء میں مولانا محمد علی نے ہمدرد دوبارہ نکالنے کا فیصلہ کیا تو کوشش کی کہ سید صاحب دوبارہ ہمدرد میں آجائیں۔ لیکن سید جالب دہلوی ہونے کے باوجود اب لکھنوی ہو چکے تھے اور ہمدم چھوڑ کر ہمدرد سے دوبارہ رشتہ جوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے[۵] ملا واحدی صاحب نے لکھا ہے کہ میر جالب ہمیشہ اپنے آپ کو "جالب ناکام" لکھا کرتے تھے مگر بڑھاپا ان کا کامیاب گزرا[۶] ہمت کے کاروبار میں مصروف تھے کہ بیمار پڑے —

---

[۱] واحدی، ملاّ، میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۳۱۳

[۲] ملاّ واحدی، ملاّ، میرے زمانے کی دلّی محولہ بالا ص ۳۹۴

[۳] برنی، ضیاء الدین، عظمت اللہ، محولہ بالا، ص ۶۴

[۴] سلیمان ندوی، سید، یادِ رفتگاں، کراچی، مکتبۃ الشرق ۱۹۵۵ء، ص ۱۲۳

[۵] عبد الماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۳

[۶] واحدی، ملا، میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۱۴-۳۱۳

۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کو میڈیکل کالج لکھنؤ کے ہسپتال میں ان کا انتقال ہوگیا [۱] اور اُردو صحافت کی یہ نادرروزگار شخصیت دنیا کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگئی۔

دور اول کے سب ایڈیٹروں میں قاضی عبدالغفار مرادآبادی، عارف ہسوی، قاری عباس حسین، محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری، قاضی عبدالعزیز منصور پوری کے نام آتے ہیں۔

ملا واحدی صاحب لکھتے ہیں :۔

> "دوسری نظر (شرر کے بعد) مولانا محمد علی کی میر جالب پر ہوئی اور ان کے ماتحت عبدالغفار، عارف ہسوی، قاری عباس حسین اور دیوانہ گورکھپوری کو رکھا گیا" [۲]

برنی صاحب لکھتے ہیں :

> "آخر میں نگہ انتخاب قاضی عبدالغفار پر ہوئی۔ ان کی امداد کے لیے علی گڑھ کے اولڈ بوائے محمد فاروق ایم۔اے گورکھپوری اور قاضی عبدالعزیز منصور پوری لائے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قاری عباس حسین بھی پہلے دور کے ادارتی عملے میں شامل تھے" [۳]

برنی صاحب نے اپنے آپ کو بھی اسی دور کے ہمدرد کا سب ایڈیٹر لکھا ہے [۴]

دیوانہ گورکھپوری محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری علی گڑھ کے اولڈ بوائے اور مولانا محمد علی کے دوستوں میں تھے۔ دیوانہ صاحب نے ہمدرد کے پہلے اور دوسرے دونوں دوروں میں کام کیا۔ پہلے دور میں سب ایڈیٹر اور دوسرے دَور میں چیف سب ایڈیٹر تھے [۵]

---

[۱] برنی ضیاءالدین، عظمت رفتہ محولہ بالا، ص ۴۷

[۲] واحدی، ملا، میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۳۱۳

[۳] برنی، ضیاءالدین، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۹

[۴] ایضاً ص ۴۸

[۵] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند اوراق۔ محولہ بالا، حصہ اول۔ ص ۱۷۹

ضیاءالدین برنی نے لکھا ہے کہ وہ قاضی عبدالغفار کی مدد کے لئے لائے گئے تھے[۱] مولانا عبدالماجد دریابادی ان کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"فاروق دیوانہ ۔۔۔ بڑے ذہین تھے اور ایک معنی میں ہمہ دان ۔ ریاضی تو ان کا فن ہی تھا اور فلسفہ، تاریخ بلکہ قانون تک میں عالی دماغ، نکتہ رس، مزاج کے لاُابالی تھے[۲]

۱۹۱۴ء کے ضمن میں لکھتے ہیں :۔

"فاروق صاحب دیوانہ گورکھپوری اب عرصہ ہوا ہمدرد میں آچکے تھے اور تجاہل عامیانہ میں لگے رہتے تھے ۔ یہ ہمدرد کا ایک مستقل کالم کا عنوان تھا ۔ اکثر فاروق صاحب ہی اسے لکھتے تھے[۳]

دوراول میں دیوانہ، قاضی عبدالغفار اور میر جالب دہلوی کے بعد ۱۹۱۴ء میں آئے تھے ۔لیکن دوسرے دور میں وہ شروع ہی سے موجود تھے ۔ مولانا دریابادی نے لکھا ہے :

"اسٹاف میں اول اول سب سے پیشتر فاروق صاحب تھے ۔ انھیں مولانا (محمد علی) کی ادا شناسیوں میں ملکہ حاصل تھا"[۴]

ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"چیف ایڈیٹر فاروق صاحب قرار پائے اور صحیح قرار پائے ۔ ہمدرد اول دیکھے ہوئے تھے ۔ میں نے انھیں بھی خط لکھا اور اپنے متعدد مضامین بھی اشاعت کے لیے روانہ کردیئے ۔ کچھ اپنے نام سے کچھ فرضی ناموں سے، اس وقت تک فرضی ناموں سے لکھنے کا مذاق طبیعت میں قائم تھا ۔ مضامین میں مذہبی رنگ غالب تھا ۔ اور اس میں نہ صرف اپنے بلکہ مولانا

---

[۱] برنی، ضیاءالدین، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۹

[۲] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، کراچی انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۴ء، ص ۱۹۴ (مکتوب مولانا دریابادی بنام مرتب)

[۳] عبدالماجد دریابادی، محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۵،

[۴] عبدالماجد دریابادی، محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۱۳،

کے بھی مذاق طبیعت کی رعایت تھی - فاروق صاحب ابھی تک " علی گڑھیت" اور "نیچریت" کے اثر سے بالکل آزاد نہیں ہوتے تھے" لے

چونکہ وہ ہمدرد کے چیف سب ایڈیٹر تھے اس لیئے انھیں ہمدرد کے تمام کاموں ہی کو دیکھنا پڑتا تھا اور اداریہ بھی لکھنا پڑتا تھا۔ لیکن جیسا کہ مولانا دریا بادی نے لکھا ہے کہ وہ ایک ہمہ داں شخص تھے۔ اس لیئے جہاں سنجیدہ موضوعات پر کامیابی کے ساتھ قلم اٹھاتے تھے، فکاہی کالم بھی ان کے قلم سے خوب ہوتا تھا اور تجاہل عامیانہ دوسرے دور میں بھی اکثر وہی لکھا کرتے تھے۔ مولانا دریا بادی فرماتے ہیں:

"ہمدرد میں ایک مستقل ظریفانہ کالم ملفوظات حاجی بغلول کے عنوان سے ہوتا تھا اور یہ کالم عموماً فاروق صاحب ہی کے قلم سے نکلتا تھا۔ ہوتے ہوتے ہم لوگوں میں خود اُن ہی کا نام حاجی صاحب پڑ گیا تھا" لے

ان کی کالم نویسی کے بارے میں محی الدین بدایونی (ابن سید محفوظ علی مرحوم بدایونی) لکھتے ہیں:-

"تجاہل عامیانہ کے لکھنے والے سید صاحب (محفوظ علی) کے علاوہ محمد فاروق دیوانہ گورکھپوری بھی رہے۔ فاروق صاحب علی گڑھ کے ریاضی کے ایم۔ اے تھے۔ بعد میں مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے بھی رہے۔ "بزم تجاہل" میں حاجی بلغ العلیٰ کا نام فاروق صاحب ہی پر چپاں کیا گیا تھا۔ جو چھیڑ چھاڑ میں "حاجی بغلول" بن جاتا تھا۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فرمایا ؎

بلغ العلیٰ تھا نام مرا اس کو دیکھیئے
اتنا مروڑا یاروں نے بغلول کر دیا

فاروق صاحب کے بیٹے احمد صدیق مجنوں گورکھپوری ہیں۔ ان ہی کی رعایت سے بعد میں پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اپنے مضمون میں فاروق صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔ اپنے ایک مضمون (راہر کا کھیت) میں رشید صاحب فرماتے ہیں:

"حاجی صاحب کا عربی نام بلغ العلیٰ اور فارسی جریب زبیوتی' ہے کچھ لوگ سابق دیوانہ ہمدرد

لے عبدالماجد دریا بادی 'محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق' محولہ بالا، ص ۱۷۹،

لے ایضاً، ص ۱۸۰

اور حال ابوالمجنون کہتے ہیں"۔[۱]

دوسرے دور میں ہمدرد کا پہلا نمبر ۹ر نومبر ۱۹۲۴ء کا تھا جو روایت کے مطابق ۸ر نومبر کی شام کو نکلا تھا۔ فاروق دیوانہ صاحب اس سے پہلے دہلی پہنچ گئے تھے۔ جیسا کہ ان کے خط بنام عبدالماجد دریا بادی سے معلوم ہوتا ہے اور سید محمد جعفری کے خط مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۴ء سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن جیساکہ مولانا دریابادی نے لکھا ہے کہ "فاروق صاحب عرصے تک جمنے والے نہ تھے"[۲] اور انھوں نے واقعی دو مہینے بھی جم کر نہ دیا۔ عارف ہسوی نے ۲۰ر جنوری ۱۹۲۵ء کو مولانا دریا بادی کے نام خط میں لکھا "فاروق صاحب آج کل گورکھپور گئے ہیں"[۳] گویا کہ وہ ان چند ماہ میں بھی کئی مرتبہ جا چکے تھے۔ ۱۲ر فروری کے خط میں لکھا "فاروق صاحب اب تک نہیں آئے اور نہ آخر مارچ تک آئیں گے"[۴] پھر ۱۹ر مارچ کے خط میں لکھتے ہیں۔ "فاروق صاحب کا کوئی پتا نہیں"[۵] لیکن ان کے غیاب و اعراض کا راز مولانا محمد علی کے خط مورخہ ۲۵ر مئی ۱۹۲۵ء سے کھلتا ہے جو انھوں نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے نام لکھا۔ اس میں مولانا محمد علی لکھتے ہیں:

> "فاروق صاحب گورکھپوری ایک ہزار روپے لے کر چل دیے۔ اخبار کو بھی نقصان پہنچایا اور ایک دیوالیہ کا اور بھی دیوالہ نکال دیا"۔[۶]

اس سے معلوم ہوتا ہے وہ جنوری ۱۹۲۵ء میں گورکھپور جا کر لوٹے نہیں تھے۔ اس طرح دوسرے دور میں ان کی چیف سب اڈیٹری کی مدت دو ماہ سے زیادہ نہیں بنتی۔

سیرت کی اس کمزوری اور عقیدۃً نیچری اور ملحد ہونے کے باوجود ان کی قابلیت میں کوئی شبہ نہیں۔ مولانا دریا بادی نے ان کی خصوصیات ذہانت، عالی دماغی، نکتہ رسی اور

۱۔ محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۹۳

۲۔ عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۸۶

۳۔ ایضاً، ص ۱۸۷

۴۔ ایضاً، ص ۱۸۸

۵۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۶۔ ابوسلمان شاہجہاں پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار (سیاسی)، کراچی، موڈرن پبلشرز، ص ۱۳۳

ہمہ دانی تبلاتی ہیں۔ نیز یہ کہ انھیں محمد علی کی ادا شناسیوں میں ملکہ حاصل تھا[1] لیکن اس سے بڑا اعتراف خود محمد علی کا ہے کہ "میرے خیالات کی ترجمانی کر سکتے تھے"[2]

عبدالعزیز

قاضی عبدالعزیز منصور پوری کی مجلس ادارت سے وابستگی کا ذکر برنی صاحب اور واحدی صاحب نے کیا ہے۔ واحدی صاحب کے بیان سے کسی تفصیل کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ برنی صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق دور اول سے تھا اور شاید سب سے جونیر یہی تھے۔ برنی صاحب لکھتے ہیں :۔

"ان کی (عبدالغفار کی) امداد کے لیے علی گڑھ کے اولڈ بوائے محمد فاروق ایم۔اے گورکھپوری اور قاضی عبدالعزیز منصور پوری لائے گئے"[3]

ضیاء الدین برنی

برنی صاحب نے ہمدرد کی مجلس ادارت سے بحیثیت نائب مدیر اپنی وابستگی کا ذکر خود ہی کیا ہے۔ ملا واحدی یا مولانا عبدالماجد دریابادی نے جو ہمدرد کی مجلس ادارت کے متعلق معلومات کا آج سب سے بڑا اور مستند ماخذ ہیں، ان کے بارے میں بالکل ذکر نہیں کیا۔ البتہ میر جالب دہلوی کے ایک خط مورخہ ۲۹ر جون ۱۹۱۴ء سے جو برنی صاحب نے اپنی تصنیف "عظمت رفتہ" میں نقل کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ برنی صاحب رپورٹر کی حیثیت سے ہمدرد سے وابستہ تھے[4] لیکن ان کا یہ تعلق بھی جالب صاحب کے ہمدرد میں آنے سے قبل ختم ہو چکا تھا[5] اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ برنی صاحب ہمدرد کی اشاعت کے بعد صرف چند ماہ ادارے سے وابستہ رہے ہوں گے۔ برنی صاحب نے ہمدرد سے اپنی وابستگی کے بارے میں لکھا ہے :

"جب میں بی اے کے امتحان سے فارغ ہوا تو ایک دن خیال آیا کہ چل کر مولانا کی خدمت میں حاضری دینی چاہیے۔ چنانچہ عندالملاقات مولانا نے فرمایا

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، ص ۱۹۴، ۲۱۳

[2] ابوسلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، ص ۱۳۳

[3] برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۹

[4] برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۶

[5] ایضاً، ص ۴۵

"میں چاہتا ہوں کہ تم ہمدرد میں آکر کام کرو۔ اور جس طرح میں نے راجہ غلام حسین کو جرنلزم کی ٹریننگ دی ہے اسی طرح میں تمھیں بھی ٹریننگ دینا چاہتا ہوں"۔ اردو جرنلزم سے مجھے طالب علمی کے زمانے سے لگاؤ تھا اور چونکہ سرکاری ملازمت میرا نصب العین نہیں تھا۔ اس لیے بغیر کسی لیس و پیش کے میں نے مولانا کی "آفر" قبول کرلیا اور سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کردیا"۔ [۱]

ہمدرد میں اپنی ذمہ داری اور انقطاع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہمدرد میں جالب صاحب اس وقت آئے جب میرا تعلق اس سے ٹوٹ چکا تھا۔ اس زمانے میں دہلی کا مشہور مقدمہ سازش (جس کے نتیجے میں ماسٹر امرچند کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی) چل رہا تھا، اس کی رپورٹ لینے کے لیے راقم الحروف ہی جایا کرتا تھا، چونکہ میری رپورٹ بہت جامع ہوا کرتی تھی اس لیے پبلک میں بے حد پسند کی جاتی تھی"۔ [۲]

اسی دوران میں انھوں نے ہمدرد سے علٰحدگی کا فیصلہ کرلیا۔ مولانا محمد علی چاہتے تھے کہ اس مقدمہ کے فیصلے تک برنی صاحب اس کی رپورٹنگ کرتے رہیں۔ چنانچہ جالب صاحب نے انھیں اس بارے میں خط لکھا۔ برنی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض وجوہ سے میں نے اس سے آفر کو قبول نہ کیا اور انکار میں جواب بھیج دیا"۔ [۳]

برنی صاحب قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ کتابی دنیا کے نام سے ایک معلوماتی ماہنامہ نکالتے تھے جو ان کی وفات کے بعد بند ہوگیا۔ برنی صاحب کا انتقال ۱۹۶۸ء میں ہوا۔

ہاشمی فرید آبادی | ہمدرد کی مجلس ادارت میں سب سے پہلا تقرر سید ہاشمی فرید آبادی کا

---

[۱] برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۸

[۲] ایضاً، ص ۴۶-۴۵،

[۳] ایضاً، ص ۴۶

ہوا، اور سب سے پہلے اور ہمدرد کے اجرا کے عمل میں آنے سے پہلے ہی وہ رخصت ہو گئے، ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

"محمد علی نے اردو میں "ہمدرد" نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لیے اسٹاف کی جستجو ہوئی۔ کسی صاحب نے میرا نام بھی تجویز کر دیا۔ میر محفوظ علی کے ذریعے محمد علی نے مجھے بلوایا۔ طے یہ ہوا کہ ہمدرد کی ادارت کے لیے مولوی عبدالحق کو بلایا جائے۔ مجھے یہ کام سونپا گیا کہ حیدر آباد جاؤں اور مولوی صاحب کو لے آؤں" [۱]

ظاہر ہے کہ ہاشمی صاحب کو جو اس زمانے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے، مولوی عبدالحق کے اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کرنا تھا۔ ہاشمی صاحب مولوی عبدالحق کا جواب لے کر مولانا محمد علی کے پاس کلکتہ پہنچے اور دو ڈھائی مہینے وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد جب مولانا محمد علی کامریڈ اور ہمدرد کا دفتر لے کر دہلی آئے تو ہاشمی صاحب بھی ان کے ساتھ دہلی آئے۔ اس دوران میں انھوں نے لکھنؤ اور بدایوں کے سفر بھی کیے جن کا ذکر عبدالحلیم شرر اور سید محفوظ علی بدایونی کے ذیل میں آچکا ہے۔ ہاشمی صاحب کے ہمدرد سے تعلق کا پتا مولانا محمد علی کے ایک خط سے بھی چلتا ہے۔ سید محفوظ علی کے نام خط مورخہ ۱۹ر اگست ۱۹۱۲ء میں مولانا لکھتے ہیں:۔

"سید ہاشمی ایک ہفتے سے آپ کا سخت منتظر ہے اور چونکہ "ہمدرد" کے تقریباً تمام کاروبار کا انحصار آپ کی ذات پر ہے۔ اس لیے اس کا وقت دراصل بے کار ہے اور رائیگاں جا رہا ہے" [۲]

ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ جب شرر لکھنؤ سے دہلی آگئے تو ان کی تعطیلات کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور وہ علی گڑھ واپس چلے گئے۔ شرر چونکہ ستمبر میں دہلی پہنچ گئے تھے، اس لیے خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ ستمبر میں علی گڑھ واپس گئے ہوں گے اور اس سے پہلے ڈھائی ماہ کی مدت شمار کی

---

[۱] ہاشمی فرید آبادی سید، چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران (مرتب سید رئیس احمد جعفری) محولہ بالا، ص ۳۰

[۲] محمد سرور (مرتب) خطوط محمد علی، دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۴۰ء، ص

جائے، تو اس فیصلے تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی کہ ان کا تعلق جولائی کے آغاز سے ستمبر ۱۹۱۲ء کے تقریباً وسط تک رہا۔ اس تعلق کو ختم کر دینے کے فیصلے میں جو واقعات محرک ثابت ہوئے ان کا تعلق مولانا محمد علی کے کمال جذبات اور اشتعال سے ہے۔ ایک واقعہ خود ان کی بیٹی کی پٹائی کا تھا اور دوسرا واقعہ کامریڈ کے ایک اسسٹنٹ ایڈیٹر عبدالرحیم کے ساتھ مولانا محمد علی کے رویے سے تعلق رکھتا ہے [۱] ہاشمی صاحب لکھتے ہیں :۔

"محمد علی کی برہمی، آشفتہ مزاجی اور تلخ نوائی کا ایک اور منظر میں نے کلکتے میں دیکھا۔ یہ دلچسپ بھی تھا اور میرے لیے سبق آموز بھی ....
عبدالرحیم صاحب کی یہ درگت بنتے دیکھ کر میں سہم گیا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میرے اور محمد علی کے مزاج میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کا سلوک کسی دن میرے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور یہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوگا" [۲]

ہاشمی کو اپنی بے عزتی کا خوف دل پر ایسا جما کہ دہلی پہنچنے کے بعد وہ جلد ہی دفتر ہمدرد سے رخصت ہو گئے۔ ہاشمی صاحب کے بیان سے یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ دو ڈھائی ماہ جو "ہمدرد" سے وابستہ رہے تو اس مدت میں انہوں نے خدمات کیا انجام دیں۔ لیکن سید غلام ربانی مرحوم کی ایک تحریر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مترجم تھے۔ ربانی صاحب لکھتے ہیں :

"سید ہاشمی فرید آبادی غیر ملکی اخباروں کے ترجمے کر کے دیتے تھے" [۳]

(دورِ ثانی)

ہمدرد کا دوسرا دور نومبر ۱۹۲۴ء سے شروع ہوتا ہے اور اپریل ۱۹۲۹ء میں ختم ہوتا ہے۔ ہمدرد کا یہی دور اس کا آخری دور بھی ثابت ہوا۔ اس دور کی مجلس ادارت میں مولانا عبدالماجد دریابادی نے چھ نام لکھے ہیں :

[۱،۲] ہاشمی فرید آبادی، چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران، محولہ بالا، ص ۳۳ — ۳۰

[۳] غلام ربانی، سید؛ ہفتہ وار کامریڈ (مقالہ) مولانا محمد علی — ایک مطالعہ (مرتب عبداللطیف اعظمی) دہلی، علمی ادارہ ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۹

(۱) محمد فاروق صاحب دیوانہ گورکھپوری ایم ۔ اے (علیگ) ہمدرد کے دورِ اول میں بھی رہ چکے تھے ۔ بعد کے مشہور مسلم لیگی ۔ ایم ۔ ایل ۔ اے ۔

(۲) احتشام الدین صاحب دہلوی ۔ ایم ۔ اے (علیگ) بعد کے ممتاز لغت نویس ۔

(۳) عارف ہسوی صاحب ۔ پرانے نیشنلسٹ اور کانگریسی پرچوں میں کام کیئے ہوئے ۔

(۴) قاری عباس حسین صاحب دہلوی ۔ ہمدم وغیرہ میں کام کیے ہوئے ۔ ایک ماہنامہ تمدن بھی نکال چکے تھے ۔

(۵) محمد جعفری جامعی مچھلی شہری ۔ جامعہ کے ہونہار نوجوان ۔ ہمدرد میں شروع سے آخر تک رہے ۔ بعد کو اپنا روزنامہ ملت نکالا ۔

(۶) حسن ریاض صاحب بلند شہری ۔ اپنا ایک ہفتہ وار نکال چکے تھے ۔ مدت کے بعد لکھنؤ سے روزنامہ ہمت اور پھر دہلی سے لیگی روزنامہ "منشور" نکالا[۱]

محمد فاروق محمد فاروق دورِ اول میں سب ایڈیٹر اور دورِ ثانی میں چیف سب ایڈیٹر تھے ۔ ان پر نوٹ دورِ اول کی مجلس ادارت میں گزر چکا ہے ۔ یوں بھی اُن کا قابلِ ذکر دور پہلا ہی تھا جس میں انھوں نے واقعی کچھ عرصہ کام بھی کیا تھا ۔ دورِ ثانی میں وہ چیف سب ایڈیٹر ضرور تھے، لیکن مدت کارکردگی دو ڈھائی ماہ سے زیادہ نہیں رہی ۔ نومبر ۱۹۲۴ء میں ہمدرد نکلا اور دسمبر کے اواخر یا جنوری ۱۹۲۵ء کے شروع ہی میں وہ گورکھپور چلے گئے ۔ سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"بالکل ابتدا میں محمد فاروق ایم ۔ اے ایڈیٹر تھے ۔ وہ دو ماہ سے زیادہ نہیں ٹھیرے ۔ حالانکہ مشہور لکھنے والے تھے ۔ حاجی بغلول کا مزاحیہ کالم آپ ہی لکھا کرتے تھے ۔"[۲]

احتشام الدین دہلوی یہ صاحب اردو کے مشہور ادیب، نقاد، ماہرِ لغت ولسانیات اور منفرد غزل گو شاعر شان الحق حقی کے والد بزرگوار ہیں ۔ ان کے تعارف کا یہ اسلوب عام قارئین اور طلبہ کے پہچنوانے کے لیے اختیار کیا ۔ ورنہ وہ خود ایک صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے اور اپنے تعارف کے لیے وہ اپنے خلف رشید کے ہرگز

---

[۱] عبدالماجد دریابادی، محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول ۔ ص ۱۶۸

[۲] محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۱۳۵

محتاج نہیں۔ ان کی علم ولغت کی خدمات کی گونج آج بھی کبھی کبھی علمی دنیا میں سنائی دیتی ہے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی کے خاندان سے تھے۔ اس لیے اپنے نام کے ساتھ حقی لکھتے تھے۔ میرے لیے بھی زیادہ متعارف نام احتشام الدین حقی ہے۔

مولانا محمد علی نے ہمدرد نکالنے کا ارادہ کیا تو بقول میر محفوظ علی کے ایڈیٹری کے لیے مولوی عبدالحق اور ان کے معاون کی حیثیت سے احتشام الدین حقی کا نام سامنے آیا تھا۔ میر صاحب لکھتے ہیں :۔

"۔۔۔۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ اردو اخبار کی ایڈیٹری مولوی عبدالحق کریں گے اور ان کے مددگار مولوی احتشام الدین بی اے دہلوی اور سید ہاشمی فرید آبادی ہوں گے۔" [1]

یہ بیان ظاہر ہے کہ ۱۹۱۲ء کے بارے میں ہے۔ لیکن میر محفوظ علی یا کسی اور کے بیان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انھوں نے دور اول میں کام بھی کیا تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ دور اوّل سے ان کا تعلق نہیں رہا۔ البتہ ہمدرد کے دور ثانی میں جو نومبر ۱۹۲۴ء سے شروع ہوا تھا، انھوں نے کچھ عرصہ کام کیا تھا۔ یہاں بھی مولانا عبدالماجد دریابادی کی ایک تحریر رہنما ہے۔ مولانا فرماتے ہیں :۔

"مولوی احتشام الدین حقی مرحوم سے میری ملاقات دفتر ہمدرد میں ہوئی تھی، جب وہ اس کے سینیر اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔ ماہ اواخر ۱۹۲۴ء میں۔" [2]

احتشام الدین حقی بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ نادان تخلص تھا۔ یکم جون ۱۹۴۵ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔

عارف ہسوی ملّا واحدی صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عارف صاحب دورِ اول میں مولوی عبدالحلیم شرر کے ماتحت تھے۔ [3]

---

[1] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۱۴۔

[2] عبدالماجد (دریابادی) مراسلات۔ سہ ماہی اردو نامہ کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۵ء شمارہ انیسواں، ص ۱۰۹ و سلمیٰ حقی (مرتب) گلدستۂ نگارش، کراچی، عصری کتب خانہ ۱۹۷۰ء، ص ۹۴

[3] واحدی، ملا؛ میرے زمانے کے ولی، محولہ بالا، صفحہ ۳۱۳

لیکن یہ بیان یا میرا تاثر درست نہیں ہے۔خود واحدی صاحب نے لکھا ہے کہ عارف ۱۹۱۴ء میں فتح پور ہسوہ سے دلّی آئے۔اس زمانے میں واحدی صاحب نے رسالہ خطیب جاری کیا۔تو سیاسی مباحث کا صفحہ ان کے سپرد کیا،لیکن ان کے افکار کی بلندی اور اظہار و بیان کی تیزی و تندی کا خطیب کو متحمل نہ دیکھ کر ان کے لیے ایک الگ ہفتہ وار'انقلاب' جاری کر دیا جس کے وہ ایڈیٹر تھے'ان کے بھائی'ابراہیم حسن پبلشر اور عزیز حسن بقائی پرنٹر تھے[۱] ہمدرد میں آنے سے قبل ہی وہ لالہ شنکرلال (انشورنس والوں) کے روزنامہ "کانگریس" کے ایڈیٹر بھی رہ چکے تھے۔عارف ہمدرد کے دور ثانی سے تعلق رکھتے تھے۔مولانا دریابادی نے دور ثانی کے عملہ ادارت میں انھیں تیسرے نمبر پر رکھا ہے، پہلے دیوانہ، دوسرے حقی اور تیسرے عارف تھے۔لیکن احتشام الدین بھی چونکہ زیادہ عرصہ کام نہ کر سکے تھے'اس لیے دیوانہ کے بعد ادارہ کی افسری عارف صاحب کے حصے میں آئی۔مولانا دریابادی نے اپنی تصنیف میں متعدد مقام پر ان کا ذکر کیا ہے۔مولانا دریابادی لکھتے ہیں:-

"(فاروق گورکھپوری کے بعد) ہمدرد کے شعبۂ ادارت میں سب سے سینیر اور با اختیار عارف ہسوی تھے"[۲]

"(اگست ۱۹۲۵ء میں) ہمدرد کے چیف ایڈیٹر عارف ہسوی صاحب تھے"[۳]

"عارف صاحب کی بھی ایک عمر اخبار نویسی میں گزر چکی تھی اور اپنے خیال میں وہ خبروں کے شعبہ میں رتبہ ماہر کا رکھتے تھے"[۴]

"(فاروق صاحب کے بعد) افسری عارف ہسوی کے حصے میں آئی۔یہ بھی مولانا (محمد علی) کے مزاج شناس تھے اور مئی ۱۹۲۶ء تک، جب تک ان کا تعلق ہمدرد سے رہا۔انھوں نے کام کو باوجود اپنے بعض سیاسی اور مذہبی اختلافات

۱؎ ایضاً ص ۱۶-۳۱۴

۲؎ تا ۴؎ عبدالماجد دریابادی، محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۸۶، ۲۳۱، ۲۳۴

کے بحثیت مجموعی خوب نبا ہا"۔ ؎۱

فروری ۱۹۲۶ء میں انھوں نے مولانا محمد علی کے اہانت آمیز رویہ سے متاثر ہو کر استعفیٰ دے دیا تھا۔ لیکن وہ کام ایک عرصہ تک اس کے بعد بھی کسی شخص کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کرتے رہے ؎۲ مئی ۱۹۲۶ء میں وہ ادارے سے ہمیشہ کے لیے الگ ہو گئے۔

اواخر دسمبر ۱۹۳۵ء یا اوائل جنوری ۱۹۳۶ء میں دہلی میں واحدی صاحب کے مکان پر ان کا انتقال ہوا ؎۳ ان کے وطن مالوف ہسوہ میں ان کے دوستوں اور عزیزوں نے ان کی یاد میں "عارف نیشنل لائبریری" قائم کر رکھی ہے ؎۴

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"سب سے زیادہ ٹکنے والے دہلی کے مشہور صحافی عارف ہسوی تھے۔ نہایت منجھے ہوئے پرانے صحافی تھے۔ پختہ کار کانگریسی تھے۔ نہایت خاموش، شریف النفس، مرنجاں مرنج انسان تھے۔ اس بار جو سولہ ماہ تک ہمدرد متواتر چلتا رہا، وہ دراصل عارف ہسوی کے حسن تدبیر سے تھا۔ لیکن پندرہ سولہ ماہ کی قابل تحسین خدمات پر بھی مولانا ان سے غیر مطمئن ہو گئے اور حد سے زیادہ باز پرس کرنے لگے۔ ان کا ایک طویل خط مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب "محمد علی کی ڈائری" میں بھی موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ کی دست اندازی سے وہ گھبرا گئے اور نوکری چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ مولانا کہتے تھے، یہ انگریزی نہیں جانتے۔ یہ بات تو یوم اول سے سب کو معلوم تھی۔ لیکن وہ کانگریسی نقطۂ نظر کو بہت زیادہ سمجھتے تھے اور نہایت استدلال سے اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے تھے"۔ ؎۵

عباس حسین قاری عباس حسین دہلوی، علی گڑھ کے مشہور زندہ دل اولڈ بوائے قاری سرفراز حسین کے خلف رشید تھے ؎۶ برنی صاحب نے لکھا ہے کہ عباس

؎۱-۲ عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۲۱۳، ۶۵-۲۶۴

؎۳ برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۱۳۲

؎۴ ایضاً ص ۱۳۳ ؎۵ محمد ہادی، سید؛ علی برادران اور ان کا عہد، محولہ بالا، ص ۳۵،

؎۶ واحدی، ملا؛ میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۲۲۰

حسین ہمدرد کے پہلے دور کے ادارتی عملے میں شامل تھے ۱؎ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ان کا تعلق ہمدرد کے دوسرے دور کے ادارتی عملے سے تھے اور اس کے بھی وہ ایک جونیر ممبر تھے۔ مولانا دریابادی نے ان کا ذکر چوتھے نمبر پر کیا ہے ــــــ

"قاری عباس حسین صاحب دہلوی، ہمدم وغیرہ میں کام کیے ہوئے۔ ایک ماہنامہ تمدن بھی نکال چکے تھے۔" ۲؎

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

" قاری عباس دہلی کے ایک درمیانی درجے کے صحافی تھے ۔ وہ دو تین ماہ سے زیادہ نہ ٹھیرے ۔" ۳؎

ملا واحدی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف میں متعدد مقامات پر ضمناً اور مستقلاً ان کا ذکر کیا ہے ۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :

"قاری عباس حسین مولانا کے خاص لفٹنٹ تھے" ۴؎

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :۔

"قاری عباس حسین نے کراچی آکر سرکاری ملازمت کرلی ہے ۔ یہ دلی کے روزنامہ ہمدرد اور لاہور ولکھنؤ کے متعدد اخباروں کے سب اڈیٹر رہ چکے ہیں ۔ دس دس اور پندرہ پندرہ ہزار کے مجمع میں تقریریں کرتے تھے۔ علی برادران ہی کے ساتھ انھوں نے بھی کانگریس کو خیرباد کہا اور پھر سیاست میں حصہ نہیں لیا ۔ نون، تیل، لکڑی کی فکر نے انھیں ہندوستانی دواخانہ دہلی کا مینجر بنادیا۔ پھر ہندوستانی دواخانہ لاہور کے مینجر ہوگئے اور اب ریڈیو پاکستان کراچی کے دفتر میں صحیح تلفظ سکھانے پر مامور ہیں ۔" ۵؎

۹ رجنوری ۱۹۶۶ء کو کراچی میں انتقال ہوا ــــــ

۱؎ برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، ص ۹۴

۲؎ عبدالماجد دریابادی، محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۸

۳؎ محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۱۳۵

۴؎ واحدی، ملا؛ میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۲۲۰

۵؎ واحدی، ملا؛ میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۲۲۴

محمد جعفری سید محمد جعفری مچھلی شہر کے رہنے والے اور جامعہ ملیہ دہلی کے ڈگری یافتہ تھے۔ وہ ہمدرد دور ثانی میں شروع سے آخر تک رہے۔ شروع میں ادارے سے مترجم کی حیثیت سے وابستہ تھے۔ مولانا محمد علی کے بڑے مخلص اور اپنے اخلاص و وفا میں استوار بھی رہے۔ اس لیے مئی ۱۹۲۸ء میں جب مولانا محمد علی اپنے علاج کی غرض سے یورپ گئے اور ہمدرد نئے انتظام کے تحت نکلنا شروع ہوا تو اس کے ایڈیٹر محمد جعفری تھے۔ اس زمانے میں مولانا نے جو خط مولانا عبدالماجد دریابادی کو لکھے ان میں شریک مکتوب الیہ جعفری بھی تھے۔ محمود احمد عباسی کے نام خط میں مولانا نے لکھا ہے:-

"جعفری بیمار ہو گیا تھا، تو وہی ڈاکٹر سعید احمد بریلوی) تاروں کا ترجمہ کر دیتے تھے" [۱]

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سید محمد جعفری مچھلی شہر (ضلع جونپور) کے رہنے والے تھے۔ ترجمہ بھی کرتے تھے لیکن زیادہ تر ان کا وقت "ہمدرد" اخبار کی کاپیاں چسپاں کرانے میں لگتا تھا۔ یہ بھی ایک ذمہ دارانہ کام ہوتا تھا" [۲]

مولانا عبدالماجد دریابادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جامعہ کے متعدد ہونہار نوجوان آکر شریک ہوئے اور تجربہ و تربیت حاصل کر کے الگ الگ اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ جعفری صاحب، جو ہمدرد میں شروع سے آخر تک رہے اور اس وصف میں کوئی ان کا شریک نہیں۔ ان کو بہر بعد کو کھلے شروع شروع میں تو ان کی حیثیت محض ایک نوعمر کارآموز کی تھی" [۳]

---

[۱] ابو سلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۵۴

[۲] محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۱۳۲

[۳] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول ص ۲۱۴ - ۲۱۳

شروع میں جعفری صاحب نے مولانا محمد علی کے سکریٹری کی حیثیت سے بھی کام کیا تھا۔ مولانا دریابادی کا بیان ہے :-

"یہ جعفری جامعی نئے بھرتی ہوکر آئے تو تھے ہمدرد کے اسٹاف میں، ایک جونیر ممبر کی حیثیت سے ترجمہ وغیرہ کے کام کے لیے، لیکن اس وقت ۔۔ (نومبر ۱۹۲۴ء میں) کام مولانا کے پرائیویٹ سکریٹری کا کر رہے تھے۔"[1]

رفتہ رفتہ جعفری صاحب اخبار کے کاموں سے واقف اور ان پر حاوی ہوتے گئے۔ اداریہ نویسی میں بھی طاق ہو گئے۔ اور جب ۱۹۲۸ء میں مولانا محمد علی علاج کی غرض سے یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے تو ایڈیٹر کی جگہ پر نام مولانا کے بجائے "محمد جعفری" کا چھپنے لگا۔ چونکہ مولانا اس زمانے میں ہمدرد کی ملکیت سے بھی دست بردار ہو گئے تھے اور نئے انتظام کے تحت ہمدرد نکلا تھا اس لیے ۱۲ر مئی ۱۹۲۸ء سے مولانا محمد علی کا نام بانی اخبار کی حیثیت سے، امور ادارت کے نگران کی حیثیت سے "مولانا عبدالماجد دریابادی" کا نام اور ایڈیٹر کی حیثیت سے محمد جعفری کا نام چھپنا شروع ہوا۔ ہمدرد کا آخری پرچہ جو ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کراچی کی لائبریری میں میری نظر سے گزرا ہے۔ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۸ء کا ہے اس وقت تک جعفری کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے چھپتا رہا ہے۔ مولانا دریابادی نے انھیں اس زمانے میں بھی "انچارج ایڈیٹر" لکھا ہے[2] ۱۹۲۹ء میں ہمدرد بند ہو گیا تو انھوں نے روزنامہ ملت نکالا[3] اور بڑی کامیابی کے ساتھ اسے چلایا۔ اخیر جون یا شروع جولائی ۱۹۷۸ء میں دہلی میں انتقال ہوا ——

حسن ریاض ہمدرد دور ثانی کی مجلس ادارت میں حسن ریاض صاحب کو مولانا دریابادی نے چھٹے نمبر پر رکھا۔ ہمدرد سے ان کی وابستگی کے باب میں یہی تنہا ماخذ ہے اور اس سے بھی یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ ہمدرد سے وابستہ کتنے دنوں رہے تھے۔ مولانا دریابادی نے ان کے بارے میں صرف یہ ایک سطر لکھی ہے۔

"حسن ریاض بلند شہری۔ اپنا ایک ہفتہ وار نکال چکے تھے۔ مدت کے

---

[1] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول ص ۱۷۸

[2] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، اعظم گڑھ، معارف پریس، ۱۹۵۶ء حصہ دوم ص ۵۴

[3] ایضاً حصہ اول ص ۱۶۸ و داعدی، ملا! میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۳۱۴

بعد لکھنؤ سے روزنامہ ہمت اور پھر دہلی سے لیگی روزنامہ منشور نکالا[1]

لیاقت علی خاں سے بہت قریبی تعلقات تھے ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں ان کے لیے بہت کام کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے تھے۔ لیاقت علی خاں نے ڈان (اردو) میں رکھوا دیا تھا۔ لیکن جلد ہی ڈان بند ہو گیا۔ اور وہ بے روزگار ہو گئے۔ کراچی میں بڑی تکلیف اور کس مپرسی کی زندگی گزاری۔ آخری دنوں میں کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ تصنیف و ترجمہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ انہی دنوں انھوں نے "پاکستان ناگزیر تھا" کے نام سے ایک کتاب لکھی ۸ / اکتوبر ۱۹۷۲ء کو کراچی ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

سعید احمد دور ثانی کے جن ارکان مجلس ادارت کا ذکر ہوا یہ شروع سے ادارے سے وابستہ تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی اور حضرات تھے۔ ان میں ایک صاحب ڈاکٹر سعید احمد بریلی کے رہنے والے تھے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں :۔

"بعد کے آنے والوں میں سب سے زیادہ ممتاز نام ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کا ہے" [2]

اس کے بعد اگست ۱۹۲۵ء کی ایک خبر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ "سینیر مترجم ڈاکٹر سعید احمد بریلوی تھے" [3] خود مولانا محمد علی کے ایک خط بنام محمود احمد عباسی میں ان کی طرف اشارہ آیا ہے۔ مولانا کا یہ خط ۱۲/ مئی ۱۹۲۷ء کا ہے۔ ضمناً اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ اس وقت ہمدرد سے الگ ہو چکے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں :۔

"بعض دن ایک اور سب ایڈیٹر جواب الگ ہو چکے ہیں، لیڈر یا نوٹ لکھ دیتے ہیں۔ جعفری بیمار ہو گیا تھا تو وہی تاروں کا ترجمہ کر دیتے تھے۔ مگر اپنے صبح کے مطب کے بعد۔ اس لیے کہ ڈاکٹر بھی ہیں" [4]

سید رئیس احمد جعفری نے ان کے بارے میں لکھا ہے :۔

---

[1] عبد الماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۸

[2] ایضاً ص ۲۱۳

[3] ایضاً ص ۲۲۲

[4] ابو سلمان شاہجہان پوری (مرتب) مکتوبات رئیس الاحرار (سپاسی) محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۵۴

"ہمدرد دورِ ثانی کے ایک شریک ادارت جو بعد میں صحافت ترک کر کے پریکٹس کرنے لگے"۔ [1]

اوپر کی سطروں میں مولانا عبدالماجد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگست ۱۹۲۵ء میں ادارے کے سینیر مترجم تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہمدرد دورِ ثانی کے آغاز ہی سے مترجم کی حیثیت سے وابستہ تھے اور "مکتوبات رئیس الاحرار" کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۳ رمئی ۱۹۲۷ء سے قبل الگ ہو گئے تھے۔ اس طرح ہمدرد سے ان کی وابستگی کی عمر ایک سال کے قریب بنتی ہے۔ ملا واحدی صاحب نے اپنی تصنیف میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"ڈاکٹر سعید احمد بریلوی روزنامہ ہمدرد کے زمانے سے دلی میں تھے۔ ہمدرد کے ایڈیٹوریل اسٹاف سے تعلق رکھتے تھے۔ ادبی ذوق نے ان کی ڈاکٹری کو ہمیشہ دبائے رکھا۔ ورنہ طبیب بھی کچھ کم اچھے نہیں تھے۔ متعدد کتابیں لکھ گئے ہیں"۔ [2]

ان بیانات سے سعید احمد کی جو حیثیت متعین ہوتی ہے، ان کی اہمیت اس سے بہت زیادہ تھی۔ اس کا اندازہ مولانا عبدالماجد دریابادی کے اس بیان سے ہوتا ہے:

"یہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعید بریلوی میرے ایک مرحوم بھائی کے، سن میں مجھ سے بہت بڑے کے ہم سبق تھے، اور اس لیے میرے لئے بالکل اجنبی نہ تھے، بلکہ میرے لیئے ایک حد تک قابلِ احترام بھی تھے۔ مناسبت انھیں اپنے فن سے بڑھ کر شعر و ادب سے تھی۔ مولانا نے جب ان کا تقرر کیا تو مجھ سے فرمایا کہ "میں ان کی قابلیت سے تو کم، ان کی ادبیت سے زیادہ متاثر ہوا"۔ اب ہمدرد میں عارف صاحب کے بعد سب سے سینیر یہی تھے اور عارف صاحب جب چلے گئے تو یہی انچارج ایڈیٹر ہو گئے۔ مولانا انھیں اپنے کامریڈ کے مضامین پڑھنے کو بتا دیتے تھے اور پھر انھیں اردو کے

---

[1] رئیس احمد جعفری، سیرت محمد علی، محولہ بالا، ص ۲۶۸

[2] واحدی، ملا؛ میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۳۰۱

قالب میں ڈھالنے کے لیے ان کو مزید ہدایات زبانی بھی دیر تک دیا کرتے۔"[۱]

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ اچھے لکھنے والے سنجیدہ انسان تھے۔ ادھیڑ عمر کے تھے سات آٹھ ماہ تک نبھا سکے۔"[۲]

سعید انصاری

ادارہ "ہمدرد" کے ایک رکن سعید انصاری تھے۔ ادارے سے ان کی وابستگی اور علیحدگی کی قطعی تاریخ کا علم تو نہیں ہو سکا لیکن سید محمد ہادی کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ "ہمدرد" کے دورِ ثانی میں شروع ہی سے (آغازِ نومبر ۱۹۲۴ء) وہ "ہمدرد" میں آگئے تھے اور ۱۹۲۶ء کے ابتدائی مہینوں تک وہ ضرور تھے۔ "ہمدرد" میں وہ سب ایڈیٹر تھے۔ انصاری صاحب لکھتے ہیں:

"راقم الحروف اس وقت (۱۹۲۵ء میں) مولانا محمد علی کے روزنامہ "ہمدرد" میں بطور سب ایڈیٹر کام کرتا تھا"[۳]

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سعید انصاری" ہم سب میں اچھا لکھتے تھے . . . . زیادہ تر ترجمہ کا کام کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ اس بات کے لیے متفکر رہتے تھے کہ خاص ان کا مضمون یا ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نوٹ ہمدرد اخبار میں چھپا کریں۔ جب تک میں اخبار میں تھا یعنی پورے پندرہ مہینے تک، جب تک تو شاید دو ایک بار ہی ایسا ہوا کہ سعید انصاری کا کوئی آزاد نوٹ اخبار میں چھپا تھا"[۴]

ان کا ایک مشہور ترجمہ گاندھی جی کی خود نوشت کا تھا جو ایک مدت تک "ہمدرد" میں نکلتا رہا تھا۔

---

[۱] عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۵۔۲۴۴

[۲] محمد ہادی، سید: علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۱۳۵

[۳] سعید انصاری، مہاتما گاندھی اور علی برادران (مقالہ) آجکل دہلی، مولانا محمد علی نمبر، دسمبر ۱۹۷۸ء، ص ۴۳

[۴] محمد ہادی، سید: علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۳۳-۱۳۲

عبدالہادی خاں مولوی محمد عبدالہادی خاں شاہجہاں پور (یوپی) میں دیوبندی مکتبۂ فکر کے عالم تھے۔ ان کے دادا نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا، اور شہادت کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ جائداد بحق سرکار ضبط ہو کر ان ہی کے ایک قریبی عزیز کو جو انگریزوں کے خدمت گزار تھے، مل گئی تھی۔ ان کے صاحبزادے (عبدالہادی خاں کے والد) عبدالغفار خاں اس وقت کم عمر تھے۔ جوان ہوئے تو فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔ پھر وائسرائے کے باڈی گارڈ کے لیے منتخب کر لیے گئے۔ حوالدار کے عہدہ پر فائز تھے۔ محمد عبدالہادی خاں اور محمد عبدالباری خاں دو بیٹے تھے۔ دونوں کو دینی تعلیم دلائی۔ بڑے عالم دین اور چھوٹے حافظ قرآن تھے۔ حافظ عبدالباری خاں نے جوانی میں انتقال کیا۔

عبدالہادی خاں نے ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم شاہجہاں پور میں حاصل کی۔ اور تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی سے کی۔ مفتی اعظم محمد کفایت اللہ شاہجہاں پوری ثم دہلوی کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ عربی فارسی کے اعلیٰ امتحانات کے علاوہ انٹرنس کا امتحان بھی پنجاب یونیورسٹی سے پاس کر لیا تھا۔ عملی زندگی کا آغاز اینگلو عربک اسکول دہلی میں مدرسی سے کیا۔ اسی زمانے میں کچھ عرصہ ہمدرد کی مجلس ادارت سے بھی وابستہ رہے تھے۔ یہ بات مرحوم نے خود راقم الحروف کو بتائی تھی۔ ان کے کئی مقالے مولانا محمد علی نے بہت پسند کیے تھے۔ اور انھیں ہمدرد میں بطور مقالہ افتتاحیہ چھاپا تھا۔ مولانا محمد علی سے مرحوم کو بڑی عقیدت تھی۔

مصنف بھی تھے اور شاعر بھی۔ قیس تخلص کرتے تھے۔ صرف و نحو میں ان کی دو کتابیں اور مرقاۃ العربیہ کے نام سے عربی زبان سکھانے کے لیے چار حصوں میں ایک نہایت عمدہ سلسلہ تالیف کیا تھا۔ ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء میں مرقاۃ العربیہ کا اشتہار ہمدرد میں مدت تک نکلتا رہا۔ ان کے کلام میں صرف دو غزلیں دستیاب ہوئی ہیں جو ہمدرد میں "شعر و سخن" کے کالم میں چھپی تھیں [۱]

مولوی عبدالہادی خاں مطالعے کے نہایت شائق تھے۔ معلومات نہایت وسیع تھیں۔ اخلاق و شرافت اور وضع داری کا پیکر تھے۔ معاملات نہایت صاف رکھتے تھے۔ تقویٰ اور

۱؎ قیس شاہجہان پوری، مولوی محمد عبدالہادی خاں، غزل، روزنامہ ہمدرد، دہلی۔ ۵ر مارچ ۱۹۲۶ء ص ۱
و ۲ر جون ۱۹۲۶ء ص ۱

کمال دیانت کا نمونہ تھے۔ آخر عمر میں عبادت و ریاضت کا ذوق بڑھ گیا تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے قریب دلی کی سکونت اور مشاغل ترک کرکے شاہجہاں پور آ گئے تھے اور کتابوں کی دوکان کھول لی تھی۔ ۱۹۶۷ء میں تقریباً ستتر سال کی عمر میں لاولد فوت ہوئے۔۔۔۔۔

ایک اور رکن ادارہ

ہمدرد کے ایک اور نو عمر ممبر جوان ہی ممبران میں سے تھے جن کا ذکر پچھلے صفحات میں ہوا یا کوئی اور ممبر تھے جن کے لیے مولانا عبدالماجد نے سفارش کی اور مولانا محمد علی نے تفصیل کے ساتھ ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مولانا دریا بادی نے خط چھاپتے ہوئے ان کا نام حذف کر دیا، اور اس طرح ان کی شخصیت پر پردہ پڑ گیا۔ کیا تعجب کہ کوئی صاحب علم اس خالی جگہ کو پُر کر دیں۔ مولانا محمد علی جواباً اُن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔ کے متعلق میرا تجربہ ہے کہ وہ حریص زیادہ ہیں۔ جس منزل پر آپ ان کو پہنچانا چاہتے ہیں، اس کی اہلیت ان میں بالکل نہیں۔ صرف خواہش سے کام نہیں چل سکتا۔ حکیم صاحب کا حیدر آباد میں کوئی خاص اثر نہیں۔ البتہ اگر میں مجبور کروں تو ضرور لکھ دیں گے۔ مگر میرے لیے یہ ایک قسم کا جھوٹ بولنا ہوگا، جسے میں جائز نہیں رکھتا۔ اب تک جو مواقع آئے، میں نے ان کو کچھ ترقی کرتے نہیں پایا۔ اب تک مزاج میں لڑکپن ہے۔ کامن سینس بالکل نہیں، جس سے کچھ کام لیں۔ مواد جمع کر دیا جائے تب بھی کچھ اخذ نہیں کرتے۔ شام کے متعلق ان کو کچھ کٹنگز دیے تھے تمام پوائنٹس بتا دیے تھے، مگر جب مضمون لکھ کر لائے تو کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ خود ایک مضمون لکھ کر بتا دیا کہ اس نہج پر لکھو۔ مگر پھر بھی اب تک مکمل مضمون نہ دے سکا۔ دو مرتبہ مضامین پڑھ چکا۔ اب تیسری مرتبہ لائے، تو میں بیماری کے سبب نہ دیکھ سکا۔ آج کسی وقت دیکھوں گا۔ بشرطیکہ بقیہ مضمون انھوں نے دے دیا۔ میں ان کی ترقی کا خواہاں ہوں اور دل سے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ جرنلزم (صحافت) کے لیے صرف قلم ہی درکار نہیں۔ اس کے لیے جو باتیں درکار ہیں وہ آپ پر بخوبی روشن ہیں۔ اس لیے

کہ آپ خود بھی اس خارستان کے بادیہ پیما ہیں۔"[۱]

اس عبارت پر مولانا عبدالماجد دریا بادی نے جو نوٹ لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں:

"میں نے ہمدرد کے اسٹاف کے ایک نوعمر ممبر کے لیے سفارش کی تھی کہ اگر حکیم اجمل خاں صاحب انھیں حیدر آباد سے کوئی وظیفہ دلا دیں تو وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر چلے جائیں۔"[۲]

مولانا محمد علی کا یہ خط ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء کا ہے۔ اوپر جن ارکان ادارہ کا ذکر آیا ہے ان میں کوئی ایسا نوعمر ممبر نظر نہیں آتا، جو ان صفات کا حامل ہو۔

محمد عالم

ان کے بارے میں سید محمد ہادی نے صرف یہ دو جملے لکھے ہیں:

"محمد عالم پنجاب کے رہنے والے تھے۔ وہ زیادہ تر ترجمہ ہی کیا کرتے تھے۔"[۳]

عبدالماجد

ہمدرد کے دور ثانی میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کا مشورہ قدم قدم پر شامل رہا۔ مجلس ادارت کے انتخاب، وقائع نگاروں کے تقرر، انتظامی امور، کالم نگاری، اداریہ نویسی، عام مضمون نگاری، حتیٰ کہ خریدار بنانے اور دوسرے اہل علم سے مضمون لکھوانے تک کی فکر دسی تھی۔ اور پھر ۱۹۲۸ء میں مولانا محمد علی کے سفر یورپ کے موقع پر تو ادارتی امور کی نگرانی کی ذمہ داریاں قطعی طور پر ان پر آ پڑی تھیں۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں اور ان تمام چیزوں نے مولانا عبدالماجد دریا بادی کا تعلق ہمدرد سے اتنا گہرا اور قوی کر دیا ہے کہ انھیں ادارہ ہمدرد سے باہر کی شخصیت تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا محمد علی اور ادارہ ہمدرد کے دیگر اراکین کے جو خطوط "خطوط مشاہیر" اور "محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق" میں شامل ہیں، ان سے مذکورۃ الصدر اور ہمدرد سے مولانا دریا بادی کے تعلقات کے ہمہ جہت پہلوؤں پر بخوبی روشنی پڑتی ہے[۴] جب ہمدرد اور کامریڈ نکلنے والے تھے تو مولانا دریا بادی نے دہلی کا سفر کیا۔

---

[۱] عبدالماجد دریا بادی، (مکتوب الیہ و مرتب) خطوط مشاہیر محولہ بالا ص ۴۲ - ۲۴۱

[۲] ایضاً ص ۲۴۱ (حاشیہ)

[۳] محمد ہادی، سید؛ علی برادران اور ان کا زمانہ محولہ بالا، ص ۱۳۳

[۴] عبدالماجد دریا بادی (مکتوب الیہ و مرتب، خطوط مشاہیر لاہور، نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۹ء طبع ثانی، ص ۲۵۱

اور اپنے مفید مشوروں سے ہمدرد کے انتظامات کو بہتر سے بہتر انداز میں انجام دینے کی کوشش کی[۱] چند اقتباسات سے ہمدرد سے مولانا دریا بادی کے تعلق و دلچسپی کی پوری تصویر سامنے آجائے گی۔ مولانا دریا بادی لکھتے ہیں :۔

۱۔ اپنے حسن ظن کی بنا پر محمد علی کامریڈ تک میں میرے مشورے کو ضروری سمجھ رہے تھے اور ہمدرد کے اسٹاف کا تو گویا تقرر موقوف ہی میرے مشورے پر تھا[۲]

۲۔ یہ بھی ٹھیری کہ مختلف مرکزی مقامات میں ہمدرد کے وقایع نگار خصوصی مقرر ہوں چنانچہ لکھنؤ، بمبئی، علی گڑھ وغیرہ میں وقائع نگاروں کا تقرر ہوا۔ اور مشاہیر اہلِ قلم سے درخواست کی گئی کہ سیاسی، علمی، ادبی، مذہبی عنوانات پر اپنے ماہرانہ و فاضلانہ مقالات سے وقتاً فوقتاً ناظرین ہمدرد کو مستفید کرتے رہیں۔ یہ ساری خدمت مولانا کی نیابت میں ان کا یہ نیازمند ہی انجام دیتا رہا[۳]

۳۔ ۸ راکتوبر ۱۹۲۴ء کو مولانا محمد علی کی طرف سے دفتر کے ایک شخص کا لکھا ہوا مولانا دریابادی کو خط ملا جس میں مولانا محمد علی کی یہ درخواست تھی :

"مولانا فرماتے ہیں کہ براہِ کرم چند مضامین ابتدائی اشاعتوں کے لیے جس قدر جلد ممکن ہو تیار کر دیں"[۴]

۴۔ خود مولانا دریابادی لکھتے ہیں :۔۔۔

"کام کی تو اپنے دل سے لگی ہوئی تھی۔ خریدار بنانے، مضمون لکھنے اور دوسروں سے لکھوانے، حیدرآباد وغیرہ میں وقائع نگار مقرر کرنے میں برابر خط و کتابت میں لگا ہوا تھا"[۵]

۵۔ ہمدرد کے اجرا کے انتظامات کے لیے مولانا دریابادی ستمبر ۱۹۲۴ء میں سفر کر چکے تھے۔[۶]

---

[۱] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول ص ۱۶۶

[۲] ایضاً ص ۱۶۴

[۳] ایضاً ص ۶۹ ۔ ۱۶۸

[۴] ایضاً ص ۱۷۷

[۵] ایضاً ص ۱۷۷

[۶] ایضاً ص ۱۶۹

اکتوبر میں کامریڈ اور نومبر ۱۹۲۴ء میں ہمدرد بھی نکل آیا تو اب پھر مولانا محمد علی کا تقاضا تھا کہ دہلی آئیں - ۱۱ر نومبر کو محمد جعفری نے انھیں خط لکھا :-

"مولانا فرماتے ہیں کہ اب آپ براہِ عنایت فوراً تشریف لے آئیے۔ آپ کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ چند دن ہمدرد میں کام کرنے والوں کو راہ پر لگا کر کامریڈ کا کام دیکھیے گا۔ اور سارے بزی نس - (Business) کے آپ مالک و ذمہ دار ہوں گے" لے

۶ - مولانا دریا بادی نے اپنے خط میں لکھا کہ ولایتی اخبارات اور رسالوں کا منگانا ازبس ضروری ہے۔ کامریڈ کے لیئے تو وہ بہر حال آئیں گے ۔ اگر وہ ان کے (مولانا دریا بادی) کے پاس بھیج دیئے جایا کریں تو ہمدرد کے لیئے بھی وہ ان سے کام لے سکیں گے ۔ ان میں سے بعض مضامین ترجمہ کے اور بعض تلخیص کے قابل ہوں گے اور بعض نقد کے قابل ہوں گے ۔ مذکورۃ الصدر خط ہی میں اس بات کا جواب بھی ہے ۔ مولانا محمد علی کی طرف سے جعفری صاحب لکھتے ہیں :

"آپ ایک دفعہ آجائیے اور تمام ولایتی ڈاک کو دیکھ لیجیئے جو جرائد و رسائل آپ کو پسند ہوں گے ان کی فہرست دے دیجیے گا اس کے بعد ہمیشہ آپ کی خدمت میں بھیجے جایا کریں گے" لے

۷ - ایک اور اقتباس سے اس مسئلے پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ مولانا دریا بادی لکھتے ہیں :

"اپنا وقت جتنا سچ کے لیے صرف کرتا تھا اس سے کچھ زاید ہی ہمدرد کے لیئے بھی نکالتا اور دریا باد کے گوشۂ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے جتنی بھی خدمت ممکن ہوتی ۔ اپنی بساط کے لائق دونوں کی کرتا رہتا۔ ہمدرد کے لیئے مستقل مضامین الگ لکھ کر بھیجتا رہتا ۔ ہر پرچہ کے لیے قرآن مجید کی ایک آیت مع تشریحی ترجمہ کے دیتا ۔ اور سچ کے متعدد مضامین ہمدرد خود بھی اپنے ہاں نقل کرتا رہا" سے

لے عبدالماجد دریا بادی، محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۷۸

لے ایضاً ص ۱۷۹

سے ایضاً ص ۱۸۶

ہمدرد تجارتی نقطۂ نظر سے تو نہ اول دور میں کامیاب اخبار تھا، نہ دوسرے دور میں، دوسرے دور میں تو وہ شروع ہی سے نقصان میں چل رہا تھا۔ یہ نقصان کوئی ایک دن کا نہ تھا، بلکہ مسلسل تھا آخر کب تک برداشت کیا جاتا۔ اب وہ وقت آ گیا کہ یہ نقصان ناقابلِ برداشت ہو گیا اور مولانا محمد علی اسے بند کر دینے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جو ہمدرد کی اہمیت کو جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ملک کو اس کی ضرورت ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، مولوی ظفرالملک علوی انھیں لوگوں میں سے اور ان کے ترجمان تھے۔ اور مولانا شوکت علی اس پارٹی کی کمک کو موجود تھے۔ مولانا محمد علی سے گفتگو ہوئی اور فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا محمد علی خود تو اس کی ادارت سے ہٹ جائیں اور انتظامی و مالی ذمہ داریوں سے بھی سبک دوش ہو جائیں۔ لیکن روزنامہ بدستور جاری رہے۔ اس کے بعد مولانا دریابادی لکھتے ہیں:

"ایڈیٹوریل پالیسی کی نگرانی اس خاکسار کے سپرد اور انتظامی پہلو مولوی ظفرالملک کے ذمے اور اس جدید اسکیم کا نفاذ ۷؍مئی سے ہو جائے"۔[1]

اور فیصلے کے مطابق اس جدید اسکیم کا نفاذ بھی ہو گیا۔ مولانا محمد علی ہمدرد کی انتظامی و مالی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو گئے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹوریل پالیسی کے نگراں بن گئے، انتظامی امور مولوی ظفرالملک کے ذمے ہو گئے اور ایڈیٹر کی ذمہ داریاں محمد جعفری نے سنبھال لیں۔ ۲۱؍مئی ۱۹۲۸ء کا جو پرچہ چھپ کر عوام تک پہنچا، وہ اس جدید اسکیم کے مطابق تھا۔ مولانا محمد علی کا نام تھا، لیکن 'بانی' کی حیثیت سے ۔۔۔

۲۵؍مئی ۱۹۲۸ء کو مولانا محمد علی علاج کی غرض سے یورپ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ۱۹۲۸ء کے اواخر میں مولانا یورپ سے واپس آئے۔ لیکن ان کے واپس آنے کے بعد بھی ہمدرد اسی انتظام کے مطابق نکلتا رہا۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں:

"محمد علی ہندوستان آ گئے لیکن ہمدرد بدستور میرے ہی چارج میں رہا۔ پرچے کی پیشانی پر بحیثیت بانی ان کا نام ہوتا تھا اور بحیثیت نگراں میرا"۔[2]

اور اسی طرح ۱۲؍اپریل ۱۹۲۹ء کی اشاعت کے بعد ہمدرد ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ۔۔۔

---

[1] ایضاً حصہ دوم ص ۲۹

[2] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ دوم ص ۹۷

سمیع آرٹسٹ

آرٹسٹ، کارٹونسٹ اور خوش نویس کسی اخبار کے ادارے کا لازمی جزو ہوتے ہیں۔ ان شخصیات کے بغیر کسی اخباری ادارے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ آج کل انھیں عامل صحافی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے نامناسب نہ ہوگا کہ ہمدرد کے کارٹونسٹ اور ماہر فن خوش نویس کا ذکر بھی کر دیا جائے۔ یہ خوش نصیب آرٹسٹ عبدالسمیع خاں تھے، جنھیں ہمدرد جیسے تاریخ ساز روزنامہ اور ہفتہ وار کامریڈ میں کام کرنے کا موقع ملا۔ سمیع مرحوم کا اصلی وطن امروہہ (ضلع مرادآباد) تھا لیکن ان کی پیدائش ہوشنگ آباد (سی پی) میں ہوئی تھی۔ مولانا محمد علی سے ان کا تعارف محمد مارما ڈیوک پکتھال ایڈیٹر بمبئی کرانیکل نے کرایا تھا۔ ہمدرد اور کامریڈ میں ان کے بہت کارٹون چھپے۔ رئیس احمد جعفری نے ان کے پانچ کارٹون "علی برادران" میں بھی شامل کیے ہیں۔ ان کارٹونوں پر عبارت مولانا محمد علی کے قلم سے ہے۔

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"سمیع آرٹسٹ بھی ہم میں آکر شامل ہو گئے جو بمبئی کے آرٹ کالج کے فارغ التحصیل تھے اور دستی تصاویر اور کارٹون خوب بناتے تھے۔"[1]

ان سطروں کے پہلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیع آرٹسٹ دسمبر ۱۹۲۴ء اور فروری ۱۹۲۶ء کے مابین (۱۹۲۵ء) ادارہ "ہمدرد" "کامریڈ" میں شریک ہوئے ہوں گے۔

مولانا محمد علی نے ایک مرتبہ پنڈت مدن موہن مالوی جی سے ان کا تعارف یہ کہہ کر کرایا تھا کہ "یہ سی پی کا موتی ہے۔" سمیع صاحب بڑے کامیاب اور اپنے فن میں ماہر کارٹون تھے۔ ان کے کارٹون ہمدرد اور کامریڈ کے علاوہ ہندوستان ٹائمز، نیشنل کال، ہندو، ریاست، پنچ، ڈان وغیرہ میں چھپتے رہے۔[2] تقسیم ملک کے بعد پاکستان آ گئے تھے۔ کراچی میں مقیم تھے، چند سال ہوئے یہیں انتقال ہوا۔

محمد الدین

منشی محمد الدین ہمدرد کے مستقل کاتب نہیں تھے۔ لیکن ہمدرد کی لوح اور اس کے مستقل کالموں کے عنوان ان کے قلم نفاست رقم کے شاہکار ہیں یہی

---

[1] محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا ص ۴۳

[2] رئیس احمد جعفری، سید (مرتب) علی برادران، محولہ بالا، بالمقابل ص ۲۴۱

وہ ماہرِفن خوش نصیب ہیں جنھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال اور البلاغ کی لوح اور اس کے مستقل صفحات کی سرخیاں لکھی تھیں۔ انھوں نے اور بھی کئی تاریخی اہمیت کے کام کیے۔ مثلاً ڈپٹی نذیر احمد کی الحقوق والفرائض، الطاف حسین حالی کی مسدس مدوجزر اسلام معروف بہ مسدس حالی، عنایت اللہ مشرقی کا تذکرہ، اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن حصہ اول کی پہلی اشاعت کی کتابت منشی محمد الدین نے کی تھی [۱]

منشی محمد الدین ابن نظام الدین کا آبائی وطن چھنڈیالہ ضلع گوجرانوالہ تھا۔ ۱۸۸۰ء میں ترک وطن کر کے دہلی چلے گئے تھے اور پھر زندگی بھر دہلی میں رہے۔ وہ محض ایک کاتب اور خوش نویس ہی نہ تھے بلکہ ادبی اور دینی ذوق بھی رکھتے تھے اور بڑے راسخ العقیدہ مسلمان تھے کبھی اپنے عقیدے کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھی۔ دارالعلوم، غنی المطابع اور الماس پریس کے نام سے مختلف اوقات میں انھوں نے پریس بھی قایم کیے۔ ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا۔ سیاسی اور انقلابی خیالات کی بنا پر کئی بار ان کے پریس ضبط ہوئے تھے۔ منشی محمد الدین نے ۳ر جولائی ۱۹۴۳ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ انھوں نے اپنے پیچھے اپنے شاگردوں کی ایک ایسی جماعت بھی چھوڑی جس نے اُن کے نام اور فن کو زندہ رکھا۔ اس میں ایک تو خود ان کی صاحبزادی فاطمۃ الکبریٰ اعلیٰ درجے کی خوش نویس تھیں ۱۹ر دسمبر ۱۹۶۷ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کے دوسرے شاگرد ان کے چھوٹے بیٹے تھے جو اپنے کمال فن کی بنا پر استاد یوسف کے عرف سے مشہور تھے محمد یوسف نام تھا۔ ۱۱ر مارچ ۱۹۷۷ء کو انتقال ہوا۔ دیگر شاگردوں میں منشی شفاعت احمد مرحوم اور منشی عبدالخالق بہت مشہور ہوئے۔ اور ایک شاگرد بواسطہ استاد محمد یوسف منشی عبدالمجید اس سلسلے کے پاکستان میں نامور خوش نویس ہیں۔ منشی محمد الدین کی اولاد میں منشی عبدالقدیر کٹر قوم پرور تھے، دوسرے ضیاء الدین احمد برنی مشہور مصنف و مترجم ہوئے، تیسرے محمد یوسف تھے، جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ منشی عبدالقدیر ہندوستان میں رہے۔ ۲۵ر جنوری ۱۹۶۹ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ دوسرے دونوں بیٹے اور صاحبزادی فاطمۃ الکبریٰ پاکستان آگئے

---

[۱] برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۵۷، ۵۸

تھیں۔ تینوں کراچی میں پیوندخاک ہوئے۔ برنی صاحب نے ۱۹۶۸ء میں انتقال کیا[۱]

محفوظ علی

سید محفوظ علی بدایونی ہمدرد اور کامریڈ کے مینیجر تھے۔ لیکن انھوں نے ہمدرد کے گیسو سنوارنے میں بھی کسی دوسرے سب ایڈیٹر سے کم حصہ نہیں لیا۔ دو دو اخباروں کے اداروں کے انتظامی امور کو انجام دینا بجائے خود کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ان ہنگاموں میں نہ صرف ادبی ذوق کا برقرار رکھنا، بلکہ اپنے کمال مشاطگی سے ہمدرد کے حسن اور اس کے نکھار میں اضافہ کیا، معاصرین میں اسے امتیاز عطا کیا اور ہمدرد کے سواد تحریر کو ہم رنگ آسماں کر دیا ـــــ

سید ہاشمی فرید آبادی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق کے انکار کے بعد انھیں خیال پیدا ہوا کہ محفوظ علی کو ہمدرد کا ایڈیٹر بنا یا جائے اور یہ سوچ کر ہاشمی صاحب کو انھیں لانے کے لیے بدایوں بھیجا۔ ہاشمی مرحوم لکھتے ہیں :

> "ہمدرد کی ادارت کے لیے مولوی عبدالحق سے مایوسی کے بعد ان کی نظر محفوظ علی پر گئی۔ وہ عرصے سے وعدے کر رہے تھے۔ کبھی کبھی چند روز کے لیے آجاتے تھے، پھر چلے جاتے تھے۔ مگر اس دفعہ ایسے گئے کہ نہ آتے تھے نہ خط لکھتے تھے۔ محمد علی نے مجھے حکم دیا: جاؤ محفوظ علی کو پکڑ لاؤ ـــ بھاگ گیا ہے"[۲]

میرا خیال ہے کہ یہ درست نہیں کہ محمد علی انھیں ایڈیٹر بنانا چاہتے تھے اور اس لیے انھیں بلوا رہے تھے۔ خود سید محفوظ علی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار نکالنے کا فیصلہ محمد علی نے ۱۹۰۷ء میں بمبئی میں کیا تھا اور اسی وقت یہ بھی طے کر لیا تھا کہ وہ اس کے ایڈیٹر اور محفوظ علی اس کے انتظامات کے نگراں ہوں گے۔ محفوظ علی لکھتے ہیں :۔

---

[۱] برنی، ضیاء الدین، منشی محمد الدین (مقالہ) عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۶۵-۵۳-۴۔
اس نوٹ کی تکمیل میں منشی عبدالقدیر مرحوم کے صاحبزادے علاء الدین خالد یکے از بانیان اردو اکیڈمی سندھ، کراچی اور منشی عبدالخالق سے بھی استفادہ کیا ہے۔

[۲] ہاشمی فرید آبادی، سید، چند ہفتے محمد علی کے ساتھ (مقالہ) علی برادران (مرتبہ سید رئیس احمد جعفری) محولہ بالا، ص ۳۳

"بمبئی ہی میں جب اخبار نکالنے کا قصد مصمم ہوا تو یہ بھی طے ہوا تھا
کہ محمد علی ایڈیٹر ہوں اور میں پیچ مینر منیجر۔ اس کے بعد محمد علی کو برائے چند
بڑودہ جانا پڑا اور مجھے تجارت کے کاروبار کو آگ لگا کر مستقلاً گھر آنا
پڑا۔ اگرچہ ان کی طلبی پر بڑودہ اور بمبئی بار بار گیا۔" [1]

سید صاحب نے یہ بات ۱۹۰۷ء میں اپنے قیام بمبئی کے زمانے کے متعلق کہی ہے۔ اس کے بعد اگرچہ اخبار نکالنے میں کئی سال لگ گئے۔ لیکن یہ فیصلہ اپنی جگہ برقرار رہا اور جب مولانا محمد علی ملازمت کے جھنجھٹ سے نکل کر آمادۂ سفر ہوئے تو محفوظ علی کی ذاتی مجبوریاں ان کی دامن گیر تھیں اور گھر کی اور زمینداری کی ذمہ داریوں نے پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں، یہاں تک کہ ۱۴ر جنوری ۱۹۱۱ء کو کلکتہ سے کامریڈ کا پہلا پرچہ شایع ہوگیا۔ اب مولانا محمد علی کی جانب سے میر صاحب کی طلبی کے تقاضے میں شدت پیدا ہوگئی اور ۱۹۱۲ء تک اس میں تلخی کا عنصر بھی شامل ہوگیا اور پھر ۷ر جولائی ۱۹۱۲ء کو مولانا انھیں لینے کے لیے بذاتِ خود بدایوں پہنچ گئے اور جب تک ان کے والد ماجد سے یہ وعدہ نہیں لے لیا کہ وہ محفوظ علی کو جلد سے جلد فارغ کردیں گے، بدایوں سے ٹلے نہیں [2] اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا کامریڈ کو دہلی لے آئے۔ اب محفوظ علی دہلی پہنچ گئے اور اخبار کے انتظام کو انھوں نے ہاتھ میں لے لیا ـــــ

میر صاحب خط وکتابت کے ذریعے سے ہمدرد کے لیے برابر ہدایات بھیج رہے تھے لیکن ہمدرد کے سارے انتظامات اور واقعی بند و بست کا دار و مدار ان کے کلکتہ پہنچنے پر تھا محمد علی اس کے لیے بار بار انھیں خط لکھ رہے تھے ۱۹۰ر اگست کو انھوں نے میر صاحب کے نام جو خط ڈھاکہ سے لکھا تھا اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمدرد کے لیے ان کی شخصیت کس درجہ ناگزیر تھی مولانا لکھتے ہیں:

"سید ہاشمی ایک ہفتہ سے آپ کا سخت منتظر ہے اور چونکہ "ہمدرد" کے تقریباً تمام کاروبار کا انحصار
آپ کی ذات پر ہے۔ اس لیے اس کا وقت درحقیقت بے کار رہے اور رایگاں جارہا ہے۔ تمام
وہ خطوط، رسل و رسائل آپ جو "ہمدرد" کے متعلق لکھتے لکھاتے ہیں، آپ کی تحت میں

---

[1] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات، سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا،
ص ۱۳۱ نیز رئیس احمد جعفری، سید (مرتب) علی برادران، محولہ بالا ص ۱۱

[2] ایضاً طنزیات و مقالات ص ۱۳۱ و علی برادران ص ۱۱-۱۰

ہونے کی وجہ سے جوں کے توں پڑے ہیں"۔ ؎۱

اس کے کچھ عرصے بعد مولانا کامریڈ کو دہلی لے آئے، محفوظ علی بھی دہلی پہنچ گئے اور اخبار کے انتظام کو انھوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مولوی محی الدین نے ان کے دہلی پہنچنے کی تاریخ اور مدت قیام بھی بتلادی ہے وہ لکھتے ہیں:

"اکتوبر ۱۹۱۲ء میں قبلہ وکعبہ نے دہلی پہنچ کر ہمدرد کے نکلنے کے انتظامات کو سنبھالا اور بالآخر اس کو جاری کرکے تقریبًا دو سال بعد بدایوں آئے"۔ ؎۲

لیکن جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، وہ ہمدرد کے محض مینیجر ہی نہ تھے، بلکہ ہمدرد کے ادبی امتیاز کے موجب بھی تھے۔ ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں:۔

"ہمدرد و کامریڈ کے مینیجر میر محفوظ علی بدایونی بھی کبھی کبھی ہمدرد میں مزاحیہ مضامین لکھا کرتے تھے جو بڑے ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے"۔ ؎۳

میر صاحب کے صاحبزادے مولوی محی الدین نے مزاحیہ مضمون نگاری اور "تجاہل عامیانہ" کے خاص کالم کی تزئین کے ساتھ اداریہ نویسی کی خدمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"سید محفوظ علی ہمدرد کے مینیجر ہی نہیں تھے۔ بلکہ اکثر اس کے اداریے رقم فرماتے تھے اور فکاہی کالم تو خود انھیں کے تخیل اور شوخیٔ طبع کی پیداوار تھا۔ بحیثیت مجموعی وہ ہمدرد کی مشاطگی کے ذمہ دار تھے"۔ ؎۴

اردو کے ادیب طناز پروفیسر رشید احمد صدیقی "تجاہل عامیانہ" کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"مولانا محمد علی کامریڈ اور ہمدرد کا دفتر کلکتہ سے اور سید محفوظ علی کو بدایوں سے دلّی لائے۔ اس زمانے میں ہمدرد میں مضامین کا ایک سلسلہ "تجاہل عامیانہ" کے عنوان سے شایع ہونا شروع ہوا جس کے مصنف سید صاحب تھے۔ یہ مضامین اس زمانے میں اخباری طنز و ظرافت کا اعلیٰ نمونہ قرار دیئے گئے۔ مولانا محمد علی اور ولایت علی بمبوق کے مضامین دیکھنے کے لیے لوگ جس

؎۱ محمد سرور (مرتب) خطوط محمد علی، دہلی، مکتبہ جامعہ ۱۹۴۰ء ص ۲۶۶

؎۲ محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۲۶

؎۳ برنی، ضیاء الدین؛ عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۴۹

؎۴ محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۱۲۶

طرح کامریڈ کے لیئے بے تاب رہتے تھے۔ تجاہل عامیانہ کے لیے اسی طرح ہمدرد کے۔ تجاہل عامیانہ میں اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی مسائل پر بڑی لطیف تنقید ہوتی تھی۔ تجاہل عامیانہ کی تقلید میں مدتوں مضامین لکھے گئے اور سید صاحب کا یہ تصرف عرصے تک ہمارے انشا پردازوں کے ذہن و قلم پر کارفرما رہا"۔ [۱]

۱۹۲۴ء میں جب دوبارہ ہمدرد کا احیا ہوا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ میر محفوظ علی کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ لیکن میر صاحب اس وقت گوشہ نشینی اختیار کر چکے تھے [۲] اس لیے میر صاحب نہ دہلی آئے نہ سابقہ تعلق جیسا تعلق رکھا، لیکن "تجاہل عامیانہ" کے پردے میں وہ کبھی کبھی اپنی جھلک دکھاتے رہے۔ بالآخر بدایوں کی گدڑی کے اس لعل نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو بعد نماز ظہر اپنی جان عزیز کو جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ [۳]

سید محمد ہادی

سید صاحب ان طلبہ میں سے تھے جنھوں نے سب سے پہلے علیگڑھ کالج کو خیرباد کہا۔ ترک تعلیم کے بعد جامعہ پریس علیگڑھ کے مینجر ہو گئے تھے۔ پھر انہیں مولانا محمد علی نے دہلی بلا لیا اور وہ ہمدرد کے ادارے سے وابستہ ہو گئے اور مختلف کام انجام دیتے رہے۔ ترجمہ کا کام کرتے تھے، اور مولانا محمد علی کی جمعہ کے روز کی تقاریر کے نوٹس بھی لیتے تھے، جو کبھی کبھی ہمدرد میں شائع بھی ہوتی تھیں۔ مولانا محمد علی سے انہیں نہایت عقیدت تھی لیکن زاہد، عثمان اور منور کے وہ بہت شاکی تھے۔ انہوں نے اپنے مشاہدات و تجربات پر مبنی ایک کتاب "علی برادران اور ان کا زمانہ" بھی لکھی ہے جس سے اس عہد کی، خصوصاً مولانا محمد علی کے مزاج و سیرت کے بارے میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس سے مولانا محمد علی سے ان کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں ان طلبہ میں سے ہوں جن کو مولانا محمد علی، علی گڑھ کالج سے اپنے ساتھ نکال کر لائے تھے اور طلبہ کے ساتھ مجھ سے بھی قرآن شریف اٹھوا کر حلف لیا تھا کہ اب ہم

---

[۱] رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گرانمایہ، حیدر آباد دکن، سلطان بک ڈپو، س۔ن، ص ۱۸۸

[۲] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، بحوالہ بالا، حصہ اول، ص ۱۶۲،

[۳] محی الدین بدایونی، محمد (مرتب) طنزیات و مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا، ص ۴۲

علیگڑھ کالج نہیں جائیں گے" (ص ۱۲۴)

جامعہ کے کاموں میں انہوں نے مولانا محمد علی کا ہاتھ بٹایا۔ پھر جامعہ پریس علیگڑھ کے منیجر ہو گئے۔ اواخر ۱۹۲۴ء میں مولانا محمد علی نے انہیں "ہمدرد" کے اسٹاف میں شامل ہو کر کام کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۲۴ء میں دہلی چلے گئے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

"اکتوبر ۱۹۲۴ء میں ایک دن عبدالمجید خواجہ پرنسپل جامعہ مجھ سے بولے کہ مولانا محمد علی نے تم کو ہمدرد کے اسٹاف پر کام کرنے کے لیے دہلی بلایا ہے۔ میری رائے تو نہیں ہے کہ تم جاؤ، لیکن اگر تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ میں مولانا محمد علی کے نام تک کا والہ و شیدا تھا۔ ازراہِ محبت و اخلاص سمجھا کہ مولانا کو میری فلاح منظور ہو گی اس لیے بلایا ہے۔ میں نے خواجہ صاحب کو جواب دیا کہ میں ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ عبدالمجید خواجہ کو ناراض کر کے ۱۰ دسمبر ۱۹۲۴ء کو دہلی پہنچ گیا اور مولانا سے ملاقات کی۔ مولانا بولے، اچھا تم آ گئے، میں نے سنا ہے، تمہاری شادی ہو گئی ہے اچھا اور سب کو ۳۵ روپے ماہوار دیتا ہوں، تم کو ۴۵ روپے ماہوار دوں گا۔ اچھا جاؤ کام کرو۔ دہلی جیسے بڑے شہر میں ایک اجنبی اور شادی شدہ آدمی ۴۵ روپے میں کس طرح اپنا کام چلائے گا۔ لیکن مولانا کے عشق و وارفتگی میں ایسا مبتلا تھا کہ کسی مصیبت کو مصیبت نہ سمجھا اور دہلی دروازے کے قریب وکیل عبدالرحمان کے کئی کمروں کے ایک پختہ مکان میں رہنے لگا" (ص ۱۳۲)

پھر چند صفحوں کے بعد لکھتے ہیں:

"مولانا نے خاص طور پر علی گڑھ سے طلب کیا تھا تو میں سمجھتا تھا کہ مجھے خاص طور پر سے مولانا "ہمدرد" کی ایڈیٹری یا منیجری کی ٹریننگ دیں گے۔ یہاں آ کر دیکھا تو عالم ہی دوسرا تھا۔ شروع میں دو تین ماہ تو میں بڑے شوق اور محنت سے رائٹر کمپنی کے تاروں کا ترجمہ کرتا رہا۔ . . . لیکن زاہد علی اور عثمان علی میرے پیچھے پڑے رہتے تھے اور یہی کہتے رہتے تھے، تم نے یہ نہیں کیا، تم نے وہ نہیں کیا لیکن مجھے مولانا کی الفت اور محبت حد سے زیادہ عزیز تھی۔ میں ان لوگوں کے کلمات کو ہمیشہ برداشت کرتا رہا۔ کبھی یہ لوگ کہتے، جاؤ کلرکی کرو، میں کلرکی کرنے لگتا تو کبھی کہتے جاؤ روزانہ کا آمد و خرچ لکھو، میں وہ کرنے لگتا۔ کبھی کہتے، مشتہرین سے خط و کتابت کرو، اچھا

وہ کرنے لگتا۔ . . . پورے پندرہ ماہ ہمدرد" کے آفس میں خدمت کی" (ص ۱۳۶)

پھر چند صفحوں کے بعد لکھتے ہیں :

"ہر جمعہ کے دن میں آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ نماز کے بعد وہ تقریر ضرور کرتے تھے ..

. . . . کبھی مجھ سے کہتے "نوٹ لکھتا جا، کل کے اخبار میں تقریر کا خلاصہ دینا!" میں ہمیشہ اس کی تعمیل کرتا۔ کبھی کبھی وہ چھپتا تھا اور کبھی کبھی وہ پھاڑ کر پھینک دیتے تھے"

"ہمدرد" میں انہوں نے ۱۰ دسمبر ۱۹۲۴ء سے پندرہ ماہ تک کام کیا۔ گویا کہ فروری کے آخر یا مارچ ۱۹۲۶ء کے اوائل میں ادارے سے الگ ہوئے اور حلف کا کفارہ دے کر دوبارہ علی گڑھ جاکر اپنی تعلیم کی تکمیل میں مصروف ہوگئے۔

بیدل شاہجہاں پوری

سید حامد حسین خاں بیدل شاہجہاں پوری بھی ہمدرد کے ادارے سے وابستہ رہ چکے تھے۔ مولانا محمد علی سے نہ صرف ان کی واقفیت تھی، بلکہ قریبی روابط ۱۹۰۹ء سے پہلے سے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں سید محفوظ علی بدایونی کی اہلیہ کے انتقال پر محمد علی نے جو تعزیتی خط سید صاحب کو لکھا تھا۔ اس میں ان کا ذکر موجود ہے۔ مولانا محمد علی لکھتے ہیں :-

"ہم دونوں مل کر تمھارے حال زار پر آنسو بہاتے رہے۔ مگر ؎

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال

صد سالہ می تواں بہ تمنا گریستن" [۱]

اس مقام پر محی الدین بدایونی نے بیدل پر ایک نوٹ لکھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں :

"بیدل شاہجہان پوری جو بعد میں ہمدرد کے عملے میں شامل کیے گئے"

ملا واحدی صاحب لکھتے ہیں :-

"اس کی ایڈیٹری کے لیے مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی اور مینجری کے لیے محفوظ علی بدایونی بلائے گئے اور اسسٹنٹ مینجری کے لیے بیدل شاہجہاں پوری" [۲]

ہمدرد کے تعلق سے بیدل کے بارے میں اس کے سوا کوئی اور بات مجھے معلوم نہیں۔

---

[۱] محمد سرور (مرتب) خطوط محمد علی، محولہ، ص ۲۵۲

[۲] واحدی، ملا، میرا افسانہ (قلمی) بحوالہ تعزیات (مقالات سید محفوظ علی بدایونی، محولہ بالا ص ۱۷

ہمدرد و کامریڈ اور مولانا محمد علی سے تعلق رکھنے والی چند اور شخصیات بھی ہیں، نامناسب نہ ہوگا کہ ان کا ذکر بھی کر دیا جائے تاکہ شخصیات کا یہ تذکرہ ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔

عبدالرحمٰن صدیقی اس سلسلے میں سب سے پہلی شخصیت ہمارے سامنے عبدالرحمٰن صدیقی کی ہے، جو کامریڈ کے دور اول کے مینیجر تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے طبی مشن کے سکریٹری کی حیثیت سے ترکی گئے تھے، اور وہاں سے انھوں نے متعدد خطوط میں ترکی کے حالات اور طبی مشن کے متعلق واقعات لکھ کر بھیجے جو کامریڈ اور ہمدرد میں شایع ہوئے۔ کامریڈ کے دور ثانی میں کامریڈ کے انتظامی امور میں ان کا تعاون حاصل نہیں ہو سکا۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں :-

"۱۹۲۴ء میں ..... کامریڈ کے سابق مینیجر بلکہ عقل کل عبدالرحمٰن صدیقی روٹھ کر کلکتہ جا چکے اور اپنا الگ کاروبار جما چکے تھے" [۱]

عبدالرحمٰن سورت کے رہنے والے تھے۔ لیکن تعلیم کے سلسلے میں چونکہ وہ اپنے ماموں علی محمد خاں دہلوی کے ساتھ ایک مدت تک حیدر آباد (سندھ) میں رہ چکے تھے، جہاں ان کے ماموں قانونی پریکٹس کرتے تھے۔ اس لیے سندھی مشہور ہو گئے تھے [۲]

عبدالرحمٰن نے تجارت اور صحافت میں بڑا نام پیدا کیا۔ کلکتہ میں اپنا کاروبار شروع کیا اور نہایت کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ وہیں سے انگریزی روزنامہ "مورننگ نیوز" نکالا جسے بعد میں وہ ڈھاکہ لے گئے۔ پاکستان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۵۲ء میں کچھ عرصہ مشرقی پاکستان کے گورنر بھی رہے تھے۔ ۲۴ مئی ۱۹۵۳ء کو کراچی میں انتقال ہوا [۳]

زاہد علی مولانا شوکت علی کے بیٹے اور مولانا محمد علی کے بھتیجے اور داماد، مولانا کی صاحبزادی زہرہ بیگم ان سے منسوب تھیں

سید محمد ہادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"اس وقت یہ کوئی ۲۷ برس کے نوجوان تھے۔ انٹرینس پاس بھی نہیں۔ بس اسکول

---

۱ ؎ عبدالماجد دریا بادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول ص ۶۲،

۲ ؎ برنی، ضیاء الدین، عظمت رفتہ، محولہ بالا، ص ۷۳-۱۷۲

۳ ؎ ابو سلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، ص ۲۸۵

کی دسویں جماعت تک پڑھے ہوئے تھے۔ برائے نام یہ پریس کے اسسٹنٹ منیجر تھے۔ ہر وقت کارخانے میں اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر آتے جاتے رہتے تھے۔ ہر شخص کو ڈانٹتے ڈپٹتے رہتے تھے۔ روزانہ بلا ناغہ سینما دیکھنے جاتے تھے اور کسی اعلیٰ کرسی پر وہاں بیٹھتے تھے۔ کارخانہ کا ہر شخص ان سے نالاں تھا۔"[1]

"ہمدرد" بند ہو جانے کے بعد روزنامہ خلافت بمبئی کو سنبھالا اور مولانا شوکت علی کے انتقال کے بعد تو انھوں نے اخبار، خلافت پریس اور خلافت کمیٹی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اُن کے بیوی بچے کراچی آ گئے تھے۔ لیکن وہ خود بمبئی میں رہے۔ بقول مولانا عبدالماجد دریابادی:-

"مرحوم و مغفور خلافت کمیٹی کے مزار پر دھونی رمائے بیٹھے تھے:

یادگار رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک"[2]

۱۹ دسمبر ۱۹۶۸ء کو اپنے بیوی بچوں سے دور خلافت کمیٹی کا یہ آخری نام لیوا بھی دنیا سے اُٹھ گیا۔[3]

عثمان علی خاں علی برادران کے بھانجے تھے اور مولانا شوکت علی کی ایک صاحبزادی بھی ان سے بیاہی تھیں۔ ہمدرد کے جنرل منیجر تھے[4] مولانا محمد علی کے ایک خط مورخہ ۳ مئی ۱۹۲۷ء بنام محمود احمد عباسی میں ہمدرد پریس سے ان کے تعلق کا ذکر آیا ہے[5]

منور علی خاں مولانا محمد علی کے عزیزوں میں سے کوئی صاحب تھے۔ دفتر ہمدرد میں خزانچی تھے۔ وسط مئی ۱۹۲۶ء کے ایک خط بنام مولانا عبدالماجد دریابادی کے حاشیے میں اُن کا نام آیا ہے[6]

---

[1] محمد ہادی، "سید"، علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۱۳۳

[2] عبدالماجد دریابادی، "زاہد شوکت علی مرحوم (شذرہ)"، صدق جدید، لکھنؤ، ۲۷ دسمبر ۱۹۶۹ء، ص ۴

[3] ابوسلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، ص ۲۸۱

[4] عبدالماجد دریابادی (مکتوب الیہ مرتب)، خطوط مشاہیر، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۹ء، ص ۲۴

[5] ابوسلمان شاہجہان پوری (مرتب)، مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۵۳

[6] عبدالماجد دریابادی (مکتوب الیہ مرتب)، خطوط مشاہیر، محولہ بالا، ص ۳۴۲

منور علی خاں کے بارے میں سید محمد ہادی لکھتے ہیں :

"مولانا (محمد علی) کے کوئی قریبی عزیز نہایت ضعیف العمر منور علی خاں تھے - ان کی مولانا بڑی عزت کرتے تھے - بس اکاؤنٹنٹ جو کام انگریزی میں کرتا تھا وہ اس کو اپنے رجسٹر میں اردو میں لکھتے تھے اور تنخواہیں اپنے ہاتھ سے لوگوں کو دیا کرتے تھے"[۱]

فاروق علی مولانا محمد علی کے عزیز اور اسٹینوگرافر تھے - سید محمد ہادی صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"یہ بھی مولانا کے قریبی عزیز تھے - کوئی تیس برس کے نوجوان تھے - لمبی کالی داڑھی رکھتے تھے - مشہور تھا کہ اسٹینوگرافر ہیں - انٹرینس تک پڑھے ہوئے تھے - ٹائپنگ یا اسٹینو کا کوئی کام مولانا کے دفتر میں نہیں تھا - بلکہ وہاں ٹائپ مشین بھی نہیں تھی - یہ زاہد علی کی طرح کسی کو ڈانٹتے ڈپٹتے نہیں تھے - زیادہ تر خاموش رہتے تھے - ادھر سے ادھر چکر لگایا کرتے تھے - میں نے پندرہ مہینے میں ایک منٹ بھی ان کو کوئی مفید کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا"[۲]

عبدالعلی خاں رام پور کے رہنے والے اور مولانا محمد علی کے ایک ہم جماعت اور ہم پیالہ وہم نوالہ حنیف خاں کے صاحبزادے تھے - ۱۹۲۴ء میں ہمدرد پریس کے مینجر تھے - اس سے پہلے وہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے پرائیویٹ سکریٹری بھی رہ چکے تھے - جامعہ پریس کے مینجر بھی رہے تھے - قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے تھے - یہیں ۶ رنومبر ۱۹۶۲ء کو انتقال ہوا[۳]

ایئر، رنگا رنگا ایئر مولانا محمد علی کے اسٹینوگرافر تھے - ۱۹۱۴ء میں مولانا محمد علی نے جو تاریخی مضمون "چوائس آف دی ٹرکس" لکھا تھا - اس کا کچھ حصہ ایر کو ڈکٹیٹ کرایا تھا - مولانا محمد علی نے چونکہ انہیں اخبار کا اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی لکھا ہے[۴] اس لیے ان کا ذکر کامریڈ کے ایڈیٹروں کے ضمن میں کیا جا چکا ہے -

---

۱ - محمد ہادی، سید؛ علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۳۲

۲ - ایضاً ص ۳۴

۳ - ابو سلمان شاہجہان پوری (مرتب) مکتوبات رئیس الاحرار، محولہ بالا، ص ۲۸۷

۴ - رئیس احمد جعفری، سید؛ سیرت محمد علی، محولہ بالا، ص ۸۳ - ۲۸۲

حسن محمد حیات پنجاب کے رہنے والے تھے۔ علی گڑھ سے بی اے کیا تھا۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں حصہ لیا اور مشہور ہوئے۔ بعد میں جامعہ ملیہ دہلی کے رجسٹرار ہو گئے تھے۔ ان کی شادی لکھنؤ میں مقیم ایک پنجابی خاندان میں ہوئی۔ اس کے بعد وہ سیاست سے کنارہ کش ہو کر بھوپال چلے گئے۔ پہلے پبلسٹی آفیسر پھر نواب کے سکریٹری ہو گئے۔ مولانا محمد علی سے خصوصی تعلق تھا اور ان کے سکریٹری کی حیثیت سے بھی کام کر چکے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان آ گئے تھے [1]۔ قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

ماسٹر مولانا دریابادی نے ان کے بارے میں یہ سطریں لکھی ہیں:-

"بمبئی کی طرف کے ایک زود نویس نوجوان، قوم کے پارسی، مسٹر ماسٹر انگریزی میں ایم۔ اے اس وقت مولانا کے گویا سکریٹری اور کاتب تھے۔ اصل میں جامعہ پریس کے منیجر تھے اور بعد کو کامریڈ پریس کے بھی منیجر کچھ روز تک رہے۔" [2]

سید محمد ہادی کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پریس کے منیجر تھے۔ انہوں نے مسٹر ماسٹر کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:

"ایک مرتبہ مسٹر ماسٹر نے کوئی بات زاہد علی کے خلاف کہہ دی۔ مولانا محمد علی نے بظاہر زاہد علی کو ڈانٹا لیکن بات وہی ہوئی جو زاہد علی چاہتے تھے۔ مسٹر ماسٹر قدرتاً رنجیدہ ہوئے۔ بظاہر انہوں نے احتجاج نہیں کیا لیکن ایسے بددل ہوئے کہ مہینہ دو مہینہ میں کسی بہانے سے بس رخصت ہو کر اپنے وطن بمبئی چلے گئے۔" [3]

عبد الغنی غالباً مسٹر ماسٹر ۱۹۲۵ء میں ادارے سے الگ ہو گئے تھے۔ اس لیے کہ اس سال ادارے کے ارکان میں شامل ہونے والے ایک صاحب عبد الغنی کا ذکر سید محمد ہادی نے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسی سال ۱۹۲۵ء میں دو تین بڑے بڑے منیجر مولانا نے بلا کر اپنے دفتر میں رکھے۔ ایک دفعہ دو چار ماہ کے لیے پنجاب کے مسٹر عبد الغنی بی اے منیجر ہو کر آئے جو تادیر

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے مکتوبات رئیس الاحرار مرتبہ ابو سلمان شاہجہان پوری ——

[2] عبد الماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول، ص ۱۲۴

[3] محمد ہادی، سید: علی برادران اور ان کا زمانہ، محولہ بالا، ص ۱۳۴

خلافت پریس میں منیجر رہ چکے تھے۔ وہ دو چار ماہ سے زیادہ نہ ٹکے۔ کیونکہ باقاعدہ دو تین سو روپے کی تنخواہ وہ چاہتے تھے اور کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کر سکتے تھے"[۱]

محمود اسرائیلی | سید محمد ہادی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود اسرائیلی "ہمدرد" کے منیجر تھے[۲] اردو فارسی کے شاعر تھے۔ "ہمدرد" میں ان کی بہت سی منظومات شائع ہوئیں

شوکت، سید | ان کے بارے میں ملا واحدی صاحب نے صرف یہ ایک جملہ لکھا ہے:۔

"رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے پرسنل اسسٹنٹ"[۳]

ظفر الملک | اصل نام محمد اسحاق تھا لیکن ظفر الملک علوی کے نام سے مشہور ہوئے۔ وطن لکھنؤ کا مشہور قصبہ کاکوری تھا۔ زمانہ تعلیم کے بعد پوری زندگی لکھنؤ میں بسر ہوئی۔ الناظر رسالہ کے مالک و ایڈیٹر اور الناظر بک ایجنسی کے مالک کی حیثیت سے علمی حلقوں میں خوب متعارف تھے۔

مولانا محمد علی کے مخلصین اور عقیدت کیشوں میں سے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جب مولانا نے علاج کی غرض سے سفر یورپ اختیار کیا اور ہمدرد نے انتظامات کے تحت نکلنا شروع ہوا تو اس کے رکن رکین مولوی عبدالماجد دریابادی اور یہی بزرگ یعنی مولوی ظفر الملک علوی تھے مولوی ظفر الملک انتظامی امور کے نگراں و ذمہ دار قرار دیئے گئے تھے۔ لیکن جیسا کہ بعد کے حالات سے معلوم ہوا حالات اتنے خراب ہو چکے تھے اور آمدنی اس حد تک کم ہو چکی تھی کہ اخراجات بہت کچھ گھٹا دینے کے بعد بھی نقصان کو پورا نہیں کیا جا سکا اور بالآخر ہمدرد بند کر دینا پڑا[۴]

---

[۱] محمد ہادی، سید، علی برادران اور ان کا عہد، محولہ بالا، ص ۲۵ - ۱۲۴

[۲] ایضاً ص ۱۷۵

[۳] واحدی، ملا، میرے زمانے کی دلی، محولہ بالا، ص ۳۰۲

[۴] عبدالماجد دریابادی، محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق، محولہ بالا، حصہ اول و دوم، متعدد صفحات

استدراک

پچھلے صفحات کی نہ صرف کتابت اور ان کی تصحیح ہو چکی تھی بلکہ صفحات بھی بن چکے تھے کہ عارف ہسوی اور سعید انصاری کے بارے میں بعض اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ چونکہ اب صفحات کے درمیان میں اضافہ ممکن نہ تھا، اس لیے یہ معلومات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

عارف ہسوی

نریش کمار جین کی تحقیق سے ان کے بارے میں ہماری معلومات میں یہ قیمتی اضافہ ہوا ہے:

"دہلی کانگریس کمیٹی کے معروف رہنما، آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے رکن اور ۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹی کے جنرل سکرٹری تھے۔ فرقہ وارانہ منافرت کے خلاف جہاد میں مصروف رہے، ترکِ موالات اور سول نافرمانی کی تحریکات میں حصہ لینے اور برٹش استعمار کے خلاف تقاریر کرنے کے جرم میں متعدد بار جیل گئے۔ — والد کا نام عبد الخالق تھا۔ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا۔"[1]

سعید انصاری

سعید انصاری ۱۶ر فروری ۱۸۹۴ء کو موضع لہیں پور نواح فتح پور ہسوہ (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نامور فرزندوں میں سے تھے۔

دار المصنفین اعظم گڑھ کے ابتدائی دور میں اس سے بہ حیثیت رفیقِ علمی وابستہ رہے۔ اس دور کی ان کی تصانیف میں سیر الصحابہ، سیرت الصحابیات اور سیر الانصار خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور آ گئے تھے اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب سے وابستہ تھے۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں لاہور ہی میں انتقال ہوا۔[2]

---

[1] جین، نریش کمار: مسلم اِن انڈیا، دہلی، منوہر پبلیکیشنز، ۱۹۷۹ء، ص ۹۸

[2] خورشید نعمانی ردولوی، ڈاکٹر، دار المصنفین اعظم گڑھ کی ادبی خدمات، بمبئی، رحیمی پریس، ۱۹۷۷ء، ص ۶۵۔

حصہ دوم

اشاریہ جات

(ہمدرد و کامریڈ)

فہرست

"ہمدرد" کے مقالاتِ افتتاحیہ

اخلاقِ یورپ

فحش اشتہارات کی اشاعت	۲۴-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴
مغربیت کا سراب	۲۴-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴
نوجوان ترکی اور یورپ کی نقالی — ترکی میں تمدنِ جدید کے "تبرکات" کا ظہور	۲۳-۸-۱۹۲۸ء، ص ۳
یورپ کی قابلِ نفرت تہذیب	۱۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
یہ انسانی تہذیب ہے یا شیطانی؟	۱۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲

اردو

انجمن ترقی اردو	۱۴-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴
زبانِ اردو کی اصلاح	۳-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴

اقتصادیات

امپیریل دہلی کے اخراجات پر لارڈ کرزن کے اعتراضات	۱۷-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵
بجٹ ۱۹۱۴ء و ۱۹۱۵ء (۱)	۴-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵
〃 〃 〃 (۲)	۵-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴
مٹی کے تیل کی جنگ — برطانوی اور امریکی کمپنیوں کی لڑائی اور حکومتِ ہند کی مداخلت (۱)	۱۲-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳
〃 〃 〃 〃 (۲)	۱۵-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳
محکمہ ریل کا سالانہ سبز باغ اور دل خوش کن وعدے	۲۳-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳
مسئلہ محصولِ اراضی	۲۲-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵

قابلِ توجہ: "ہمدرد" کے مقالاتِ افتتاحیہ کے جن حوالوں پر ×، ※، یا ٥ نشان بنے ہوئے ہیں وہ مقالات بالترتیب "مضامینِ محمد علی" حصہ اول و دوم مرتبہ محمد سرور اور "علی برادران" مرتبہ سید رئیس احمد جعفری میں بھی شامل ہیں۔

انتظامیہ۔ جیلخانہ جات

انتظامیہ — دہلی

انتظامیہ — ملکی

بمبئی سے صوبہ سندھ کی علیحدگی ۲۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

حکومتِ بمبئی کی ایک مستبدانہ کارروائی ــــ حکومتِ برطانیہ
سے ایک ضروری مطالبہ ۱۷-۴-۱۹۲۸ء، ص ۳

حکومت کا مذموم طرزِ عمل ــــ ایمان دار شہریوں کے لیے ایک
دائمی خطرہ ۲۲-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳

سندھ کی علیحدگی ✻ ۲۸-۳-۱۹۲۸ء، ص

کیا حکومت معدوم ہوگئی؟ ۲-۸-۱۹۲۸ء، ص ۳

موجودہ حکومت کی برکتیں ــــ گزشتہ پچیس سال کے عرصہ میں
ہندوستان کو کیا ملا؟ ۱۸-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۳

تعلیم

ایجوکیشنل کانفرنس

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (۱) ۳-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶

〃 〃 〃 〃 (۲) ۴-۱-۱۹۱۴ء، ص ۵

جامعہ ملیہ اسلامیہ

محمد علی

جامعہ ملیہ اسلامیہ کیا ہے؟ x ۸-۱-۱۹۲۸ء، ص

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی چند خصوصیات x ۹-۱-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳

جامعہ ملیہ اسلامیہ اور مسلمانوں کی اقتصادی حالت x ۱۶-۱-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ایک اور خصوصیت ــــ خدا پرستی،
ملت پروری، وطن دوستی x ۱۸-۱-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳

جامعہ ملیہ کا کیا مقصد ہے؟ ۲۰-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳۴

جامعہ ملیہ دوسروں کی نظر میں ۲-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲

جامعہ کا آئندہ تعلیمی سال	۳-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
جامعہ ملیہ اسلامیہ کی خصوصیات	۳-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲
ہمدردانِ تعلیم کے سامنے دستِ سوال	۱۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

ایم۔اے۔او کالج و علیگڑھ مسلم یونی ورسٹی

سرمایہ یونیورسٹی اور ترکی قرضہ (۱)	۱۹-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
〃 〃 〃 (۲)	۲۰-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
علیگڑھ کالج کا جلسہ ٹرسٹیان	۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴
مسلم یونی ورسٹی سے ایک آواز ×	۱-۵-۱۹۲۷ء، ص
مسلم یونی ورسٹی کی جدید ترقیات	۲۶-۸-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ

اصلاح ندوہ	۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
جلسہ اصلاح ندوہ دہلی	۱۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴
ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس	۲۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

دیگر ادارے

بوس انسٹی ٹیوٹ اور حکومتِ ہند	۲۰-۱-۱۹۲۷ء ص ۳
مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند	۲۴-۴-۱۹۲۷ء ص ۳
ہندوستان میں فوجی کالج کا قیام	۲۸-۲-۱۹۲۵ء ص ۲

مسائل و مباحث

ایلیمنٹری ایجوکیشن لیگ صوبہ جات آگرہ و اودھ	۲۷-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴
بنگال میں مسلمانوں کی تعلیم	۲۱-۱-۱۹۱۴ء ص ۵

طلبہ اور پانی ٹیکس (علیگڑھ کے طلبہ کے روپیے کے بارے میں)	۳-۲-۱۹۲۵ء، ص ۳
قومی تعلیم کی روز افزوں ضرورت — وزرائے مدراس کا اعتراف	۱۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲
گورنمنٹ اور مسلمانوں کی تعلیم (۱)	۱۲-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲-۳
″ ″ ″ ″ (۲)	۱۷-۵-۱۹۱۳ء ″
″ ″ ″ (۳)	۱۸-۵-۱۹۱۳ء ″
″ ″ ″ (۴)	۲۴-۵-۱۹۱۳ء ″
″ ″ ″ (۵)	۲۵-۵-۱۹۱۳ء ″
″ ″ ″ (۶)	۲۷-۵-۱۹۱۳ء ″
″ ″ ″ (۷)	۲۸-۵-۱۹۱۳ء ″
گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی	۱۷-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵
لاہور میڈیکل کالج کے طلبہ کی ہڑتال	۲۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴
مغربی یونیورسٹیوں کی تعلیم کا نتیجہ — ڈاکٹر پی سی رائے کے خیالات	۸-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
ہندوستانی خطرہ (ہندوستان کی تحریک آزادی اور مسئلہ تعلیم) (۱)	
″ ″ (۲)	۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶
″ ″ (۳)	۲-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶
مسلم یونیورسٹی کی جدید ترین ترقیات	۲۸-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

جماعتیں

انجمن خدام الحرمین

ایک اور شکایت (قدوائیوں کی)	۲۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
خدام الحرمین کا آئندہ اجلاس	۲۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
دفعہ ۱۴۴ (لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ اور انجمن خدام الحرمین کا جلسہ)	۲۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
قدوائی کانفرنس کے رزولیوشن	۱-۱۰-۱۲۹۵ء، ص ۲

لکھنؤ کی ایک نئی انجمن	۴-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
مولانا شوکت علی اور خدام الحرمین	۲۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳
نادان مشیر (انجمن خدام الحرمین، خلافت کمیٹی اور مسئلۂ حجاز)	۲۰-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
نو دن چلے اڑھائی کوس (انجمن خدام الحرمین کی کارگزاری پر تبصرہ)	۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳
یاد ش بخیر مشیر حسین قدوائی (مسئلہ حجاز اور جناب قدوائی) (۱)	۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
" " " " " " (۲)	۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

انجمن خدام کعبہ

اعلان جلسہ خدام کعبہ	۲۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸
انجمن خدام کعبہ کی تحریک	۳۰-۵-۱۹۱۳ء، ص
خدام کعبہ (دستور اور ادارتی نوٹ)	۱۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۳

انڈین نیشنل کانگریس

محمد علی

روداد چمن کانگریس کی مہاسبھا توازی (۱)	۱۲-۱-۱۹۲۹ء، ص
" " " (۲)	
" " " (۳)	۱۴-۱-۱۹۲۹ء، ص ۲
" " " (۴)	۱۵-۱-۱۹۲۹ء، ص ۳
" " " (۵)	۲۲-۲-۱۹۲۹ء، ص ۳
مسلمان اور شرکت کانگریس (۱)	۵-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲
" " (۲)	۱۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲
" " (۳)	۱۲-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳
یوں ہوتا تو کیا ہوتا	۱۶-۳-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

انتخاب بلدیہ اور کانگریس	۱۲-۳-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳

انڈین نیشنل کانگریس کے صدارتی خطاب پر ایک نظر (۱)

〃 〃 〃 (۲)

〃 〃 〃 (۳) ۱۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵

〃 〃 〃 (۴) ۱۲-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴

بلبلِ ہند کا خطبۂ صدارت (کانپور) ۲۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳

ترقی کے اسباب کی فراہمی کی کوشش (کانگریس اور مسئلہ ہند) ۲۹-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

صلائے عام ۸-۲-۱۹۲۷ء، ص ۲

فرید پور کانفرنس میں مسٹر داس کا خطبۂ صدارت (۱) -۵-۱۹۲۵ء، ص

〃 〃 〃 (۲) ۱۳-۵-۱۹۲۵ء، ص ۲

〃 〃 〃 (۳) ۱۵-۵-۱۹۲۵ء، ص ۲

کانپور کا آئندہ اجلاس اور امپروومنٹ ٹرسٹ ۲۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲

کانگریس پریسیڈنٹ (مسز سروجنی نائیڈو) کی مخالفت ۱۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

کانگریس سے بغاوت کرنے والے ۲۹-۵-۱۹۲۷ء، ص ۳

کانگریس کا پروگرام ۱۵-۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

کانگریس کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ ۲۱-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳

کانگریس کا لائحہ عمل — ڈاکٹر انصاری کا بیان ۲۲-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳

کانگریس کب تک سوتی رہے گی؟ ۲۰-۹-۱۹۲۹ء، ص ۲

کانگریس کی قراردادِ مفاہمت — غلط فہمی پھیلانے کی کوشش ۱۰-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳

کانگریس کی مجلس عاملہ اور ملکی مجالس مقننہ ۲۳-۵-۱۹۲۷ء، ص ۳

کانگریس کی ممبری — شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی ۲۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

کانگریس ہندوؤں کی ہے یا مسلمانوں کی؟ ۱۸-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

کانگریس و خلافت ۱۲-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳

متحدہ کانگریس ۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۳

مسز نائیڈو کے خلاف جہاد ۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳

مسلمان اور کانگریس ۱۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

آل انڈیا مسلم لیگ

جمعیۃ علمائے ہند

خلافت کمیٹی

محمد علی

بازگو از نجد و از یارانِ نجد ×	۱۴-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۲-۴
ایک غلطی کی تصحیح	۲۹-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲
سالانہ خلافت کانفرنس لکھنؤ (۱)	۳-۳-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴
〃 〃 (۲)	۷-۳-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴
〃 〃 (۳)	۱۰-۳-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳
〃 〃 (۴)	۱۱-۳-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳
〃 〃 (۵)	۱۴-۳-۱۹۲۷ء، ص ۴-۵
صوبہ آگرہ کی خلافت کمیٹیوں سے شکایت	۱۴-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳
مہاراجہ صاحب محمود آباد کا تار اور جمعیت خلافت کی کارروائی (مولانا محمد علی کے جوابی خط کے ساتھ)	۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

اٹھ بیٹھیے، اب کام کا وقت آگیا ہے! (خلافت کمیٹی کے کرنے کے کام)	۳۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲
اب وقت کم ہے! (خلافت کانفرنس، لکھنؤ)	۱۷-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳
آئندہ خلافت کانفرنس کی اہمیت	۱۷-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲
باہمی مشورے کی ضرورت (خلافت کمیٹی)	۱۵-۸-۱۹۲۸ء، ص ۳
تمام اعتراضات کا ایک جواب (خلافت کمیٹی کی پالیسی اور اعتراض)	۱۰-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲
چھوٹانی (سیٹھ) کا گستاخانہ رویہ	۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲
خدا آباد رکھے لکھنؤ کو پھر غنیمت ہے (جلسہ خلافت میں ہنگامہ) ×	۱۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
خلافت کمیٹی کا تعمیری پروگرام اور مسلمانانِ ہند کا فرض	۲۰-۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
خلافت کمیٹی کی امداد	۱۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲

خلافت کمیٹیوں کا فرض (۱) ۱۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

〃 〃 〃 〃 (۲) ۱۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

دردمندانِ قوم سے ضروری التماس ۱۳-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳

دشمن کی زبان پر تعریف ہے بیرونی (خلافت کمیٹی کا جلسہ لکھنؤ
اور شریفیوں کی خفیف الحرکتی ۱۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

دینی مجلس کے فیصلے کا وقار — مرکزی خلافت کمیٹی کے
ارکان کا فرض ۹-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳

عجیب وغریب خادمِ حرمین (خلافت کمیٹی کے جلسہ لکھنؤ میں
مولانا محمد علی کی تقریر کے دوران انجمن خدام الحرمین کے
غنڈوں کی گڑبڑ) ۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

کان پور خلافت کانفرنس ۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

کانگریس سے علیحدگی کا اعلان — خلافت کانفرنس کلکتہ میں
صدارتی خطبہ ۱۵-۱-۱۹۲۹ء، ص

کچھ کام کرکے اٹھیے (خلافت کانفرنس لکھنؤ اور عبداللہ ہارون
کے خطبۂ صدارت پر تبصرہ) ۲۷-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳

مؤتمر حجاز اور خلافت کمیٹی ۲۵-۴-۱۹۲۶ء، ص ۲

مولانا شوکت علی کا اودھ کا دورہ ۱۶-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

وفد خلافت کی تازہ تصریحات ۲۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

وفد خلافت کا پہلا اہم تار ۲۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

ہم سیدھے ہیں، سادہ لوح نہیں! (خلافت کمیٹی کا جلسہ لکھنؤ) ۱۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

سوراجیہ پارٹی

اسمبلی کا تماشہ ۱-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲

بعض بہی خواہوں کے غلط مشورے (پارٹی پر اعتراضات

۲۹-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲

ہندو مہاسبھا

محمد علی

خطبات و بیانات

محمد علی

ٹھنڈے دل کی ایک تقریر (رام دیو کی تقریر، "آریہ سماج اور مسلمان" پر تبصرہ)	۸-۳-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴
حاجی بابا کا خطبہ (خطبۂ صدارت مولانا شوکت علی پراونشل پولیٹکل کانفرنس پر تبصرہ) (۱)	۲۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
〃 〃 〃 〃 〃 (۲)	۳۰-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
سر آغا خان کے خیالات	۱۸-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶
سرحدی خطرہ اور لالہ لاجپت رائے (۱)	۶-۵-۱۹۲۵ء، ص ۲
سردار سردول سنگھ کا خطبۂ صدارت (۱)	۲۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
〃 〃 〃 (۲)	۲۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
سر محمد شفیع اور تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ	۱۹-۳-۱۹۲۶ء، ص ۲
علامہ سید سلیمان ندوی کا خطبہ (۱)	
〃 〃 (۲)	۲۵-۳-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
لالہ لاجپت رائے اور اسمبلی	۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
لالہ لاجپت رائے کا خطبۂ صدارت (۱)	۹-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
〃 〃 〃 (۲)	۱۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
〃 〃 〃 (۳)	۱۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
〃 〃 〃 (۴)	۱۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
لبرلوں کو مسز نیڈو کی دعوت	۲۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
مدراس میں مسلمانوں کا اجتماع — تنظیم ملت اور نفاق و افتراق دور کرنے کا پیام	۲۷-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۳
مسٹر تانبے اور مسٹر پٹیل کا مقابلہ	۲۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳
مسٹر جناح اور مسٹر جمنا داس مہتہ	۱۴-۶-۱۹۲۵ء، ص ۲
مسٹر سکلتوالا کا پیام مسلمانوں کے نام	۲۶-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲
مسٹر سکلتوالا کی تقریریں	۲۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳
مسٹر کیلکر و مسٹر جیکر کی ذہنیت	۱۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

مسز بسنت کا مسودہ سوراج	۲۱-۷-۱۹۲۵ء، ص ۴
مولانا شوکت علی اور چرخہ	۱۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
مولانا محمد علی صاحب کا مضمون	۱۸-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۴
مہاتما گاندھی کا برت (آشرم کی کسی بے عنوانی کی وجہ سے)	۲۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳
مہاتما گاندھی کا جواب (برت کے متعلق مولانا محمد علی کے تار کا جواب	۳۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳
وہ عود اپنی نظر میں (لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کی تقریر پر تبصرہ)	۳۰-۳-۱۹۲۶ء، ص ۲
ہز ایکسیلینسی وائسرائے کی تقریر دلپذیر	۲۴-۱-۱۹۲۶ء، ص ۴-۳
ہز ایکسیلینسی وائسرائے کی گہر افشانی	۲۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
ہیرالڈ اور ڈاکٹر انصاری کا بیان	۲۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ۴

خطوط

اظہر فیضی

عمرانی کا خط (آل انڈیا میڈیکل مشن کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر ڈاکٹر اظہر فیضی کا خط) (۱)	۱۵-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
(۲)	۳۰-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

انصاری، ڈاکٹر مختار احمد

ڈاکٹر انصاری کا خط (ترکی سے)	۶-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
" " " "	۱۷-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
" " " (۱)	۱۸-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱
" " " (۲)	۱۹-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
" " "	۲۴-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱
" " " (۱)	۲۹-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
" " " (۲)	۳۰-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱
" " " (۳)	۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

عبدالرحمن صدیقی

قسطنطنیہ کا خط (۱)	۲۹-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
؍؍ ؍؍ (۲)	۳۰-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

خودنوشت

محمد علی

افک مبین — مسلمانوں کی تہمت تراشیاں ×	۲-۳-۱۹۲۸ء، ص
چندہ اور بندہ — میری ہندو پرستی ×	۱-۱۲-۱۹۲۶ء، ص
خودداریٔ سائل	۲۷-۴-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳
روزہ کشائی کی ایک دعوت ×	۱۸-۴-۱۹۲۵ء، ص
شوکت علی محمد علی ×	۴-۱۱-۱۹۲۶ء، ص
کشکول گدائی (حج کا مقصد) ×	۲۷-۴-۱۹۲۵ء، ص
؍؍	۱۱-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲ + ۵
کفر بالغیب (روہیل کھنڈ اخبار کے اعتراض کے جواب میں)	۲۴-۴-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳
ملت کا بھکاری ×	۹-۵-۱۹۲۵ء، ص
ملت کا خدمت گزار ×	۸-۵-۱۹۲۵ء، ص
میرا اسراف اور فکرِ معاش ×	۲۶-۴-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳
میرا مذہب اور سیاست ×	۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص
میری زندگی کے پچاس سال ×	۱۷-۶-۱۹۲۷ء، ص
میری صحافت ×	۲۳-۱-۱۹۲۸ء، ص
میری مصروفیتیں ×	۱۳-۳-۱۹۲۸ء، ص
میری ہجرت ×	۲۷-۴-۱۹۲۷ء، ص

دستوری مسائل

امپیریل لیجسلیٹو کونسل	۲۷-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴

دینی و ملی مسائل

اوقاف

تبلیغ و اشاعت

حج

مسئلہ حج (۱)	۲۱-۵-۱۹۱۲ء، ص ۲
؍؍ (۲)	۲۲-۵-۱۹۱۲ء، ص ۲
؍؍ (۳)	۲۳-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

سیرت

اسوۂ ابراہیمی	۳۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳
اسوۂ حسنہ	۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳

عید

عید — احتساب نفس کا ماہ مقدس	۲۳-۳-۱۹۲۸ء، ص ۳
عید قربان اور حقیقی قربانی	۲۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳
کیا عید ہمارے لیے باعثِ مسرت ہے؟	۱۰-۶-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

قبرستان

دہلی کے مزارات	۲۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴
قبرستان دہلی کا مسئلہ	۲۷-۵-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
نیا قبرستان	۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

قرآن

شبلی نعمانی

یورپ اور قرآنِ مجید کے عدیم الصحت ہونے کا دعویٰ (۱)	۲۷-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ (۲)	۲۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

تحریفِ قرآن کی کوشش (اہلِ مغرب کی طرف سے)	۲۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
قرآن کا ہندی ترجمہ	۴-۱۲-۱۹۲۵ء ص ۳-۲

مساجد اور ان کا مسئلہ تحفظ

مساجد اللہ غیروں کے ہاتھوں میں	۲۱-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۲

مسجد اکبر آبادی دہلی — ۷-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴

مسجد مچھلی بازار کانپور

حضور وائسرائے کی تقریر — مسلمانوں کی دلجوئی — ۲۱-۹-۱۹۱۳ء، ص

سر جیمس مسٹن سے التجاء — ۱۹-۸-۱۹۱۳ء، ص

سر جیمس مسٹن کی تقریر آگرہ میں — ۱۲-۸-۱۹۱۳ء، ص

سر جیمس مسٹن کی خدمت میں مسلمانوں کا وفد — ہز آنر کا جواب — ۲۱-۸-۱۹۱۳ء، ص

سر جیمس مسٹن کی ضد — ۳۰-۸-۱۹۱۳ء، ص

مسٹر مسٹن کا جواب — -۸- ۱۹۱۳ء، ص

مسلمانوں کا وفد ہز آنر کی خدمت میں — ۱۹-۸-۱۹۱۳ء، ص

وائسرائے کی تقریر پر ایک نظر — ۸-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

مسلمانوں کا وفد

وائسرائے کی خدمت میں اسلامی وفد — ۲۴-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

نواب وقار الملک اور اسلامی وفد — ۲۵-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

ایڈریس منجانب مسلمانان (بخدمت وائسرائے ہند) — ۲۶-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵

کیفیت ڈیپوٹیشن — ۲۷-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

مسلمانوں کا وفد اور اس کے نتائج — ۲۸-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

مختلف مسائل و مباحث

محمد علی

اسلام اور اشتراکیت × — ۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص

اسلامی مجالس کے اختلافات × — ۱۰-۱۰-۱۹۲۶ء، ص

تنظیم یا بدنظمی — ۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۴-۳

خادمانِ ملک و ملت اور ان کی معاش — ۵-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

خیرات × — ۴-۲-۱۹۲۷ء، ص

سیاسی قیدیوں پر سے پابندی ہٹانے کی کوشش	۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲
شاہ یونان آنجہانی	۲۱-۳-۱۹۱۳ء، ص ۳
لارنس بت کا قضیہ (لاہور میں لارنس کے بت کے خلاف عوام کے جذبات — عوام اسے اس جگہ سے ہٹانا چاہتے تھے جہاں وہ نصب تھا)	۲۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
مسٹر جینا کی نئی امنگیں	۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۱
مس میو (مصنفہ "مدر انڈیا") کی سرکاری امداد	۸-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳
ممبرانِ دہلی میونسپلٹی کا مجنونانہ شوق — والسرائے کو ایڈریس دینے کی تیاریاں ہو رہی ہیں -	۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲
مولانا ظفر علی خاں کا عزم مدینہ طیبہ	۱۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۳
مولانا عبدالباری اور جناب والسرائے سے پیام وسلام	۱۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

سیاسیات
(تحریکات)

انسدادِ شراب نوشی:

انسدادِ شراب نوشی کی تحریک — حکومتِ ہند کا طرزِ عمل	۲-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳
ریاست بہاولنگر میں انسدادِ شراب	۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
ہے نفع سے زیادہ مضرت شراب کی،	۱-۲-۱۹۲۶ء، ص ۲

ہ تحریکِ آزادی

محمد علی

آزادی کی عزت اور غلامی کی ذلت ×	۱۰-۱۰-۱۹۲۶ء، ص
بادشاہت کی لعنت ×	۲۶-۲-۱۹۲۸ء، ص
بنی اسرائیل پر بادشاہت کا وبال ×	۱۶-۳-۱۹۲۸ء، ص
بنی اسرائیل اور بادشاہت کی طلب (۱)	۱۸-۳-۱۹۲۸ء، ص
〃 〃 〃 〃 (۲)	۲۱-۳-۱۹۲۸ء، ص ۵-۴

تنبورۂ من چہ می سراید؟	۱۶-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳
جنرل ڈائر کی مرتے دم تک کی باطل پرستی اور سر مائیکل اوڈوائر کی حمایت X	۴-۸-۱۹۲۷ء، ص
حصولِ آزادی کی جدوجہد اور بے خبریاں اور کم ہمتیاں	۱۴-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲
رسالہ ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ	۸-۸-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳
زبان بندی — اسمبلی کی بے چارگی X	۲۷-۱-۱۹۲۷ء، ص
سرسید احمد خان کا دور X	۵-۱-۱۹۲۷ء، ص
سیاسی بیداری کا آغاز X	۱۰-۱-۱۹۲۷ء، ص
غلامی کا عذابِ الیم اور مسلمانوں کا مذہبی فریضہ حصولِ آزادی X	۸-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۲
〃 〃 〃 〃 〃 (۱)	۱۰-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲
〃 〃 〃 〃 〃 (۲)	۱۱-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲
〃 〃 〃 〃 〃 (۳)	۱۲-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲
اِنّا ھٰہنا قاعدون X (بسلسلۂ غلامی کا عذابِ الیم ۰۰۰)	۱۵-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۴-۳
غیر اللہ کی بادشاہت — ما انزل اللہ بہا من سلطان X	۱۷-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۴-۳
〃 〃 (۲) X	۱۸-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲
قفلِ بے کلید (اسمبلی ہال، نئی دہلی کی رسمِ افتتاح) X	۱۹-۱-۱۹۲۷ء، ص
مسٹر آصف علی اور رہون کند	۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۴
مسلمانانِ ہند کے رہنماؤں کا ایک اہم ترین متفقہ فیصلہ	
مہاتما جی اور وائسرائے کی ملاقات — از ابن السعدین	۲۰-۲-۱۹۲۹ء، ص

آزادیٔ ضمیر یا فوجی بغاوت	۱۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
آزادیٔ ہند کی جدوجہد — نوابانِ ملک کے فرائض	۱۶-۴-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳
رجعت پسند کون ہے؟	۹-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۳
حصولِ سوراج کا ذریعہ — قول یا عمل؟	۴-۴-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳
ثبوت (انگریز کی ذہنیت)	۹-۲-۱۹۲۰ء، ص ۴-

رشوت پر اصرار ۱۸-۴-۱۹۲۸ء، ص ۳

ضرورتوں کا لا متناہی تسلسل (ہندوستان اور برطانیہ) ۲۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

کیا حریت ایک بے معنی لفظ ہے؟ ۲۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۳

گاندھی ٹوپی ۲۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

مسلمانوں کا وطن (مولانا محمد علی کی تقریر قاہرہ پر تبصرہ) ۲۷-۷-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳

ملکی مقاصد سے غلامانِ حکومت کی غداری — مسلمان
وزیروں کے کارنامے ۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

ہم میں اور مخالفین میں کیا اختلاف ہے؟ ۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

ہندوستانی بے چینی کا راز ۳۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶

ریاستیں اور ان کے مسائل:

دیسی ریاستیں اور ان کی اصلاح کی تجاویز (۱) ۲۵-۲-۱۹۲۸ء، ص ۴-۲

〃 〃 〃 〃 (۲) ۲۷-۲-۱۹۲۸ء، ص ۵-۳

نابھ کی بڑی مہارانی صاحبہ کا انتقال اور اس کے گرد و پیش
کے واقعات ۲۱-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

آج وہ کل تمہاری باری ہے — مہاراجہ نابھ کی نظر بندی
اور والیانِ ریاست کا فرض ۲۲-۲-۱۹۲۸ء، ص ۳

پنیک کا علاج — والیانِ ریاست اور وائسرائے کی کانفرنس ۲۱-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲

ریاست حیدر آباد اور متعصب ہندو ۷-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲

یوم نابھ کی حقیقت ۱۲-۷-۱۹۲۶ء، ص ۲

ستیہ گرہ

الٹی میٹم (بردولی ستیہ گرہ تحریک کے سلسلے میں گورنر بمبئی
سر لسلی ولسن کا انتباہ) ۲۷-۷-۱۹۲۸ء، ص ۲

بردولی میں حق کی فتح — اس سے کیا سبق ملتا ہے؟ ۱۰-۸-۱۹۲۸ء، ص ۳

بردولی میں ستیہ گرہ ۲۸-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳

حق و باطل کی پرامن جنگ (بردولی ستیہ گرہ تحریک) ۱۰-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳

حکومت کی بد انتظامیوں کے نتائج — ملک میں ہنگاموں کا

لا متناہی سلسلہ ۸-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳

سرکار پرستوں کی بے ہودہ توقعات ۱۲-۹-۱۹۲۸ء، ص ۳

مصالحت کی توقعات — بردولی ستیہ گرہ کی کامیابی ۶-۸-۱۹۲۸ء، ص ۳

فرقہ وارانہ مسائل

عبدالماجد دریابادی

ایک سوال (نہرو رپورٹ کے بارے میں) ۱۷-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۳

محمد علی

اس سال دہلی کی بقرہ عید — ایک "پہاڑی دھیرج" "چھوٹا تین" ۱۴-۶-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

اکثریت اور نیابت (۱) ۸-۴-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳

انڈین نیشنل یونین ۹-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

سنبھالا ٭ (ہندو مسلم اتحاد) ۱۲-۴-۱۹۲۸ء، ص

سنتِ مالویہ ۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

سنتِ مالویہ اور سنت محمدیہ × ۷-۸-۱۹۲۵ء، ص

صوبہ جات متحدہ کی پولیٹیکل کانفرنس — ہندو مسلم تعلقات

پر علی گڑھ میں بحث (۱) ۱-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

(۲) ۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۵-۳

عورتیں بھی میدان میں اتر آئیں ٭ ۱۶-۱۱-۱۹۲۶ء، ص

فسانۂ غم — قومی تحریک کا چڑھاؤ اور اتار × ۲۹-۲-۱۹۲۸ء، ص

قومیت اور ملیت × ۷-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۲

کام کرنے کا ڈھنگ (سیاسی جماعتوں اور رہنماؤں کا

غلط طریقۂ کار) ۱۹-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

مسجدیں اور باجہ ۲۵-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲

مسلم اقلیت کی کافی اور مؤثر حفاظت کی تدابیر ٭ ۲۰-۴-۱۹۲۷ء، ص

مسلم اقلیت کے تحفظ کے تین دور ٭ — ۱۸-۴-۱۹۲۷ء، ص

مشترکہ قومیت کی شکست — دہلی کے مخلوط انتخابات کا حشر ٭ — ۳-۱۱-۱۹۲۶ء، ص

مصالحت کی کوششوں کی کہانی ٭ — ۱-۷-۱۹۲۵ء، ص

ملت پروری اور وطن دوستی — شکوہ اور جواب شکوہ — ۲۱-۱۰-۱۹۲۶ء، ص

میں نے دہلی آکر کانگریسیوں کی قربانیوں کے متعلق کیا سنا، کیا دیکھا
اور کیا رائے قائم کی؟ (۱)

" " (۲) ۱۹-۶-۱۹۲۷ء، ص ۴

" " (۳) ۲۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۴

نئے دور کی داغ بیل ٭ — ۱۸-۴-۱۹۲۷ء، ص

ہندو جاتی کا جواب — ۲۵-۳-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

ہندو جاتی کی قوم پروری کا بھانڈا پھوٹتا ہے ٭ — ۲۰-۴-۱۹۲۷ء، ص

اتحاد کے لیے گول میز کانفرنس کی تجویز — ۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

اختلاف و اختلال کی ہوا (ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ) — ۲۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

ایک آریہ مقرر کا نمونۂ کلام — ۸-۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

ایک سنگھٹنی کے ہاتھ سے ایک غریب کانگریسی کی مرمت — ۱۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

ایک قومی مجلس احتساب (فسادات کی روک تھام کے لیے) — ۷-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲

آزادی کا سب سے پہلا قدم — ہندو مسلمانوں کا سمجھوتہ — ۴-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

بقرہ عید اور ہمارا طرزِ عمل — ہندو مسلمانوں سے خطاب — ۶-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

پیار کی دھیرج اور صراطِ مستقیم — ۱۳-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲

تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ (صلح حدیبیہ کا سبق اور
ہندوستان کا ہندو مسلم مسئلہ) — ۱۸-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲

تشدد آمیز تیاریاں اور فوج کی آتش باری — ۹-۳-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

جدید میثاقِ مفاہمت اور اس کے فوائد — ۲۵-۵-۱۹۲۷ء، ص ۳

حق و باطل کا باہمی تصادم (ہندو مسلم اتحاد کے حامی اور

فرقہ پرست)	۸-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲
دورِ اختلال	۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
سر سنکرن نایر کا بے جا الزام	۲۶-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳
سیواجی کے ناخلف پیرو	۱۸-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
صوبہ سرحد کے ہندو اور ڈاکٹر مُنجے کا حکومت پر غصہ	۲۴-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳
طاقت کا تمام راز اتفاق میں مضمر ہے	۲۲-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
عاشورۂ محرم الحرام کے بعد	۲۲-۷-۱۹۲۶ء، ص ۲
فرقہ وارانہ کشیدگی کی افسوسناک حالت	۱۳-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۳
فرقہ وارانہ مسائل کے تصفیے کی کوشش — تمام جماعتوں کی کانفرنس کی تجویز	۲۴-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
فرقہ وارانہ نیابت اور عملی تجویز	۱۲-۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
قابل ملامت طریقے	۱۶-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۲ + ۶
قربانی گاؤ، مسجد کے سامنے باجا، شدھی اور تبلیغ — ہندو مسلم اتحاد کی تجویز کا دوسرا حصہ	۵-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳
قومی انجمنیں اور مجالس متوجہ ہوں — نہرو کمیٹی کی طرف سے دعوت	۱۰-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۳
کہاں سے کہاں ؟	۱۵-۱۱-۱۹۲۶ء، ص
کیا آپ نے ان باتوں پر غور کیا ؟	۹-۷-۱۹۲۶ء، ص ۲
مالوی جی کا پیام اپنی سنگھٹنی امت کے نام	۲۲-۲۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
مالوی جی کے خیالات پر ایک نظر (۱)	۳۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
" " (۲)	۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
مذہبی معاملات میں دخل اندازی (ریاست پٹیالہ کا واقعہ)	۳۰-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲
مراسم و فرائض مذہبی کی آزادی — شرافت و رواداری کا امتحان	۶-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۳
مسلمان اور جداگانہ حقوقِ نیابت	۴-۱-۱۹۲۶ء، ص ۲

مسلمانوں کے حقوق کیونکر مل سکتے ہیں؟	۶-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳
مسئلہ پنجاب	۱۱-۱۲-۱۹۲۴ء، ص ۲
میری خوبی بھی انہیں عیب نظر آتی ہے	۲۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
نہرو رپورٹ کی مخالفت	۲-۴-۱۹۲۹ء، ص ۳
ہماری درسگاہیں اور فرقہ وارانہ سیاست	۱۵-۶-۱۹۲۶ء، ص ۲
ہماری کوششِ اتحاد و اتفاق	۲۰-۲-۱۹۲۷ء، ص ۲
ہمارے شہر کا امن —— ہندو اور مسلمانوں کا فرض	۳-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
ہندو اور مسلمانوں کا مصالحتی بورڈ (۱)	۷-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴-۳
" " " (۲)	۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲
ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات	۶-۲-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴
ہندو سنگھٹن کی مزاحمت اور کانگریس	۲۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
ہندو مسلم اتحاد پر ایک انگریزی اخبار کی رائے	۱۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴
ہندو مسلم اتحاد کا خواب	۲۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

فساداتِ بنگال

حکومتِ بنگال اور فسادات	۵-۵-۱۹۲۶ء، ص ۲
درسِ عبرت کی ایک علمی کتاب	۱۳-۴-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲
فساداتِ دیناپور اور ہندو مہاسبھا کا بیان	۲۱-۹-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳
کلکتہ کا افسوسناک فساد	۸-۴-۱۹۲۶ء، ص ۲
کیا مرض مایوس العلاج ہو چکا ہے؟	۶-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲

فسادِ کوہاٹ

مسئلہ کوہاٹ کے متعلق اختلافِ رائے	۴-۴-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
مسئلہ کوہاٹ اور اردو جرائد	۷-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲

فسادِ لاڑکانہ

محمد علی

لاڑکانے کے واقعات اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے طریقے ۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

〃 〃 (۲) ۱۱-۴-۱۹۲۷ء، ص ۵-۲

لاڑکانے کے فسادات اور ہندو خبر رساں ایجنسیوں کی بے ایمانی * ۱۸-۴-۱۹۲۷ء، ص

فسادِ لاہور

پنجاب میں میرے مسلمان بھائیوں کی آزمائش ۱۱-۷-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

فسادات لاہور ۸-۵-۱۹۲۷ء، ص ۴-۲

فسادات لاہور اور انتظامات کی حیرت انگیز کمی ۹-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲

فسادات لاہور — اخبار اکالی کی فرقہ وارانہ جانبداری اور الٹا مجھ پر حملہ (۱) ۱۵-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲

〃 (۲) ۱۶-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲

فسادات مقاماتِ مختلفہ

محمد علی

بمبئی کے خونریز واقعات * ۱۱-۲-۱۹۲۹ء، ص

مسلمانوں کی کس مپرسی * ۱۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۴

بتیا کا فساد اور ہندو ذہنیت ۱۱-۸-۱۹۲۷ء، ص ۴

بلوائیان اجودھیا کی رہائی ۱۳-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴

جامع مسجد دہلی میں مسلمانانِ اندور سے ہمدردی ۱۴-۴-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

دہرہ دون کے ہندو مسلم فسادات کے صحیح حالات — ہندو اخبارات کے نامہ نگاروں کی غلط بیانیاں ۳-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

ریواڑی کا ہندو مسلم فساد ۷-۳-۱۹۲۶ء، ص ۲

فسادات کا موسم ۸-۶-۱۹۲۵ء، ص ۱

کوچہ نٹواں (دہلی) کا فساد ۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۴

موسمِ جنگ قبل از وقت شروع ہو گیا ۲۳-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳

قومی ہفتہ

ایک یادگار قومی ہفتہ	۱۰-۴-۱۹۲۵ء، ص ۳
جاڑا اور گاڑھا (کھدر پہننے کی اپیل)	۱۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
قومی میلہ اور اس کے مفید اثرات	۲۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
قومی ہفتہ	۶-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲
قومی ہفتہ کے امید افزا مناظر	۱۴-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲
قومی ہفتہ کا کامیاب اختتام	۲۰-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲
کھدر کی فروخت کے لیے مولانا محمد علی کا دورہ	۱۳-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲

مزدور کسان وغیرہ کے مسائل

پارچہ بافی کی صنعت	۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
بے روزگاری — اس کا بہترین علاج کیا ہے؟	۱۷-۲-۱۹۲۸ء، ص ۳
دیہات کی تنظیم (کاشتکار مزدور مسئلہ)	۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
سرمایہ داری اور مزدوری	۲۹-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴
صحیح اور غلط طریقہ چارہ سازی (مزدوروں، غریبوں اور کاشتکاروں کے مسائل اور حکومت کا رویہ)	۱۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
للوا کے ڈھائی ہزار مزدوروں کا حشر — محکمہ ریل کا ایک ظالمانہ فیصلہ	۲۲-۴-۱۹۲۸ء، ص ۳
مزارعین کی اصلاح کے دعووں کی حقیقت — شاہی زرعی کمیشن کی رپورٹ	۳-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳
مزدوروں کی حالت — محنت کون کرے آرام کون اٹھائے	۲۳-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
ہندوستان کے مزدوروں کی حالت	۱۶-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

سیاسیات

(ممالک)

افغانستان

محمد علی

ہنگامۂ افغانستان ۱۰-۲-۱۹۲۹ء، ص ۳-۴

ایک نادر موقعہ — جنرل نادر کی خدمت میں ایک معروضہ ۲۴-۲-۱۹۲۹ء، ص ۵-۳

افغانستان کا درخشاں مستقبل ۲۲-۲-۱۹۲۷ء، ص ۲

سردار محمود طرزی کا اعلان ۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳

البانیہ

البانی درندے ۱۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴

البانیہ کی تذبذب حالت ۳۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴

سرویوں اور البانیوں کا مقابلہ ۸-۳-۱۹۱۲ء، ص ۲

ایجین، جزائر

الجزائر ایجین ۱۹-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴

ترکی، جزائر ایجین اور انگلستان ۲۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

ایران

آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا (ایران) ۱۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۴

سرکار برطانیہ کی مسلم نوازی (ہندوستان، ایران وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ برطانیہ کا رویہ) ۱۸-۸-۱۹۲۶ء، ص ۲

برطانیہ اور دیگر ممالک

محمد علی

برطانیہ کے سامراجی تعلقات ۲۴-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

انگریزوں کو ہندوستان کے متعلق کیا تعلیم دی جاتی ہے؟ ۲۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

انگلستان میں ہندوستان کے خلاف پروپیگنڈا —

— انتخابی چالیں ۲۴-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

برطانوی قوم کا رویہ ۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالیے (امریکہ پر برٹش حکومت کی تنقید کے جواب میں) ۱۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲

روس اور برطانیہ کی کشمکش ۲-۳-۱۹۲۷ء، ص ۳

سر ایڈورڈ گرے اور برطانیہ کی مسلمان رعایا ۱۶-۸-۱۹۱۳ء، ص

سلطنتِ برطانیہ اور اس کی مسلمان رعایا ۱۱-۹-۱۹۱۳ء، ص

شاہ فیصل کا آبی جواب (مسئلہ عراق و برطانیہ) ۲۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

یمن اور برطانیہ — بہیمیت اور بربریت کی عجیب و غریب مثال ۲۰-۳-۱۹۲۸ء، ص ۳

ترکی اور اس کے مسائل

وقار الملک بہادر، نواب

چندہ ہلالِ احمر اور ترکی قرضہ ۱۲-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

ترک تعاون کے دور اولین کی یادگار ۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

ترکوں کے ساتھ کیا کیا ہوا! (۱) ۲۴-۱-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

〃 〃 (۲) ۲۵-۱-۱۹۲۶ء، ص ۲

ترکی کی ترقی کے دشمن ۲۳-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴

ترکی نمائش ۲۸-۱-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

حج کا ثواب (ترکوں کی امداد کے لیے ایک بوڑھی بیوہ کے ایثار سے متاثر ہوکر — یہ رقم اس نے اپنے حج کیلیے رکھی تھی) ۱۰-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

جنگِ بلقان

ابلہ فریبی (جنگِ بلقان اور برطانیہ کا رویہ) (۱) ۲۸-۲-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۲) ۱-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

اتحاد و ائتلاف ثلاثہ (۱) ۸-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۲) ۹-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۳) ۱۰-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

دل خوش کن (ایڈریانوپل میں جنگ کی صورت حال) ۲۳-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

سقوطری (جنگِ بلقان کے سلسلے میں) (۱) ۴-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

(۲) ۵-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

شکستِ زلیغ (ایڈریانوپل کی فتح) ۳۰-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

صلح ۸-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

۱۶-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

عثمانی قرضہ اور بائیکاٹ (۱) ۲۴-۳-۱۹۱۳ء، ص ۱

(۲) ۲۶-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

قرضِ حسنہ (جنگِ بلقان میں ترکوں کی امداد کے لیے) ۲۶-۲-۱۹۱۳ء، ص ۲

قسطنطنیہ کی چٹھی — انور بے کہاں ہیں؟ ۱۲-۳-۱۹۱۳ء، ص ۱

قول و فعل (جنگِ بلقان، برطانیہ اور آغا خان) ۵-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

نامہ نگارانِ جنگِ بلقان کی حقیقت ۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۳

ہماری فریاد (جنگِ بلقان میں ترکوں کی امداد) ۷-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

[جنگِ بلقان، مسلمانانِ ہند، راجہ صاحب محمود آباد]

(اس اداریے کا عنوان چھوٹ گیا ہے) ۶-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

چین، برطانیہ اور ہندوستان

محمد علی

جنگ کی تیاریاں اور مصالحت کے اعلانات (برطانیہ+چین) ۲۵-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

چین اور ہندوستان (۱) ۱-۲-۱۹۲۷ء، ص ۲

چین کے متعلق قلبِ ہندوستان کی آواز ※ ۳۰-۱-۱۹۲۷ء، ص

مصالحت یا تخویف (مسئلہ چین اور برطانیہ) ۹-۲-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

پلنگ خفتہ کی بیداری (چین میں سیاسی بیداری) ۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

جنگ کا بہانہ (برطانیہ اور چین کی آزادی) ۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

چین پر حریفوں کے دانت ۱۴-۶-۱۹۲۵ء، ص ۲

چین کی جنگ ــ حکومتِ برطانیہ کا طریقہ کار ۱۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

چین میں برطانوی پالیسی ۱۹-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

چینی زخمیوں کے لیے طبی امداد ۷-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳

مسلمانانِ چین اور جمہوریت ۱۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲

ہندوستانی فوج چین میں ۲۳-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲

ہندوستانی فوجیں چین میں ۲-۳-۱۹۲۷ء، ص ۳

حجاز

محمد علی

اعلانِ التوائے حج ۲-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

ایک اور اعلانِ التوا (۱) ۵-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

ایڈیٹر زمیندار کے نام ایک خط (مسئلہ حجاز کے متعلق ایک
مقالہ افتتاحیہ کے جواب میں) ۱۱-۲-۱۹۲۶ء، ص ۲

ایک جوابی کارڈ ۱۰-۲-۱۹۲۶ء، ص ۴-۳

جوابِ اسلام (مولانا ظفر علی خاں کی ایک نظم کے متعلق) ۲۵-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲

حجاز میں نجدیوں کے ہاتھ سے ہدم مقابر و مآثر ــــ زمیندار
کا علی برادران اور جمعیت خلافت پر ناروا حملہ (۱) ۲۷-۳-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

(۲) ۲۹-۳-۱۹۲۷ء، ص ۵-۳

"زمیندار" کی بے ایمانی کی انتہا ("زمیندار" کے اداریے کے
جواب میں، جس میں کہا گیا تھا کہ مولانا محمد علی نے مصریوں
کو حجاز پر حملہ کا مشورہ دیا) ۲۴-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

سید رشید رضا اور مؤتمر میں ہندوستانی وفدوں
کی مخالفت ۳ ! ۱۳/۲۲۶-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۲۳

عالمِ اسلام کی موتمر ــــ لجنۂ تنفیذیہ کی حقیقت ۱۲-۵-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

عالمِ اسلام کی موتمر ۱۳-۵-۱۹۲۷ء، ص ۴-۲

فعلِ فیصل ۲۲-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

قباب و قبور (۱) ۷-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

" (۲) ۱۱-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

" (۳) ۱۲-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۴-۲

کیا مولانا محمد علی نے مصریوں کو حملہ حجاز پر آمادہ کیا ۲۸-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۴-۲

مصری فوج کا ایک دستہ اور حکومتِ حجاز پر حملہ کی تحریک (۱) ۲۵-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

" " " " (۲) ۲۶-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

ملوکیتِ حجاز اور سلطان ابنِ سعود — مہر صاحب کی
کھلی چٹھی کا جواب ٪ ، ۵-۳-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

مؤتمر حجاز اور خلافت ٪ ۱۵-۵-۱۹۲۶ء، ص

مولانا سید سلیمان ندوی اور وفد خلافت کی رپورٹ (۱) ۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

" " " (۲) ۱۰-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

وفد خلافت کی رپورٹ پر سید سلیمان ندوی کا نوٹ اور
اس کی تشریح (سید صاحب کا نوٹ بھی اسی اشاعت میں
ملاحظہ ہو) ۱۴-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

میرے حرم کی حرمت اور خدا کے حرم کی حرمت کا موازنہ
(متعلق مسئلہ وفد حجاز) ۱۷-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

امتحان کے دو ہفتے (مسئلہ حجاز کے بارے میں) ۲۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

امسال کا حج ۱۶-۵-۱۹۲۵ء، ص ۲

امیر علی کی ابلیسی حرکت ۱۱-۶-۱۹۲۵ء، ص ۲

ایک اور پردہ اٹھا (مسئلہ حجاز میں امیر علی کی فریب کاریوں
پر تبصرہ) ۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

ایک دفعہ خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے (مسئلہ حجاز اور برطانیہ) ۱۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

آخر مقصد کیا ہے؟ (سلطان ابن سعود کے خلاف بعض
کوتہ اندیشوں کی شورش انگیزیوں کے جواب میں) ۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

آخری وقت میں ایک مریض کا علاج (مسئلہ تطہیر حجاز) ۱۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

آستانِ برطانیہ پر شریف حسین کا سرِ عجز ۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

بعض دوست نما دشمن ۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

بعض محترم معاصرین اور ہمدرد (مسئلہ حجاز میں بعض معاصر کے افکار و آراء پر نظر) ۴-۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

جزیرۃ العرب اور مداخلت کفار۔ وصیت رسولؐ کی پامالی کی دعوت (شریف حسین کی طرف سے حجاز میں مداخلت کے لیے برطانیہ سے اپیل) ۱۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

حجاج کے لیے جبریہ واپسی ٹکٹ کی تجویز (۱) ۲۵-۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

حجاج کے لیے سلطان ابنِ سعود کی تشویش ۲۲-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲

حجاز کا جدید قانونِ اسلحہ ۱۹-۹-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

حجتِ حق کا ظہور یعنی مدینہ منورہ کی فتح مبین ۲۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

حج کے خلاف پروپیگنڈا ۲۰-۵-۱۹۲۴ء، ص ۲

حج کے لیے نیا قانون ۲۷-۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

دورِ آزمائش ۱۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۴-۳

دو ایک کام کی باتیں (مسئلہ حجاز) ۲۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

سلطان ابنِ سعود کی حکومت ۲۹-۷-۱۹۲۶ء، ص ۲

سلطان ابنِ سعود کی شرافت ۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

سہل انگاری و تغافل شعاری کی انتہا (مسئلہ قیام حکومتِ حجاز) ۱۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

سید حبیب شاہ اور مسئلہ حجاز (سید حبیب شاہ خلافت کمیٹی پنجاب کے صدر تھے۔ خلافت کمیٹی کی پالیسی کی خلاف ورزی کی وجہ سے انہیں کمیٹی سے نکال دیا گیا تھا) ۹-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

شریفی رہزنوں سے عقل و دانش کی حفاظت کرو ۱۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

صدعن سبیل اللہ (مسئلہ حجاز کانفرنس اور التوائے حج) ۵-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۲

عازمانِ حج کے لیے آسانیاں — ۳۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳

عقبہ اور معان کا الحاق اور سلطان ابنِ سعود کا طرزِ عمل (۱) — ۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲

" " (۲) — ۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

علاج انگریزی ہو یا یونانی؟ (مسئلہ حجاز) — ۱۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

فرنگی محل سے صدائے مختلف — ۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳

فرنگی محل سے کون مراد ہے؟ (مسئلہ نجد و حجاز کے بارے میں فرنگی محلیوں کا رویہ) — ۲۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

کیا مولانا محمد علی نے مصریوں کو حملہ حجاز پر آمادہ کیا؟ — ۲۴-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳

گنبد نبوی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی — ۲۰-۸-۱۹۲۶ء، ص ۲

مدینہ منورہ — جیرانِ رسول اللہ پر شریفی مظالم — رابغ سے مولانا عرفان کا خط — ۱۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷-۴

مذہبی جوش اور مذہبی جنون (مسئلہ حجاز اور ہندوستان کی بعض جماعتوں کا بے جا جوش و خروش) — ۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

مسئلہ حجاز — ۲۳-۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

مولانا ظفر علی خاں پر شریفیوں کا بزدلانہ حملہ — ۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

شام و اٹلی

اٹلی کا دورِ مطلق العنانی — ۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

شام اور اٹلی — ۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

" " — ۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

شام میں عام بے چینی کے اسباب (۲) — ۱۷-۵-۱۹۲۶ء، ص ۲

شام و فرانس

انسانی ہمدردی کی قابلِ تقلید مثال (مس کیتھرین کی جانب سے مظلومین شام کی امداد کی تحسین) — ۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

عروس البلاد کی دل ہلا دینے والی تباہی (دروزیوں پر فرانسیسیوں کے مظالم پر تبصرہ) — ۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

فرانس کی قابلِ صد نفرت تہذیب	۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
مظلومینِ شام کی امداد	۲۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
مولانا محمد علی کا اہم تار (شام اور دمشق میں فرانسیسی مظالم کے خلاف احتجاج و تنبیہ کا تار، حکومتِ فرانس، وزرار حکومت اور اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام)	۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳
نہ ٹھیرا جائے ہے مجھ سے نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے (شام میں فرانس کے مظالم اور مجاہدینِ ریف کے متعلق)	۱۳-۸-۱۹۲۵ء، ص ۲
ہم میں اور فرانسیسیوں میں کیا فرق ہے؟	۱۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

مراکش

صلح کی غیر مخلصانہ کوششیں (مراکش میں ہسپانیہ و فرانس کی صلح کی کوششوں کا انجام)	۲۹-۴-۱۹۲۶ء، ص ۲
مراکش میں نیا دور	۷-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
مسلمانانِ ہند اور مراکش	۴-۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

مصر و آئرلینڈ

آئرلینڈ، مصر اور ہندوستان	۲۷-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۲
پامال خرامِ ناز (مصر میں برطانیہ کی پالیسی)	۲۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳
مصر اور برطانیہ	۳-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴
مصر اور برطانیہ کے معاملات — مسلسل وعدہ خلافیوں کی کی عبرتناک داستان	۲-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴
مصر کی آزادی اور برطانوی مواعید کی حقیقت (۱)	۵-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
" " " (۲)	۹-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳
مصری وزارت	۲۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

موصل

قضیہ موصل اور کفن وزدے چند	۲۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲
قضیہ موصل (۱)	۲۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱

قضیۂ موصل (۲)	۲۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲
کام نکالنے کی ترکیبیں (مسئلۂ موصل اور اقوام لیگ میں اس کا قضیہ)	۲۵-۱۲-۱۹۲۵ء ص ۳
پھر کچھ گھٹائیں سی اٹھ رہی ہیں (عالمی سیاسی حالات اور بعض خدشات)	۱۰-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲

متفرقات

جزائر فلپائن کو آزادی عطا کرنے کی تجویز (۱)	۱۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴
〃 〃 〃 〃 (۲)	۲۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴
دنیا میں قیامِ امن کے دعوے (جنگ کا خطرہ)	۸-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۳
عراق و شام میں آزاد عرب سلطنت	۱۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳
مسئلہ انسدادِ جنگ — امریکن تجاویز	۱۸-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳
مظلوموں کی متحدہ صفِ ماتم	۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۳
نئے نئے حربے (موجودہ جنگ کی ہیبت ناکیاں)	۱۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲
یورپ کا مستقبل — سابق قیصر جرمنی کے حالات	۲۴-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳

شخصیات

اجمل خاں

محمد علی

ہمارے سب سے بڑے محسن کی یادگار (حکیم اجمل خاں)	۶-۱-۱۹۲۸ء، ص ۵-۳
آہ! مسیح الملک	۱-۱-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳
مسیح الملک کی یادگار اور اہلِ ملک کا فرض	۱۵-۲-۱۹۲۸ء، ص ۳

اقبال

محمد علی

طبیب حاذق سر محمد اقبال کا نیا نسخہ* (۱)	۱۲-۸-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳
〃 〃 *(۲)	۱۶-۸-۱۹۲۷ء، ص

طبیب حاذق سر محمد اقبال کا نیا نسخہ * (۳) — ۱۷-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

〃 〃 〃 * (۴) — ۱۸-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

〃 〃 〃 * (۵) — ۲۱-۸-۱۹۲۷ء، ص

امان اللہ خان

محمد علی

تاجدارِ افغانستان کی شخصیت — مولانا محمد علی کے تاثرات ۲۵-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۳-۵

شاہ امان اللہ خان اور بچہ سقہ * — ۱۸-۲-۱۹۲۹ء، ص

اعلیٰ حضرت تاجدار افغانستان کی تشریف آوری — ۹-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

خواجہ حسن نظامی

عبدالستار اٹاوی

خواجہ حسن نظامی کی بحث پر تبصرہ — ۱۹-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۵

محمد علی

مسلمان ایڈیٹروں سے خطاب: ایک نئے اسمار الرجال کی ضرورت — ۲-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲

اعتذار — ۲-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲

آپ بیتی اور خواجہ بیتی — ۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴

ایک پولیٹکل اور مذہبی گرگٹ کے ساتھ میری رقابت (مولانا ظفر علی خاں سے اپنے اختلافات کے متعلق) — ۲۱-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴

رقابت × — ۱۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴

مکرر یہ کہ — ۱۵-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳

مولانا ابوالکلام آزاد سے میری رقابت — ۱۶-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۵

میری چند اور رقابتیں (ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں سے) ۱۵-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳

خواجہ صاحب خود اپنی تحریروں میں تولے جا رہے ہیں — ۲۰-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳

مسلمانانِ دہلی! آج شام کو فتحپوری میں ضرور آؤ — علی حسن عرف خواجہ نظامی کی ایک اور پیش بندی — ۲۳-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴

مہذب ڈاکو (ضیاء الحق) اور مقدس ڈاکو (خواجہ) کی خط و کتابت	۲۱-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
شیر دل خواجہ و گربہ مسکین خواجہ	۲۲-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
خواجہ صاحب کی تحریر اور خود ان کی تفسیر	۲۳-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴
چٹخارا	۲۹-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
بڑے ذات شریف اور بڑے بدمعاش	۳۰-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
خواجہ صاحب کی روسیاہی پر میری صفائی	۱-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴
بکف چراغ دارد	۱۹-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
چغل خوری اور چوری	۲۶-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
خواجہ غریب نواز ثانی کی لمبی چوڑی کہانی	۲۸-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
خواجہ حسن نظامی اور ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف	۱۷-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
" " " (وہی مضمون جو ۱۷ نومبر کو بطور مقالہ افتتاحیہ بھی چھپا)	۱۸-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۱+۸
خواجہ حسن نظامی کا خط اور اس کی سرگزشت	۱۸-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا (خواجہ حسن نظامی کی غداری کے متعلق متعدد حضرات کے خطوط مولانا محمد علی کے نوٹ کے ساتھ)	۲۶-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۳
خواجہ صاحب خود اپنی ترازو میں تولے جا رہے ہیں (۱)	۲۲-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴
" " " " (۲)	۲۴-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴
تبلیغ کا راجہ پروپیگنڈے کا بادشاہ	۲۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۳
دروغ دانستم	۱۲-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۴
کہاں سے کہاں ؟	۲۸-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۴
مرید می کند ہر آنچہ پیر نتواں کن (۱)	۱۸-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳
" " " " (۲)	۲۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳
مرید می کند ہر آنچہ پیر نتواں کن (۳)	۲۲-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳
" " " (۴)	۲۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

یادشِ بخیر (علی) حسن نظامی ۱۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

فتحپوری کے جلسے میں احرار کی پوری فتح ——— مسلمانانِ دہلی کا حریت نواز فیصلہ ۲۴-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲-۴

شردھانند کا قتل اور پیدا شدہ مسائل

محمد علی /

انسدادِ توہینِ بزرگانِ دین اور دو اور دعوتیں ۲-۸-۱۹۲۷ء، ص ۱-۲

اے رہرو نشپت بمنزل ہشدار (۱) ۱۴-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱-۲

〃 〃 (۲) ۱۶-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱-۲

توہینِ انبیاء و بزرگانِ دین اور دفعہ ۱۵۳، الف تعزیراتِ ہند (۱) ۴-۷-۱۹۲۷ء، ص ۲-۵

〃 〃 〃 (۲) ۵-۷-۱۹۲۷ء، ص ۳

〃 〃 〃 (۳) ۶-۷-۱۹۲۷ء، ص ۳

〃 〃 〃 (۴) ۰ ۰

〃 〃 〃 (۵) ۱-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳

〃 〃 〃 (۶) ۷-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

توہینِ انبیاء و بزرگانِ دین کے انسداد کے لیے نئے قانون کا مسودہ X ۱۰-۸-۱۹۲۷ء، ص

توہینِ رسولِ اکرمؐ اور اس کے خلاف لکھنؤ کا احتجاج (۱) ۱۸-۷-۱۹۲۷ء، ص ۳

〃 〃 〃 (۲) ۲۰-۷-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

رنگیلا رسول — جرم کی نوعیت اور قانون موجودہ ۲۸-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

سوامی جی (شردھانند) کا قتل اور دونوں ملتوں کا امتحان (۱) ۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

〃 〃 〃 〃 (۲) ۹-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

سوامی شردھانند کے صاحبزادے کا حیرت انگیز ترحم (۱) ۲۵-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲-۳

سوامی شردھانند کے صاحبزادے کا حیرت انگیز ترحم (۲) ۲۶-۴-۱۹۲۷ء، ص ۳

کدھر جا رہے ہو؟ (شردھانند کا قتل) ۱۱-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

رسولؐ اللہ کی توہین ــــ انسداد کی صورت ۲۶-۷-۱۹۲۷ء، ص ۳

قانون انسدادِ توہینِ مذاہب ــــ ایک غلط مبحث ۵-۹-۱۹۲۷ء ص ۴-۳

مقدمہ کے پہلے دن کی کارروائی (سوامی شردھانند کا قتل) ۱۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

یومِ ہائی کورٹ کے متعلق مسلمانوں کے جلسے ــــ اقتصادی پستی وانتشار ملی کے دفعیہ کی تدابیر ۲۹-۷-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

۲۲ جولائی کا دن ــــ مولانا محمد علی کا پیغام (یومِ ہائی کورٹ) ۲۱-۷-۱۹۲۷ء، ص ۳

نادر خاں

جنرل نادر خاں صاحب کی آمد ※ ۲۴-۲-۱۹۲۹ء، ص

نادر موقع اور نادر مرد ــــ سپہ سالار نادر خاں سے ملاقات ※ ۲۸-۲-۱۹۲۹ء، ص

سپہ سالار نادر خاں سے گفتگو ※ ۱-۳-۱۹۲۹ء، ص

دیگر شخصیات

محمد علی

آہ! رخصت جہاں سے داس ہوا × ۸-۶-۱۹۲۵ء، ص

تعارف ※ (یہ ڈاکٹر انصاری کے ساتھ زعمائے مصر کی تصویر کا تعارف ہے) ۲۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

اکابیوں کی قربانی ۱۹-۳-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

الطافِ حکومت کی بارش ۲۸-۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

ایک افسوسناک واقعہ (چین کے ایک ہوٹل میں راجہ مہندر پرتاپ سے ایک انگریز کی بے ہودگی) ۸-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

نئے وائسرائے ۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

ہز ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال کی تشریف آوری ..
علیگڑھ مدرس — ۶-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴
ہندوستانی جلاوطن — ۲۲-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۴

مجاہدینِ ریف

محمد علی

دعا (مجاہدین ریف کی فتح کے لیے) — ۲۷-۱-۱۹۲۶ء، ص

اب کیا زبانی امداد سے بھی دریغ ہے؟ — ۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲
مادی اور روحانی قوتوں کا تصادم (ریف کی کامیابی اور یورپ کی توہین) — ۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲
مجاہدینِ ریف کو کچلنے کی سازش — ۱۹-۵-۱۹۲۵ء، ص ۲

صحافت

"انقلاب"، لاہور

نقش ثانی (روزنامہ "انقلاب"، لاہور پر تنقید) — ۲۶-۶-۱۹۲۸ء، ص ۳
یہ صحافت ہے یا سفاہت —— ایک ضروری سوال (انقلاب و زمیندار کی چشمک) — ۱۹-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳

"زمیندار"، لاہور

"زمیندار" پریس کی ضبطی — ۱۶-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴
زمیندار پریس کو دوبارہ جاری کرنے کی تحریک — ۲۹-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴
زمیندار کو تنبیہ (۴) — ۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
معزز ہمعصر زمیندار اور وفد حکومت — ۲۹-۷-۱۹۲۶ء، ص ۳

"ہمدرد"، دہلی

ظفر الملک

نئی ذمہ داری — ۲۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۵

عبدالماجد

نئی زندگی ۲۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۴-۵

محمد علی

الوداع ۲۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲-۴

الوداع اول (علاج کے لیے یورپ روانگی) ۲۰-۵-۱۹۲۸ء، ص

الوداع اول × ۲۰-۵-۱۹۲۸ء، ص

الوداع اخیر (ہمدرد کی بندش پر) ۱۲-۴-۱۹۲۹ء، ص

الوداع اخیر × ۱۲-۴-۱۹۲۹ء، ص

ایڈیٹر "ہمدرد" کا نوٹ ("ہمدرد" کی عیدی کے جواب میں) ۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۴

بسم اللہ ۱-۶-۱۹۱۳ء، ص

خودداری ساحل ۲۷-۴-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴

دعا × ۲۷-۱-۱۹۲۴ء، ص

دعا × ۹-۱۱-۱۹۲۴ء، ص

رخصت ۲۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۵

رخصت کی معذرت ۲۰-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

فسانۂ غم (ہمدرد سے ہمدردی کی ضرورت) ۲۹-۲-۱۹۲۸ء، ص ۳-۵

فسانۂ غم (ہمدرد کی امداد کے لیے اپیل) ۲۰-۳-۱۹۲۸ء، ص

کرم فرماؤں کو جواب (ہمدرد کی امداد کی اپیل کے جواب میں) ۲۹-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲

ہمدرد کی عیدی ۲۱-۳-۱۹۲۷ء، ص ۲-۵

" ۱۵-۴-۱۹۲۷ء، ص

" ۲۷-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲-۵

" (۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء کا اداریہ دوبارہ نقل کیا گیا) ۱۳-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

" (۱۵ اپریل ۱۹۲۷ء " " " ") ۱۴-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲+۷

"ہمدرد" کے متعلق آخری فیصلہ (۱) ۱۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

"ہمدرد" کے متعلق آخری فیصلہ (۲)	۱۱-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴
〃 〃 〃 (۳)	۱۳-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴
"ہمدرد" کے ہمدردوں سے خطاب X	۲۳-۵-۱۹۲۵ء، ص
اپنی سرگزشت (۱) نسخ و نستعلیق کے متعلق	۱۲-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵
〃 (۲)	۱۳-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴
〃 (۳)	۱۴-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴
〃 (۴)	۱۵-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵
اپنے ہمدردوں اور قدردانوں سے خطاب	۲۵-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳-۴
ایک سالہ دورِ چرخ ("ہمدرد" کے بارے میں)	۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳
آپ بیتی ("ہمدرد" کے انتظامات اور ٹائپ کے سلسلے میں)	۲۴-۲-۱۹۱۳ء، ص ۲
آپ بیتی — باقی رام کہانی	۲۵-۲-۱۹۱۳ء، ص ۲
آج کا "ہمدرد"	۴:۱۷۳، ۱-۸-۱۹۲۷ء، ص الف
آواز بے اثر نہ رہی ہندوستان اور ہندوستان کے باہر سے امداد ("ہمدرد" کی عیدی کے سلسلے میں)	۱۵-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳
دو ایک باتیں اپنے متعلق (مسئلہ بقائے ہمدرد)	۱۵-۹-۱۹۲۶ء، ص ۲
دہلی کے مسلمان بھی بیدار ہوں	۱۵-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴
کچھ اپنی نسبت (ٹائپ کا مسئلہ اور یکم جون سے پورا آٹھ صفحے کا اخبار نکالنے کا قصد)	۱۳-۸-۱۹۱۳ء، ص ۳
کیا آپ عید کے کپڑے بنا چکے؟	۲۱-۳-۱۹۲۷ء ص ۳-۴
منشی کا مریٹ کا گھوڑا (برقی مشین کی خرابی اور اشاعتِ ہمدرد میں رکاوٹ)	ضمیمہ، ۸-۶-۱۹۲۶ء، ص الف
منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی	۲۱-۱۲-۱۹۲۴ء، ص ۲
مولانا محمد علی کی علالت	۲۲-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۴
ہمدرد سے ہمدردی	۱۵-۳-۱۹۲۸ء، ص ۳
ہمدرد کا سرمایہ	۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵

"ہمدرد" کے ہمدردوں سے ۲۱-۷-۱۹۲۵ء، ص۴

"ہمدرد" کے ہمدردوں سے اپیل ۲۸-۴-۱۹۲۵ء، ص۲

"ہمدرد" کے ہمدردوں سے خطاب (۳ جون ۱۹۲۵ء کے ہمدرد میں مطبوعہ اداریہ) ۱۰-۵-۱۹۲۸ء، ص ۳-۵

"ہمدرد" کے ہمدردوں سے التماس ۱۰-۵-۱۹۲۸ء، ص۵

دیگر اخبارات و مسائل صحافت

اربابِ صحافت کی بے راہروی ۲۱-۵-۱۹۲۸ء، ص۳

انگریزی صحافت کی ایک بدترین مثال — ہندوستان ٹائمس کا وطیرہ ۴-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

پنجاب کے گندہ ذہن اخبارات —— اراکین حکومتِ پنجاب کی دلفریب چال ۲۵-۷-۱۹۲۷ء، ص۳

شکوہ اور جواب شکوہ (ہمدرد کے ایک اداریے کے جواب میں دیو رتن شرما کا خط اور اس کا جواب) ۲۱-۱۰-۱۹۲۶ء، ص۲

صحیفہ نگاری اور اس کی ذمہ داری ۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

معاصرین سے استدعا (اخبارات کے اختلاف) ۷-۱۰-۱۹۲۶ء، ص۳

مولانا محمد علی شائستگی سیکھیں (پنچ لاہور کے جواب میں) ۲۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۲-۳

کیا گالیاں بھی زیبِ داستاں ہو سکتی ہیں؟ (" ") ۲۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص۲

پریس ایکٹ

پریس ایکٹ ۲۸-۲-۱۹۱۴ء، ص۴

پریس ایکٹ کی ترمیم ۱۰-۱-۱۹۱۴ء، ص۵

پریس ایکٹ کے متعلق ایک نئی تشریح ۱۰-۳-۱۹۱۴ء، ص۴

وائسرائے کی کونسل کا اجلاس اور پریس ایکٹ کی ترمیم۔ —— دلچسپ بحث ۱۳-۱-۱۹۱۴ء، ص۵

کانفرنسیں اور کمیشن

آل پارٹیز کانفرنس

محمد علی

آل پارٹیز کانفرنس اور نہرو رپورٹ ※ — ۱۶-۱-۱۹۲۹ء، ص

آل پارٹیز کانفرنس اور مسلمانوں کے حقوق — ۳۰-۹-۱۹۲۸ء، ص ۴+۸

آل پارٹیز کانفرنس سے پہلے (۱) — ..

" " (۲) — ..

" " (۳) — ۲۱-۷-۱۹۲۵ء، ص ۴-۳

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے سامنے (۱) — ۲۹-۷-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

" " (۲) — ۳۰-۷-۱۹۲۵ء، ص ۲-۲

آل پارٹیز کانفرنس کی تقریروں پر نظر — ۳۰-۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

مہاتما گاندھی اور پنڈت موتی لال نہرو کا بیان (آل پارٹیز کانفرنس کے متعلق) — ۵-۳-۱۹۲۵ء، ص ۵

سائمن کمیشن

محمد علی

اسمبلی میں ایک حادثہ دسائمن کمیشن کے مقاطعہ کی قرارداد پاس ہوگئی) — ۲۰-۲-۱۹۲۸ء، ص ۴-۳

بھائی رام جی میکڈ انلڈ کے کچھ حالات —— آئینی کمیشن اور حزب عمال کی کمک × — ۲۹-۱۱-۱۹۲۷ء، ص

زبان بندی — ۲۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

شاہی کمیشن اصلاحات —— حصولِ سوراج کا لاحاصل ذریعہ —— مولانا محمد علی کے خیالات — ۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

کمیشن کے بارے میں لیڈر کیا کریں گے اور کرنا کیا چاہیے؟ ۱۴-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

محمد علی

لو وہ کمیشن بھی مقرر ہوا (ہندوستان کو ذمہ دار حکومت دینے کے لیے شاہی کمیشن یا سائمن کمیشن کا تقرر)
۱۱-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

"نہیں" کی نہیں سہی (وائسرائے ہند کی تقریر پر تبصرہ) ۲۸-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

وائسرائے کے بیان پر تبصرہ (۱) ۲۲-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

" " (۲) ۲۳-۱۱-۱۹۲۷ء، ص

" " (۳) ۲۵-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۳

" " (۴) ۲۷-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

اب کیا کرنا چاہیے؟ — مقاطعہ کے بعد دوسرا اقدم ۵-۲-۱۹۲۸ء، ص ۳

اخبار "انقلاب" (لاہور) اور مولانا محمد علی — سائمن کمیشن اور تقسیم حقوق
۶-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

اقلیتوں کے تحفظ حقوق کے دعویدار — وہی

ابلہ فریبانہ چال (برکن ہیڈ کی تقریر پر تبصرہ) ۱۹-۲-۱۹۲۸ء، ص ۳

برطانوی وزیر جنگ کا دورہ — ہندوستان کی غلامی دوسری قوموں کے لیے باعث خطر
۳۰-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

بہترین موقع یا بدترین طوقِ غلامی — مسلمانوں کے ناصح مشفق
۱۱-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۴-۳

تضیع اوقات — اسمبلی کی کارروائیوں کا ماحصل ۳-۴-۱۹۲۸ء، ص ۳

جمعیتہ مقننہ کا آئندہ اجلاس — اراکین کی ذمہ داری ۱۶-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳

جمعیتہ مقننہ میں حکومت کو شکست پر شکست — سرکاری ارکان کی ناقابلیت کے مظاہرے
۱۹-۳-۱۹۲۸ء، ص ۳

حکومت پرستی کے انعامات
۱-۶-۱۹۲۸ء، ص ۳

خواہ مخواہ کا . . . (ہندوستان کے لیے اصلاحات کا کمیشن)
۱۸-۲-۱۹۲۷ء، ص ۳

نوٹ کے متعلق ۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳

اعتراضات کے پانچ کالم (صاحبزادیوں کے نام محمد علی کے خط مطبوعہ ہمدرد ۲۳ جولائی پر اعتراضات کا جواب) ۲۰-۸-۱۹۲۶ء، ص ۲

امنِ عالم — زبانی دعووں اور اعمال کا موازنہ ۱۳-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳

انجام کار (۱) ۱۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 (۲) ۱۳-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

انگلستان کا طرزِ حکومت ۲۹-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

برٹش گورنمنٹ کا پہلا طلائی سکہ — اسلامی کلمہ کی طلائی اشرفی ۱۰-۵-۱۹۱۴ء ص ۵

تحقیر و تنفر کا معیار کیا ہے؟ ۱۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

"ٹائمس آف لنڈن" اور مسلمانانِ ہند (۳۰ مئی کے شمارے میں "لندن ٹائمس" کا ایک تبصرہ نقل ہوا ہے، اس پر یہ اداریہ لکھا گیا ہے) ۳۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

چور کا بھائی گرہ کٹ ۲۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

حکومت کو چیلنج ۲۸-۱۲-۱۹۲۸ء، ص ۳

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت منگر ۳۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ۳۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲

شکریے کے ساتھ واپس ۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴

صلۂ خدمات کی درخواست ۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲

قوتِ عزم اور اس کے کرشمے ۱۰-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲

"کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے!" ۲۸-۷-۱۹۲۵ء، ص ۲

"مادرِ ہند" ——— ایک دلآویز تصنیف ۱۸-۸-۱۹۲۷ء، ص ۳-۴

ملک و قوم کی قیادت ۳۱-۷-۱۹۲۸ء، ص ۳، ۵

"نہ ٹھیرا جائے ہے مجھ سے نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے!" ۱۳-۸-۱۹۲۵ء، ص ۲

ہندوستانی قومیت میں ایک نیا باب ۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱

مشمولاتِ ہمدرد

ادب و زبان

افسانہ

باقر علی، میر

مان نہ مان میں ترا مہمان — ۱۳-۳-۱۹۲۵ء، ص ۶-۷

پریم چند، منشی

داروئے تلخ — ۱۷-۷-۱۹۱۳ء، ص

جوش، سلطان حیدر

افسانۂ دل — ۲۲-۷-۱۹۱۳ء، ص

حبیب، پروفیسر محمد

اندھیر — ۲۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ۷-۸

روسی قصے: فلسفی اور رمالی — ۲۹-۷-۱۹۲۷ء، ص ۷

حقی، محمد سلیم الحق (مترجم)

.... (کوئی افسانہ — عنوان چھٹ گیا) — ۲۶-۶-۱۹۲۶ء، ص ۷+

خاطف علی پوری، راجہ نذر محمد

کلرک — ۱۷-۷-۱۹۲۷ء، ص ۷

راشد الخیری

نانی عشو — ایک نہایت پرلطف قصہ — ۲۵-۷-۱۹۲۷ء، ص ۷

سجاد حیدر، سید

میں باغی ہوں — ۱۲-۴-۱۹۲۸ء، ص ۷

سدرشن

گردش زمانہ (از ہمایوں، لاہور) ۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱۰-۱۱

عابد حسین، ڈاکٹر، سید۔

ایک سچا افسانہ ۱۲-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲

عبدالرزاق ملیح آبادی

گر (از چیکوف) ۲۵-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

عبدالماجد دریابادی

زندہ دلوں کی حسرت نصیبی (ایک امریکی کروڑپتی کی داستانِ حسرت) ۲۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷

علی اکبر کاظمی، سید

خواب ۹-۳-۱۹۲۷ء، ص ۷-۸

کامل، حضرت

بیلا ۱۸-۵-۱۹۲۷ء، ص ۷

مجنوں گورکھپوری

گوہرِ محبت ۲۵-۵-۱۹۲۷ء، ص ۷-۸

مظہر علی

پپیہا ۹-۶-۱۹۲۷ء، ص ۷

نظامی، م

صغریٰ ۱۲-۵-۱۹۲۷ء، ص ۷

نیاز فتحپوری

ایک شاعر کا انجام ۱۸-۳-۱۹۲۷ء، ص ۷

جے مالاؔ (از مستانہ جوگی) ۵-۶-۱۹۲۷ء، ص ۷

زبیدہؔ ۲۰-۷-۱۹۲۵ء، ص ۶-۸

گرگٹ (از مستانہ جوگی) ۱۱-۴-۱۹۲۷ء، ص ۷

"گل سمرنا" عشق و محبت کی ایک دلچسپ داستان (لطیفہ خانم کی داستانِ محبت)
نندر بابو (۱) ۱۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۹
۱۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۷

انشائیہ

فرحت اللہ بیگ
۱۲۶۱ھ کا دہلی کا ایک مشاعرہ ۱-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۲
" " " ۵-۱۰-۱۹۲۸ء، ص
۱۲۶۱ھ میں دہلی کا ایک مشاعرہ ۷-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۹-
" " " ۱۰-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۲+۸
" " " ۲۶-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۲
" " " ۲۸-۳-۱۹۲۹ء، ص ۲+۷

تنقید و تبصرہ

حالی، شمس العلماء، مولانا خواجہ الطاف حسین
مزارات اولیائے دہلی (از مولوی محمد عالم شاہ) ۲۱-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱
عارف ہسوی
محمد حسین الہ آبادی کا کلام ۲۹-۴-۱۹۲۶ء، ص ۳
عبدالماجد
بچوں کی پرورش مؤلفہ ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال ۲۸-۳-۱۹۱۴ء، ص ۳-۱

دارالمصنفین کی خدمت آپ کیونکر کر سکتے ہیں؟ ۱۰-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۴
رسالہ خدام کعبہ ایڈیٹر و پروپرائیٹر شوکت علی خادم الکعبہ دہلی ۲۹-۳-۱۹۱۴ء، ص ۲
فلسفۂ جذبات (از عبدالماجد) ۲۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲

طنز و مزاح

باقر علی، میر
کٹھل داتی ۱۸-۵-۱۹۲۸ء، ص ۷

وہ پلٹا	۲-۷-۱۹۲۸ء، ص ۹
بلغ العلی، حاجی	
تجاہل عامیانہ : حاجی بلغ العلی صاحب المعروف بہ حاجی لغلول کی آنکھوں دیکھی آپ بیتی	۲۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲
〃 〃 〃 〃	۱۸-۸-۱۹۲۷ء، ص ۲+۷
〃 〃 〃 〃	۱۵-۱-۱۹۲۸ء، ص ۳
〃 〃 〃 〃	۶-۷-۱۹۲۸ء، ص ۴
رشید احمد صدیقی	
سگ گزیدہ	۸-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۷
کہاں سے	۲۴-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲
میرا سفر	۱۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷
شوکت علی، مولانا	
ایک لطیفہ (میر باقر علی داستان گو)	۱۴-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲
شوکت علی پنشنیا (ایک سبق آموز لطیفہ)	۶-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

لسانیات

راقی، قطب الدین خاں	
علامات قرأت وتحریر	۱۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶
عبدالحی خاں	
علامات قرأت وتحریر	۲۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۷

مسائل ومباحث

باقر علی، میر	
خصائص وعادات پر زبان کے اثرات	۱۴-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۷
رشید احمد صدیقی	
چند استفسارات بخدمت جمیع ہمدردان اردو	۲۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸

شاد عظیم آبادی، خان بہادر مولوی علی محمد صاحب

ترقی اردو (۱) ۲۷-۱-۱۹۱۴ء، ص ۵

ترقی اردو (۵) ۱-۲-۱۹۱۴ء، ص ۵

عزیز احمد خاں

مستقبل ہند اور عقدہ زبان ۸-۳-۱۹۱۴ء، ص ۲

کیفی دہلوی، پنڈت برج موہن دتا تریہ

اخبارات اور اردو ۸-۶-۱۹۲۷ء، ص ۷

دیگر زبانوں کا ادب

بہزاد

مرقع ہستی ۱۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

خالدہ خانم

اے مادرِ وطن! ایک ترک کا خطاب اپنے وطن سے ۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

چین کی شاعری ۲۳-۳-۱۹۲۷ء، ص ۷

داستانِ پاستان (۱) ۲۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۲

شعر و سخن

غزل، نعت وغیرہ

احمد اللہ

نعت ۲۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

اختر، بی-اے، عبدالغفار خاں

عید میلاد ۱۹-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

بیخود دہلوی

غزل ۸-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱

جوہر، مولانا محمد علی

(نعت) ۲۶-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱

خستہ دہلوی، گنیشی لال	
ایک پنڈت کی نعت	۶-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱
روحی الہ آبادی	
(غزل)	۱۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱
زین العابدین قدوائی بھیاروی	
غزل	۲۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱
سعید، ڈاکٹر سعید احمد	
(غزل)	۱۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱
شاد عظیم آبادی	
(غزل)	۲۳-۲-۱۹۲۵ء، ص ۱
شوق بچھرایونی	
شعر و سخن	۲۷-۲-۱۹۲۵ء، ص ۱
شیدا، مسیح الملک حکیم اجمل خاں	
غزل (دو غزلیں)	۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱
طاہر، صفی الدولہ حسام الملک نواب محمد علی حسن خاں	
غزل	۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱
ظفر، ابو المظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ	
الف - بے - تے	۳۰-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱
قمر دہلوی، سید قمر الدین	
مناجات (لارڈ ہیڈلے الملقب بہ سیف الرحمن شیخ رحمت اللہ فاروق کی انگریزی مناجات درگاہ باری مستجاب الدعوات کا اردو ترجمہ)	۱۷-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱
قیس شاہجہانپوری، مولانا محمد عبد الہادی	
غزل	۵-۳-۱۹۲۶ء، ص ۱
"	۲-۶-۱۹۲۶ء، ص ۱

کریم الرضا خاں شاہجہانپوری

غزل ۱۱-۲-۱۹۲۶ء، ص ۱

محمود اسرائیلی

غزل ۲۹-۷-۱۹۲۶ء، ص ۱

نظیر لدھیانوی، خان اصغر حسین خاں

غزل ۲۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

ولی اللہ ایبٹ آباد، میر

شعر و سخن ۱۳-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱

بلال مارہروی

غزل ۱۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

غزل ۱۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

نظم

احمد رضوی امروہوی، ابوالکمال حکیم سید

ربیف سا بے علم اور ہسپانیہ سا باکمال ۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱

اظہر دہلوی، مظہر دہلوی

اے نور چشم ایشیا (نظم) ۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱

افسر میرٹھی، حامد اللہ

ایک خط میں بچپن کی یاد — لڑکیوں کے نیچرل جذبات کا اظہار ۱۵-۱۱-۱۹۱۳ء، ص

اقبال

پھول ۲۵-۲-۱۹۱۳ء، ص ۱

فلسفۂ شہادت ۳۰-۷-۱۹۲۵ء، ص ۱

ایک طالب علم علیگڑھ

خطاب بہ سردار قوم (نواب وقار الملک کی شان میں) ۳-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

آرزو لکھنوی	
آہ دردمند	۱۳-۸-۱۹۱۳ء، ص
آزاد، اسرار احمد	
بیان آرزو	۳۰-۹-۱۹۲۶ء، ص ۱
کلام	۲۰-۶-۱۹۲۶ء، ص ۱
جوہر، محمد علی	
سودائے کربلا	۳۱-۷-۱۹۲۵ء، ص ۱
ماہ صیام	۲۰-۴-۱۹۲۵ء، ص ۱
" (ایک دوسری نظم)	۲۲-۴-۱۹۲۵ء، ص ۱
وداع رمضان	۲۴-۴-۱۹۲۵ء، ص ۱
حسرت موہانی	
کلام حسرت - غزل کا مقطع:	
کچھ حد بھی ہے اس شورش خاموش کی حسرت	
یہ کشمکشِ غم مجھے بیکار نہ کر دے	۱۰-۷-۱۹۲۸ء، ص ۱
خلیق دہلوی، منشی عبدالخالق	
سائمن کمیشن	۱۲-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷
شکوہ فلک	۱۷-۹-۱۹۲۶ء، ص ۱
شہیدانِ پنجاب کی یاد میں	۱۷-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲
نظم بہ تقریب افتتاح ترکی نمائش دارالسلطنت دہلی	۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱
سعید، ڈاکٹر سعید احمد	
تو تو میں میں	۱۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی	۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱
سعید حسین کمبوہ	
زندگی کا راگ (سام اف لائف (لانگفیلو) کی نظم کا ترجمہ)	۱۳-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

شبلی نعمانی

مسلم وفاداری (قطعہ — وائسرائے کی خدمت میں
مسلمانوں کے وفد کے متعلق) ۲۹-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱

طالب الہ آبادی، سید طالب علی

چرخے اور کھدر کا پیغام ۱۴-۴-۱۹۲۵ء، ص ۱

ظفر علیخاں

فکاہات ۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱

فکر

وزارتِ بنگالہ ۳-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

کریم الرضا خاں ایم۔ اے (علیگ) شاہجہانپوری

مسلم خوابیدہ ۲۴-۱-۱۹۲۶ء، ص ۱

کشاف (شبلی نعمانی)

(نظم) ۲۴-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱

کمال الدین خواجہ

اظہارِ درد ۲۹-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱

خطاب بہ قوم ۱۰-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱

۲۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

کیفی چڑیاکوٹی، محمد مبین عباسی

شہیدوں کی عید — ایک شہید کی زبانی ۲۲-۳-۱۹۲۸ء، ص ۱

محمود اسرائیلی

آئینی کمیشن ۲۲-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

بیداری کا راگ ۱۹-۲-۱۹۲۸ء، ص ۱

ترانۂ وطن ۹-۷-۱۹۲۶ء، ص ۱

دعا ۱۴-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱

سروشِ بیداری ۱۷-۵-۱۹۲۸ء، ص ۱

فریادِ حرم — ۱۷-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱

کانگریس — ۱۹-۵-۱۹۲۷ء، ص ۱

مسئلہ انتخاب اور قوم پروروں کی ذہنیت — ۲۷-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱

نخلِ محبت ــــ بہ تقریب سالگرہ ہمدرد — ۱۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱

نذرانۂ عقیدت بحضور لامع النور حضرت شاہ امان اللہ غازی (قطعات) — ۱۱-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

ہندو سبھا کا قیام اور اس کے اثرات — ۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۱

نظیر لودیانوی، اصغر حسین

تلاشِ سکون — ۶-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱

دورِ بہار — ۲۰-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱

ولی اللہ، میر

نظم — ۲۷-۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

ہاشمی فرید آبادی

مورکھ ہندی — ۲۶-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۱

سائمن کمیشن اور مسلمانانِ ہند — ۲۰-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

فارسی

ذوالفقار علی بخاری

شعر و سخن — ۲۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

کوکب، محمود الحسن

بہ دامت آنکہ آمدے فریب دانہ من بودم — ۱۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱

گرامی، غلام قادر

رباعیاتِ گرامی — ۲۶-۴-۱۹۲۸ء، ص ۱

〃 — ۳-۵-۱۹۲۸ء، ص ۱

کلام گرامی (ایک رباعی) — ۲۹-۵-۱۹۲۸ء، ص ۱

محمد حسین الہ آبادی

دو رباعیاں اور ایک نعت ۵-۵-۱۹۲۶ء، ص ۱

غیر مطبوعہ کلام ۲۹-۴-۱۹۲۶ء، ص ۱

محمود علی خاں بریلوی

بہ تقریب تشریف آوری ہز ایکسیلنسی کونسل جنرل سلطنت

خداداد افغانستان بہ دار السرور ریاست رام پور (فارسی نظم) ۲۵-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

ولی اللہ امیر (ایبٹ آباد)

رباعیات ۲۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱

غزل ۱۲-۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

از ماست کہ بر ماست (از نوبہار، مشہد) ۲۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۱

بادہ کہن: بیاض معروف (فارسی شعرا کے اشعار کا انتخاب) ۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱

غزل (از امان افغان) ۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

" " ۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

غزل (از طلوع افغان) ۲۹-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

افتراعیات

سلطان جہاں بیگم

خواتین ہند کی کانفرنس۔ ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم کا خطبۂ صدارت[1] ۱۳-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲

" " " " " " " " " (۲) ۱۴-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲

" " " " " " " کی آخری تقریر ۱۶-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

فضل الرحمان، مولوی

خواتین ترکی کی آزادی اور اسلام ۱۴-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱+۸-۷

انگلستان کی تعلیم یافتہ خواتین اور مسئلہ ازدواج ۱۸-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۲

دمشق میں نسوانی تحریک	۲۱-۱۰-۲۷ (۱۱) ، ص ۱
عورت کے حقوق	۹-۶-۱۹۲۷ء ، ص ۷
عورتوں کے لیے ورزش کی ضرورت (از سہیلی)	۲۵-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲

اقتصادیات

عورت اور اقتصادیات

فدا علی خاں

عورت اور اقتصادیات	۵-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۵-۴
"	۷-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱
"	۸-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱
"	۹-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱
"	۱۰-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱
"	۱۲-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱
"	۱۳-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱
"	۱۴-۳-۱۹۱۴ء ، ص ۲-۱

عورت اور اقتصادیات	۱۵-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲-۱

مسائل و مباحث اقتصادیات

رائے، جے۔ آر

مسئلہ افلاس و تمول	۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷-۶

عبداللہ منہاس، مولانا

بے کاری اور افلاس	۱۱-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱ + ۷

واجد علی خاں، محمد (ڈائریکٹر و سکرٹری کامرس و فنانس ڈیپارٹمنٹ بھوپال)

بھوپال میں صنعت و حرفت کی نمائش	۲۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

ڈگبی، پروفیسر ایچ

ہندوستان کا افلاس ۱۴-۸-۱۹۲۸ء، ص ۲

کپڑے کی صنعت اور حکومت — غریبوں پر ایک اور

مصیبت اور اس کا علاج ۱۲-۹-۱۹۲۷ء، ص ۳

تاریخ و اثریات

تاریخ

باقر علی داستان گو دہلوی، میر

بازیاں ۲۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲+۸

بہادر شاہ کی آخری سواری ۵-۴-۱۹۲۶ء، ص ۷

عالمگیر کو ٹھگا — ایک بہروپیا دلی کا مل کے بھیس میں ۳۰-۴-۱۹۲۸ء، ص ۸-۷

رانی، قطب الدین خاں

اسمائے مقامات و اشخاص (قدیم اسلامی تاریخ میں استعمال

ہونے والے اسماء مقامات و اشخاص کا جدید املا و تلفظ

کی وضاحت) ۲۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲-۱

عبد القادر، خان بہادر شیخ

سیپ کا گھر ۱۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷

قاسم بیگ، مرزا

مجرموں کی شاندار دعوت — بلجیم کا ایک واقعہ ۱۶-۲-۱۹۲۷ء، ص ۷

گاندھی، مہاتما

ہندوستانی جہاز رانی ۱۷-۸-۱۹۲۷ء ص ۷

ناظر الہ آبادی، سید عبد السبحان

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد ۳۰-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۸-۶

ہکسلے، الڈوس

تاج بدترین عمارت ہے ۲۱-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۷

شاہانِ رنجش کی داستان : قیصر ولیم اور شاہ ایڈورڈ ہفتم کے تعلقات	۱۵-۴-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷
کارکنان قضا و قدر نے سال بھر میں کیا کیا (سال بھر کے واقعات و حادثات پر ایک نظر)	۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷-۳
مسلمانوں کا نجران کے یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ (از دلگداز لکھنؤ)	۳۱-۵-۱۹۲۷ء، ص ۷
وسط ایشیا (۱)	۳۰-۹-۱۹۲۷ء، ص ۷-۱۰
" (۲)	۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷-۱۰
" (۳)	۱۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۱۰
" (۴)	۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۹-۱۰
" (۵)	۱۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۸-۱۰
"	۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷-۱۰
ہندوستان کی نادر ایجادیں	۲۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

اثریات

اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، امریکہ اور اس کے اثری انکشافات (از معارف، اعظم گڑھ)	۹-۷-۱۹۲۸ء، ص ۹
چھوٹا ناگپور میں اثری تحقیق	۹-۷-۱۹۲۸ء، ص ۹
وادیٔ سندھ و پنجاب کے دو مدفون شہر	۶-۷-۱۹۲۸ء، ص ۸

تعلیم

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

سلطان جہاں بیگم

ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال کی تقریر ــــ کانفرنس کے ایڈریس کے جواب میں	۴-۳-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲

شاہ دین، جسٹس

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا پریسیڈنشل ایڈریس (۲) ۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲

" " (۳) ۲-۱-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲

" " (۴) ۳-۱-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲

عبدالقادر، شیخ

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مدراس۔

خطبۂ صدارت شیخ عبدالقادر ۲۹-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲-۱

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)

حبیب الرحمان خاں شیروانی، صدر یار جنگ بہادر

خطبۂ صدارت جلسہ تقسیم اسناد جامعہ عثمانیہ (۱) ۱۰-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " (۲) ۱۲-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " (۳) ۱۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

سعید انصاری بی۔ اے جامعی

جامعہ ملیہ اور اہلِ دہلی کا فرض ۱۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

جامعہ ملیہ کی پانچویں سالگرہ — اہلِ دہلی اور جامعہ میں تعاون ۲۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

شفقت علی اتولوی

مسلمانانِ ہند اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۷

ظفر علیخاں

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلبہ کو مولانا ظفر علیخاں کے نصائح ۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶

گاندھی، مہاتما

مہاتما گاندھی کی پرزور اپیل — جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی امداد ۱۰-۱-۱۹۲۸ء، ص ۱+۱

جامعہ ملیہ کی شاندار سالگرہ ۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶

جامع مسجد دہلی میں عظیم الشان اہم جلسہ — علامہ توفیق شریف

اور مسیح الملک کی تقریریں ۱۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

جامع مسجد دہلی میں عظیم الشان اہم جلسہ۔ جامعہ ملیہ کا پرجوش
خیر مقدم (مولانا احمد سعید دہلوی اور مولانا محمد علی کی
تقاریر کے خلاصے اور رودادِ جلسہ) ۱۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

ایم۔ اے۔ او کالج و علیگڑھ مسلم یونی ورسٹی علیگڑھ

اسحاق خاں، نواب محمد
تکمیل انتخاب ممبران مسلم یونی ورسٹی ایسوسی ایشن ۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶

رؤف جعفری
ڈاکٹر ضیاء الدین کا خط مسٹر کوٹ مین کے نام۔ "علیگڑھ بل"
کے اجرا کا راز ۲۳-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲-۱

سلطان جہاں بیگم والیہ بھوپال
ترجمہ یادداشت ہر ہائی نس چانسلر صاحبہ مسلم یونیورسٹی
علیگڑھ ــــ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ پر اظہار خیال ۲۹-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲
جواب ایڈریس ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڑھ منجانب
علیا حضرت ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال ۶-۳-۱۹۱۴ء، ص ۳-۱

شوکت علی، مولانا
ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور مسلم یونیورسٹی ۴-۵-۱۹۲۸ء، ص ۴

مشتاق حسین، نواب وقار الملک
آخری التماس منجانب خاکسار مشتاق حسین بجواب نواب
حاجی محمد اسحاق خاں صاحب بہادر ۷-۱-۱۹۱۴ء ص ۳-۱

بہار کی یونیورسٹی اور مسلم یونی ورسٹی علیگڑھ ۲۰-۵-۱۹۱۲ء، ص ۳
رپورٹ تحقیقاتی کمیشن مسلم یونیورسٹی علیگڑھ[1] (دیگر اقساط
کے لیے دیکھیے ۴-۶-۱۰-۱۲-۱۵-۱۶-۱۸، اپریل
۱۹۲۸ء کے شمارے) ۳-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲

سید راس مسعود اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ (از خلافت بمبئی) — ۳۰-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲

علیگڑھ کی جوبلی — ۲۹-۷-۱۹۲۵ء، ص ۲

مسلم یونیورسٹی کورٹ کے جلسے کی کارروائی — ۲۲-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲

(ڈاکٹر ضیاء الدین کا استعفیٰ اور اس کی منظوری) — ۴-۴-۱۹۲۸ء، ص ۵

مدینہ یونیورسٹی

مدینۃ العلوم (سلطان ترکی کی جانب سے ایک جامعہ اسلامیہ
کے قیام کا فیصلہ (اعلان) — ۲۳-۴-۱۹۱۳ء، ص ۱

مدینہ منورہ میں اسلامی دار العلوم — ۱۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱-۲

مدینہ یونیورسٹی — ۲۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

ندوۃ العلماء لکھنؤ

اجمل خاں، حکیم محمد

ندوۃ العلماء اور جلسہ دہلی — ۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۱

تقریر جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں سکریٹری مجلس استقبالیہ
(متعلق جلسہ اصلاح ندوہ دہلی) — ۱۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۸

آفتاب احمد خاں صاحبزادہ

ندوہ کی اسٹرائک۔ اے قوم بیدار ہو (۱) — ۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶-۷

" " (۲) — ۱۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵-۸

ظفر الملک علوی

ہم نے جلسہ اصلاح ندوہ میں کیا کیا تھا؟ — ۱۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷

عبد الحلیم، مولوی حافظ

ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ — مجلس استقبالیہ کا خطبہ صدارت — ۷-۱۰-۱۹۲۱ء، ص ۸-۱۰

غلام حسین وزیر ریاست بہاولپور

خطبہ صدارت اجلاس ندوۃ العلماء (۱) — ۱-۱۱-۱۹۲۰ء، ص ۲

" " (۲) — ۶-۱۱-۱۹۲۰ء، ص ۲+۶-۷

دیگر تعلیمی ادارے اور مسائل مختلفہ

ایلیمنٹری ایجوکیشن لیگ صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ (یہ لیگ موتی لال نہرو کی صدارت میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے نائب صدر راجہ صاحب محمود آباد سر محمد علی محمد خاں، مدن موہن مالویہ، پنڈت بشن نرائن در اور بابو گنگا پرشاد ورما تھے) ۲۶-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶-۸

جامعہ ایا صوفیہ کی تعمیر ۶-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱+۷

فرقہ وارانہ تعلیم ۲۱-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۲

مسلمانانِ جاوا اور تعلیم ۲۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۲

مسلمانوں کی تعلیم (۲) ۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵

ہندوستان کی دہ سالہ تعلیمی حالت (۱) ۱۱-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲

〃 〃 (۲) ۱۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲

〃 〃 (۳) ۱۳-۲-۱۹۱۴ء، ص ۵

〃 〃 (۴) ۱۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲

تعلیم اور پردہ

عالیہ خاتون نقویہ بدایونی

کیا تعلیم پردہ میں رہ کر ممکن ہے؟ ۲۰-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱-۳

عزیز احمد خاں

پردہ اور تعلیم ۲۰-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱-۲

عورتوں کا پردہ اور تعلیم ۲۶-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱-۳

کشاف

پردہ اور تعلیم ۲۷-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱-۲

م-ن صاحبہ بھوپال

پردہ اور تعلیم ۷-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱-۳

تہذیب و ثقافت

باقر علی داستان گو، میر

ہلدی لگی نہ پھٹکری (دہلی کی معاشرت اور تہذیبی روایات) ۴-۱-۱۹۲۶ء، ص ۷-۶

شکیب ارسلان، امیر

یورپین انسانیت ۱۸-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۲

تہذیب اسلامی کی کہانی — ایک عیسائی کی زبانی (از پیغام صلح) ۷-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

جماعتیں اور انجمنیں

انجمن خدام الحرمین

شوکت علی، مولانا

لکھنؤ کا ایک جلسہ ۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷

لکھنؤ میں شریفی کرشتوں کا عبرت ناک انجام ۱۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

مسئلہ حجاز پر دوسرے جلسے کا اجتماع — لاٹھی بندوں کا اجتماع (انجمن خدام الحرمین کا شریف کی حمایت میں جلسہ کا اہتمام) ۱۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵

انجمن خدام کعبہ — نشر

انعام اللہ سیالکوٹی احمدی

انجمن خدام کعبہ میں شرکت — مراسلہ (مولانا شوکت علی کی شکایت عدم شرکت پر اپنے امیر کی جانب سے اجازت اور یہ تبصرہ کر "بڑا کارِ خیر ہے ہم اس میں شریک ہیں" انعام اللہ شیدائی کعبہ" ہیں) ۱۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

ایک خادم کعبہ

انجمن خدامِ کعبہ (رپورٹ مطبوعہ ہمدرد ۱۱ جنوری پر اعتراض متعلق آمد و خرچ) ۱۵-۱-۱۹۱۴ء، ص ۲

شوکت علی

اعتراف وتشکر — انجمن خدامِ کعبہ ۱۷-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷

عبدالباری فرنگی محلی، مولانا

انجمن خدام کعبہ ۱۰-۶-۱۹۱۳ء، ص

عنایت علی خاں وکیل

انجمن خدام کعبہ اور طلبائے علیگڑھ کالج ۱۵-۱-۱۹۱۴ء، ص ۸

انجمن خدامِ کعبہ کا زنانہ جلسہ (رپورٹ) از فاطمہ صغریٰ بیگم معتمدہ ۲۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۷-۶

انجمن خدامِ کعبہ کا زنانہ جلسہ (رپورٹ) ۲۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷

جلسہ وعظ — انجمن خدام کعبہ جمعیت دہلی از انچارج دفتر جمعیتہ اصلیہ انجمن خدام کعبہ دہلی (قاری محمد سرفراز حسین اور علامہ سید عبدالعلی قبلہ ہروی کی تقاریر) ۲۲-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵

رپورٹ انجمن خدام کعبہ ۱۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۲

روئداد جلسہ اصلیہ انجمن خدام کعبہ ۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸-۷

زنانہ جلسہ انجمن خدام کعبہ دہلی (۵ جنوری ۱۹۱۴ء کے جلسہ زیرِ صدارت آبادی بانو بیگم (بی اماں) کی رپورٹ از فاطمہ صغریٰ بیگم (بنت خواجہ احمد حسن انصاری) و محمدی بیگم (اہلیہ سید شمشاد علی) معتمدہ زنانہ انجمن خدام کعبہ دہلی) ۱۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲-۱

علی گڑھ کالج اور انجمن خدامِ کعبہ [زیرِ عنوان کشکول] (ٹرسٹیوں کے اجلاس میں طلبہ کی شرکت' انجمن خدام کعبہ پر بحث — آنریری سکرٹری کا خیال ہے کہ طلبہ کو داخلہ انجمن سے روکنے کا کالج کو حق نہیں لیکن تعلیم کے نقطۂ نظر سے نہ شریک ہوں تو بہتر ہے۔ جواب کہ داخلہ میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ عام ممبران پر کام کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی.

کام صرف شیدائی کرتے ہیں) ۱۴-۱-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵

انجمن خدام کعبہ نظم

محمد یوسف شاہجہانپوری

شرکت "جمعیۃ خدام کعبہ" چاہیے ۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

قمر سندیلوی، سید قمر الدین احمد

انجمن خدام کعبہ ۱۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱

کشاف

خدمت کعبہ ۳-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱

انڈین نیشنل کانگریس

انصاری، ڈاکٹر مختار احمد

خطبۂ صدارت (اجلاس انڈین نیشنل کانگریس مدراس دسمبر ۱۹۲۷ء) ۲۶-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲-۱+۸

ڈاکٹر انصاری کا خطبۂ صدارت (انڈین نیشنل کانگریس مدراس) ۲۷-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲

" " (۲) ۲۸-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲-۱+۸-۷

" " (۳) ۲۹-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۷-۶

ملک کی موجودہ سیاسی حالت — کانگریس کی مختلف پارٹیوں کا

مسلک اور ہم سب کا فرض ۱۸-۸-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵

خلیق الزماں

ٹاؤن کانگریس کمیٹی لکھنؤ کا جلسہ متعلق میونسپل انتخاب —

چودھری خلیق الزماں کی تقریر ۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

سجاد، مولانا ابوالمحاسن محمد

کیا نہرو رپورٹ قابل قبول ہے؟ ۱۶-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۸

شوکت علی

مقاطعہ کمیشن کا جلسہ اور نہرو رپورٹ کی تائید کا مسئلہ — سید

عبداللہ بریلوی اور مسٹر چھاگلا کے نام خط ۱۸-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۴

شوکت علی

کمبخت کہیں تو سچ بولا ہوتا (بمبئی کرانیکل کی رپورٹنگ — مقاطعہ

کمیشن اور نہرو رپورٹ کی تائید کا مسئلہ ۲۱-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۵

گاندھی

ہندو مسلم اتحاد : گائے اور باجے کے مسائل پر مہاتما گاندھی

کی تجویز — اجلاس کانگریس دسمبر ۱۹۲۷ء مدراس ۲۹-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۵

محمد علی، مولانا

مسلمان اور شرکت کانگریس (۱) ۵-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

" " (۲) ۱۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳-۲

کانگریس میں سیاسی جماعتوں کا اتحاد - مولانا محمد علی کی رائے ۳۰-۷-۱۹۲۵ء، ص ۵

نایئڈو

کانپور کانگریس - بلبلِ ہند مسز سروجنی نائیڈو کا خطبۂ صدارت ۲۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۷-۹

انڈین نیشنل کانگریس — کانگریس کی مجلس مضامین کا اجلاس ۲۷-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶-۷

انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس - آخری اجلاس کی کارروائی

—— ہندوستان کا دستور اساسی ۲-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

انڈین نیشنل کانگریس کا دوسرا اجلاس - سیشن کا سب سے

اہم کام (اس میں مولانا محمد علی کی تقریر بھی شامل ہے) ۲۹-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵-۳

انڈین نیشنل کانگریس کی صدارتی تقریر (۲) ۴-۱-۱۹۱۴ء، ص ۳-۱

" " (۳) ۶-۱-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲

بردولی میں پرامن جنگ — واقعات کیا ہیں ؟ (۱) ۳-۷-۱۹۲۸ء، ص ۸

پریذیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس کے صدارتی خطاب پر ایک نظر ۹-۱-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

" " " (۲) ۱۰-۱-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

کان پور کانگریس — آخری اجلاس ۳۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵-۳

کانپور کانگریس - ملک کی آزادی کے لیے تیار (راہنمایان ملک کی تقریریں) ۳۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵-۱

مسٹر محمد علی جینا کے بیانات) ۲۷-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵

کارروائی اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ بمقام کلکتہ: سر سید علی امام اور مولانا محمد علی کی زبردست تقریریں ۲-۱-۱۹۲۸ء، ص ۵-۴

مسلمانانِ پنجاب کے جذبات کی صحیح ترجمانی — جدید پنجاب مسلم لیگ کا قیام ۱۹-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

جمعیۃ علمائے ہند

پشاور میں اجلاس جمعیۃ العلماء کی تیاری — مولانا محمد علی کے دورۂ سرحد کے متعلق غلط بیانی ۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷

جمعیۃ علمائے ہند کا اجلاس — مولانا محمد علی کی تقریر ۱۵-۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

خطبۂ صدارت اجلاس جمعیۃ علمائے ہند (گزشتہ سے پیوستہ) ۶-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲+۷

شریفیوں کا مکروہ اور خطرناک پروپیگنڈا — مجلسِ خلافت اور جمعیۃ علمائے ہند پر اعتماد ۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

لودھیانہ میں عظیم الشان جلسہ — مجلسِ خلافت و جمعیۃ علمائے ہند پر اعتماد ۱۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغِ اسلام (۱) ۹-۸-۱۹۲۷ء، ص

〃 〃 (۲) ۱۰-۸-۱۹۲۷ء، ص

〃 〃 (۳) ۱۱-۸-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷

〃 〃 (۴) ۱۲-۸-۱۹۲۷ء، ص ۷

〃 〃 (۵) ۱۹-۸-۱۹۲۷ء، ص ۷

سوراج پارٹی

اسمبلی میں سوراج پارٹی نے کیا کیا؟ ۲۲-۴-۱۹۲۵ء، ص ۶

مجلسِ خلافت مرکزیہ

اجمل خاں

مسیح الملک اجمل خاں صاحب کی اپیل : خلافت کمیٹی کو

مالدار اور مضبوط بناؤ! ۱۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

اکبر شاہ خاں نجیب آباد

رہبرانِ قوم کی توجہ کے قابل — خلافت کمیٹیوں کی

نسبت ضروری مشورہ ۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

آزاد، مولانا ابوالکلام

کان پور خلافت کانفرنس — مولانا ابوالکلام کی اختتامی تقریر ۳۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۴

مرکزی خلافت کمیٹی کا جلسہ — مولانا ابوالکلام آزاد کا خط ۳-۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

مولانا ابوالکلام آزاد کا پیغامِ حیات — نئی سرگرمی اور

تازہ قوتِ عمل کی ضرورت ۱۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۴

شفیع داؤدی

حاجی محمد شفیع صاحب داؤدی کا خطبۂ صدارت (بہار و

اڑیسہ خلافت کانفرنس) — ارضِ حجاز کے متعلق آپ کے

خیالات ۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

خطبۂ صدارت مولوی محمد شفیع داؤدی صاحب صدر آل انڈیا

خلافت کانفرنس مدراس (۱) ۲۵-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲-۱+۷

" " (۲) ۲۶-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۲+۸

" " (۳) ۲۷-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۸-۷

شوکت علی، مولانا

ایک ضروری التماس (مجلسِ خلافت) ۲۰-۷-۱۹۲۶ء، ص ۸-۷

پانی پت اور مولانا لقاء اللہ صاحب عثمانی ۵-۶-۱۹۲۶ء، ص ۷

پٹنہ خلافت کانفرنس — مولانا شوکت علی کی تقریر صدارت ۲۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

" " (۲) ۲۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

عبداللہ ہارون، سیٹھ حاجی -

آل انڈیا خلافت کانفرنس کا خطبۂ صدارت ۲۷-۲-۲۷ ء، ص ۲-۱+۷-۶

علی افضل، ملک

حافظ علی بہادر خاں کے اعتراضات کا جواب ۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲+۷

" " " کا اصلی راز ۱۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۸-۶

" " " خط بنام حافظ صاحب ۱۷-۵-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷

گاندھی

صوبہ کی خلافت کمیٹیاں توجہ دیں - مہاتما جی کا جواب ۱۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶

محمد علی، مولانا

خلافت کانفرنس میں مولانا محمد علی کی صدارتی تقریر ۱۵-۱-۱۹۲۹ء، ص ۲

دندان شکنی و دندان سازی (خلافت کمیٹی کے متعلق) ۱۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

کلکتہ خلافت کانفرنس میں مولانا محمد علی کی صدارتی تقریر ۲۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ۹

لکھنؤ کا جلسہ (خلافت کمیٹی کا جلسہ جس میں شریف حسین کے
حامیوں نے گڑبڑ پھیلائی) ۲۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵-۴

مشیر حسین قدوائی

ایک غلط بیانی کی تردید (مسئلہ حجاز اور خلافت کمیٹی کی امداد
کے متعلق ٹائمس آف انڈیا کے ایک بیان کی تردید) ۲۰-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶

موسیٰ خاں ناظم مجلس خلافت صوبہ آگرہ، حاجی

صوبہ آگرہ کی مجالس خلافت اور اس کے ہمدردوں کی خدمت میں
کھلا عریضہ ۲۶-۱-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

یحیٰی، محمد (یحیٰی اعظمی)

تحریک خلافت کا نشاۃ ثانیہ ۱۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶

وفد خلافت اور امیر علی کی خط و کتابت:

وفد خلافت کا غیر رسمی خط وزیر خارجہ کے نام / وفد خلافت

سید سلیمان ندوی (صدر) اور مولانا عبدالقادر قصوری
اور مولانا عبدالماجد بدایونی پر مشتمل تھا) ۵-۳-۱۹۲۵ء، ص ۷
حکومتِ حجاز کا خط وفد کے نام ۵-۳-۱۹۲۵ء، ص ۷
وفدِ خلافت کا خط سلطان ابنِ سعود کے نام ۵-۳-۱۹۲۵ء، ص ۸
سلطان نجد کا جواب ۵-۳-۱۹۲۵ء، ص ۸

امیر علی اور وفد خلافت کی خط و کتابت:
رئیس وفد خلافت کا خط ۱۳-۳-۱۹۲۵ء، ص ۵
حکومتِ جدہ کا جواب ۱۳-۳-۱۹۲۵ء، ص ۵

آل انڈیا خلافت کانفرنس (مولانا حسرت موہانی کا خطبہ استقبالیہ
اور مولانا ابوالکلام آزاد کا خطبہ صدارت ۲۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۲-۷
آل انڈیا خلافت کانفرنس مدراس کا اجلاس — تحریک خلافت
کے احیاء کی ضرورت ۲۷-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۴
تہذیب شریفی کی شرمناک مثال — مدد کے لیے بیچارے
بلائے گئے (خلافت کمیٹی کے جلسہ لکھنؤ میں گڑبڑ کی تفصیلات ۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴
خلافت کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس اور مسلمانوں کا فرض ۲۳-۲-۱۹۲۶ء، ص ۷
خلافت کانفرنس مدراس — اہم ملکی مسائل پر تبصرہ ۲۶-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۵-۶
خلافت کمیٹیوں کا فرض (۱) ۱۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۲
ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس پٹنہ کی تجاویز ۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷
سندھ میں تحریک خلافت — مختلف شہروں کی حالت ۵-۱-۱۹۲۶ء، ص ۶
صوبہ خلافت کانفرنس (بہار و اڑیسہ) — تجاویز ۲۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵-۶
فرمان جناب ثقۃ الاسلام (مرزا محمد رحیم) قابل توجہ ایرانیان
مقیم بمبئی (متعلق امداد مجلس خلافت) ۲۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷
کلکتہ خلافت کانفرنس کی تجاویز ۴-۱-۱۹۲۹ء، ص ۲
لکھنؤ میں خلافت کمیٹی کے شاندار جلسے — حق و صداقت کی

بالآخر فتح (کارروائی کے ساتھ مولانا محمد علی اور شوکت علی کی تقاریر)
۱۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷، ۴

لکھنؤ کا جلسہ — مولانا محمد علی کی تقریر (۲)
۲۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶، ۴

(۳)
۲۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵

مجلس خلافت مرکزیہ پر اظہارِ اعتماد — مسلمانانِ امرتسر کا عظیم الشان اجتماع، خدام الحرمین سے اعلانِ بیزاری
۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

مجلسِ مرکزیہ خلافت کا اجلاس لکھنؤ — حق و باطل کا موازنہ
۸-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۵

مجلسِ مرکزیہ خلافتِ ہند کا مستقبل
۹-۱-۱۹۲۵ء، ص ۶

مجلسِ خلافت لاہور کا اجلاس — سید حبیب صدر مجلس کا اخراج
۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۴

مرکزی خلافت کمیٹی کے فیصلے
۲۴-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲+۸+۴

مسلمانانِ لاہور کا جلسۂ عام — خلافت کمیٹی کی پالیسی حق و صداقت پر مبنی ہے۔
۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

مسلمانانِ لکھنؤ کا شاندار عام جلسہ (خلافت)
۱۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

خلافت فنڈ میں گڑبڑ اور سیٹھ چھوٹانی

شعیب قریشی

چھوٹانی صاحب کے متعلق اظہارِ حقیقت — زمیندار کے نام
۲۰-۴-۱۹۲۷ء، ص ۲+۱+۸+۴

خلافت فنڈ اور سیٹھ چھوٹانی — مسٹر برکت علی کے خطوط اور مسٹر شعیب قریشی کا جواب
۲۴-۴-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

بمبئی کے صحیح وکیل حالات — چھوٹانی کا گستاخانہ رویہ
۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

مسلمانانِ ہند کے اشک ہائے خونیں — چھوٹانی نے سب مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا
۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

وفدِ خلافت — نثر

ذاکر علی سید

وفدِ خلافت کے پہلے قافلے کی روانگی
۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷

جمعیت خلافت کے وفد حجاز کی رپورٹ — آخری حصہ ۴-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶

" " " ۵-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " " ۶-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " " ۷-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " " ۸-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " " ۱۳-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

" " " ۱۵-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

وفد خلافت — نظم

زشک، سید ابراہیم

صدائے مسلم (سید وزیر حسن و مسٹر محمد علی صاحبان کی تشریف بری کانپور کے موقع پر) ۳-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱

قمر سندیلوی، سید قمر الدین

خیر مقدم مسٹر محمد علی و سید وزیر حسن ۱۱-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱

ناطق لکھنوی، سعید احمد

مسدس بہ تقریب واپسی محبانِ قوم از لندن ۱۶-۱-۱۹۱۴ء، ص ۱

مہاسبھا

لالہ لاجپت رائے کا خطبۂ صدارت ہندو مہاسبھا میں ۱۵-۴-۱۹۲۵ء، ص ۴-۶

ہندو مہاسبھا اور مالوی جی کو "ٹائمز آف انڈیا" کی نصیحت ۷-۴-۱۹۲۵ء، ص ۴

خطبات و بیانات

ظفر علی خاں

دہلی میں عظیم الشان جلسہ — حضرت مولانا ظفر علیخاں کی بصیرت افروز تقریر ۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶

دہلی میں دوسرا عظیم الشان جلسہ — مولانا ظفر علی خاں کی اہم تقریر
۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶

گاندھی، مہاتما

ڈروپور میونسپل ایڈریس کا جواب مہاتما گاندھی کی طرف سے ۲۷-۳-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵
قربانی میں صلے کی تمنا نہ ہونی چاہیے ۲۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱
کام کے چند آدمی بہت سے بیکار آدمیوں سے بہتر ہیں ۶-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶
کپڑے کا بند نمبر — مہاتما جی کا دل ہلا دینے والا جواب — مسیح الملک اور ڈاکٹر انصاری کو ۱۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵
نمائندگانِ قوم کی درخواست پر مہاتما جی کا جواب (بیان) ۱۰-۹-۱۹۲۶ء، ص ۶

محمد علی، مولانا

تقریر مولانا محمد علی درباره حج و مرکزیت در اسلام (۱) ۱۳-۵-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵
" " (۲) ۱۵-۵-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵
" " (۳) ۱۶-۵-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵
جامع مسجد دہلی میں جلسۂ عام — تقریر مولانا محمد علی ۲۰-۵-۱۹۲۵ء، ص ۶
سر شفیع اور ان کے ساتھیوں کے کرتوت — رہنمایانِ ملت کا اظہار رائے ۲۷-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵
سوراج کی قیمت — مولانا محمد علی کا بیان اخبارات کے نام ۲۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵
مسٹر محمد علی کی تقریر (۳) ۸-۱-۱۹۱۴ء، ص ۳-۲
مسٹر محمد علی کی تقریر دہلی میں ۱۱-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶-۵
مسلمانانِ دہلی کا نیابتی جلسہ دہلی (۲) (جلسہ متعلق اصلاح ندوہ کی روداد اور اکابر کی تقاریر — اس میں مولانا محمد علی کی تقریر بھی شامل ہے۔ ۱۴-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸-۵
مولانا محمد علی کی ایک اہم تقریر — لکھنؤ کانفرنس پر اظہار خیال ۴-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱
مولانا محمد علی کی معرکۃ الآرا تقریر دہلی ۱۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵-۴
" " " (بقیہ) ۱۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

مولانا محمد علی کی حکومتِ فرانس کو فہمائش — فرانس کے وزراء
اور ایڈیٹروں کو تار ۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴
مسلمانانِ لاہور کے عظیم الشان جلسے — مولانا محمد علی کی تقاریر ۲۴-۷-۱۹۲۷ء، ص ۵
ہندو مسلم اتحاد کا بنیادی دور — کلکتہ اتحاد کانفرنس کی تجاویز کی تشریح ۶-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵

مختلف حضرات

ایڈریس کا جواب منجانب نواب وقار الملک بہادر ۱-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶
بلبلِ ہند کے پرجوش ترانہ ہائے آزادی — مسز سروجنی
نائیڈو کی تقریر ۲۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۴
بمبئی میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ — مولانا شوکت علی
کی تقریر ۶-۸-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵
تقریر ہز ایکسیلنسی حضور وائسرائے بہ جواب ایڈریس مسلمانان ۲۷-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴
دیش بندھو داس کا اعلان ۲-۴-۱۹۲۵ء، ص ۴
دیش بندھو کے اعلان پر سر سریندر ناتھ کے خیالات ۷-۴-۱۹۲۵ء، ص ۳
ڈاکٹر انصاری کا بیان — ملک کی موجودہ سیاسی حالت ۱۹-۸-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵
سوامی ستیہ دیو کی تقریر ۴-۲-۱۹۲۵ء، ص ۴
شہنشاہ بلجیم البرٹ کا مفصل پیام ۲۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۳
مسٹر جینا کے خلاف سیاسی مدبرین کی رائیں ۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۴
مسٹر دُرو راسوامی کی تقریر ۳۰-۱-۱۹۲۵ء، ص ۶
مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کی واپسی ۱۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶

خطوط

ابو سعید ایوبی

ماسکو سے ایک خط — مولانا محمد علی کے نام ۴-۱-۱۹۲۶ء، ص ۶

اجمل خاں

مسیح الملک کا تازہ مکتوب (محمد علی کے نام) ۲۸-۷-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶
مصر کے حالات ۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶

مسیح الملک کا تازہ مکتوب ـــ محمد علی کے نام (۱) ۲۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱+۱۰

" " (۲) ـــ جنگ دروزکے چشم دید حالات ۲۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱+۱۰

انصاری، ڈاکٹر مختار احمد

ڈاکٹر انصاری کا مکتوب (بنام محمد علی) ۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶

ڈاکٹر انصاری کا مکتوب ۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۹

ڈاکٹر انصاری کا مکتوب بیروت ۱۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

ڈاکٹر انصاری کا مکتوب (از جہاز رانوم (۱) ۱۴-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷-۱

" " " " (۲) ۱۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

" " (گزشتہ سے پیوستہ) ۲۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶

" " " (۳) ۲۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

ڈاکٹر انصاری کا مکتوب ۲۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

" ـــ سفرِ مصر کے دلچسپ حالات

(از جہاز رزنک) ۸-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۱

بشیر الدین قاضی

دردانیال سے ایک خط ۱۴-۶-۱۹۱۳ء، ص

شوکت علی

مولانا شوکت علی کا مکتوب ـ سلطان ابنِ سعود کے نام ۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷

ظفر علیخاں

مولانا ظفر علیخاں کا مکتوبِ گرامی مولانا عبدالماجد تاری بدایونی کے نام ۱۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

عبدالرحمان صدیقی

قسطنطنیہ کی چٹھی ۱۲-۹-۱۹۱۳ء، ص

کمال الدین خواجہ

خواجہ کمال الدین کا خط ـــ حکیم اجمل خاں صاحب کے نام ۱۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۸-۷

مشیر حسین قدوائی

سیاح یورپ کا خط — ہندوستان کا اثر یورپ کی عورتوں پر ۲۴-۲-۱۹۲۶ء، ص ۸-۷

موسیٰ جار اللہ

ایک روسی مسلمان کا خط مولانا محمد علی کے نام (اس خط پر ابتدائی نوٹ کے بارے میں مولانا محمد علی کے قلم سے ۶ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کے شمارے میں شذرہ ملاحظہ ہو۔ ۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر مونجے کی خط وکتابت:

مولانا کے تار کے جواب میں مونجے کا خط ۱۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵

خودنوشت

گاندھی جی، مہاتما

میرے تجربات زندگی	۱۷-۱-۱۹۲۶ء، ص ۱+۱
"	۲۰-۱-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۱۰-۴-۱۹۲۶ء، ص ۱+۱
"	۲۹-۴-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۱۷-۵-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۱۵-۶-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۹-۷-۱۹۲۶ء، ص ۱+۸
"	۲۲-۸-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۱۰-۹-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۲۲-۹-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶
"	۱۲-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۷
"	۱۸-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۶
"	۲۶-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۱
"	۷-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶

سیاحت

سیاسیات

(تحریکات)

ترکِ موالات

دستوری و سیاسی مسائل

سائمن کمیشن

زین الحق سعداللہ پوری، محمد

خوش آمدید اے دورِ جدید — ہندوستانیوں کا نعرۂ آزادی ۶-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲

سعید دہلوی، پروفیسر مرزا محمد

ہندو مسلمان کے اتحاد پر ایک نظر ۸-۱۱-۱۹۱۳ء، ص

سلطان احمد، خان بہادر مرزا

مقتدر مسلمان کا فرض ۲۳-۶-۱۹۲۷ء، ص ۷

شوکت علی، مولانا

آئی مشاطہ طرح دار خدا خیر کرے! ۹-۶-۱۹۲۷ء، ص ۱

سیواجی وطن پرست کی نگاہ میں ۹-۵-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷

شاباش دہلی ۸-۶-۱۹۲۷ء، ص ۶

عبدالماجد دریابادی

مسلمان کا خون ۱۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۸-۶

گاندھی، مہاتما

مولانا ابوالکلام آزاد کو مہاتما گاندھی کا جواب — اتحاد کی فی الحال کوئی امید نہیں! ۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶

ہندو مسلم اتحاد ۲۲-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

ہندو مسلم سوال ۲۵-۲-۱۹۲۵ء، ص ۲+۸

. . . باطوالت اللو کی (نصف عنوان پھٹ گیا) ۱۹-۳-۱۹۲۸ء، ص ۷

محمد علی، مولانا

لاہور میں مولانا محمد علی کی تقریر — فری پریس کی غلط بیانی (بیان) ۱-۸-۱۹۲۷ء، ص ۷

مساجد کے ذریعے . . . ۱۰-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱+۶

مسلمانانِ لاہور کے عظیم الشان جلسے اور تقاریر ۲۴-۷-۱۹۲۷ء، ص ۵

مولانا محمد علی لاہور میں — شاہی مسجد میں تقریر ۲۸-۷-۱۹۲۷ء، ص ۹

مسائل حاضرہ پر محمد علی کے خیالات — بمبئی کرانیکل کو انٹرویو ۱۹-۵-۱۹۲۷ء، ص ۲

میثاقِ لکھنؤ اور میثاقِ بمبئی — مولانا محمد علی کے خیالات ۲۵-۵-۱۹۲۷ء، ص ۶

ہندو مسلم تعلقات اور مسلکِ خلافت	۲۹-۴-۱۹۲۶ء، ص ۴-۳
پنڈت مالویہ اقلیتوں کے حقوق کے امین ہیں — ہندو مسلم اتحاد پر مولانا محمد علی کی تقریر	۲-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲
یورپ روانگی سے قبل جامع مسجد دہلی میں مولانا محمد علی کی بصیرت افروز تقریر	۲۸-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲ + ۷
اعتمادِ باہمی کا نیا دور — مولانا محمد علی کی تقریر	۴-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

دہلی کے لیے قیامِ امن کی تدابیر	۶-۵-۱۹۲۶ء، ص ۳-۲

فسادات

فسادِ اندور

احمد سعید، مولانا

اندور میں مسلمانوں پر مظالم — مولانا احمد سعید صاحب کی وزیرِ اعظم ریاست سے ملاقات	۲۹-۴-۱۹۲۷ء، ص ۷

شوکت علی، مولانا

اندور . . .	۲۹-۴-۱۹۲۷ء، ص ۷

فسادات اندور کا مقدمہ	۳-۶-۱۹۲۷ء، ص ۵

فسادِ آگرہ

آگرہ کا فسادِ محرم	۱۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۵
" "	۲۱-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶
آگرہ کا فسادِ محرم	۲۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶
"	۲۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶-۵
"	۲۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۸
"	۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۷-۶

آگرہ کا فسادِ محرم — ۳-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵

〃 — ۵-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵

〃 — ۸-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

〃 — ۲۴-۳-۱۹۱۴ء، ص ۲

فسادِ دہلی

فسادات دہلی کے مقدمات — خان بہادر اکرام الحق کا بقیہ بیان ۲۰-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

کارروائی مقدمات فسادات دہلی — ۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

فسادات دہلی کے مقدمات — ۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

فسادات دہلی کے مقدمہ کی کارروائی — ۲۵-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

فسادِ کوہاٹ

فسادات کوہاٹ اور مولانا محمد علی — ۵-۱۲-۱۹۲۴ء، ص ۳

مولانا شوکت علی کا بیان — حادثۂ کوہاٹ پر — ۱-۴-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

فساداتِ لاہور

احمد سعید، مولانا

جامع مسجد دہلی میں جلسہ — حادثۂ لاہور پر زبردست تقریر ۸-۵-۱۹۲۷ء، ص ۱۰-۹

کفایت اللہ، مولانا

جامع مسجد دہلی میں جلسہ — حادثۂ لاہور پر زبردست تقریر ۸-۵-۱۹۲۷ء، ص ۹-۷

فسادات لاہور کے مقدمات — ۱۰-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

〃 — ۲۴-۷-۱۹۲۷ء، ص ۷

فساداتِ مقاماتِ دیگر

محمد عثمان (سکرٹری خلافت کمیٹی علیگڑھ)، حافظ

فسادات علی گڑھ — صحیح حالات — ۴-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵-۴

بمبئی کا ناگوار بلوہ — ۲۵-۲-۱۹۲۷ء، ص ۵

فسادات ملتان اور وفد خلافت کمیٹی کی رپورٹ ۱۵-۸-۱۹۲۷ء، ص ۲+۷

مقدمات

مقدمہ سازش دہلی

دہلی کا مقدمہ بغاوت ——	سرکاری گواہ دینا ناتھ کا بیان	۲۹-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵
دہلی کا مقدمہ بم	،، ،،	۳۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۱-۲
،،	________	۳۱-۳-۱۹۱۴ء، ص ۵
دہلی کا مقدمہ سازش	۲۹ اپریل کی کارروائی	۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲+۶
،،	۳۰ ،، ،، ،،	۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۳
،،	،، ،، ،،	۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶
،،	یکم مئی کی ،،	۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
دہلی کا مقدمۂ سازش		۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴-۶
،، ،، ،،		۵-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶
،، ،، ،،		۱۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۱-۳
،، ،، ،،		۱۴-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
،، ،، ،،		۱۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۳
،، ،، ،،		۱۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵
،، ،، ،،		۲۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶-۷
،، ،، ،،		۲۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۱ ضمیمہ
،، ،، ،،		۲۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶-۷
،، ،، ،،		۲۴-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴
،، ،، ،،		۲۵-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴-۵، ۶-۷
دہلی کا مقدمۂ سازش (۱)		۲۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶-۷
،، ،، ،، (۲)		۲۷-۵-۱۹۱۴ء، ص ۱-۲
،، ،، ،، (۳)		۲۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲
،، ،، ،، (۴)		۲۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲

دہلی کا مقدمہ سازش (۵)	۳۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲-۱
״ ״ ״	۲۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۳
״ ״ ״	۲۷-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۵
״ ״ ״	۲۸-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۵
״ ״ ״	۲۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸-۵
״ ״ ״	۳۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸-۴
״ ״ ״	۳۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۴

مقدمۂ سازش کاکوری

کاکوری ڈکیتی و سازش کا مقدمہ	۲۵-۲-۱۹۲۵ء، ص ۶ و ۷
کاکوری ڈکیتی کے مقدمہ کی کارروائی شروع ہو گئی	۲۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶
کاکوری ڈکیتی کا مقدمہ — ایک دلچسپ مقدمہ	۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴
کاکوری ڈکیتی کا مقدمہ	۱۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶
״ ״ ״	۱۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶
״ ״ ״	۱۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵
״ ״ ״	۱۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵
״ ״ ״	۲۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴
״ ״ ״	۲۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵
״ ״ ״	۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶
״ ״ ״	۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
״ ״ ״	۹-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
مقدمہ سازش و ڈکیتی کے ملزمان	۱۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶
کاکوری ڈکیتی	۲۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
کاکوری ڈکیتی کا مقدمہ	۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
״ ״ ״	۲۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
״ ״ ״	۲۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵

مقدمہ ورتمان

دیگر مقدمات

سیاسیات
(ممالک)

افریقہ، جنوبی و شمالی

جنوبی افریقہ کے ہندوستانی — تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ (۱) ۱۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۵

″ ″ ″ ″ (۲) ۲۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۵

″ ″ ″ ″ (۳) ۲۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۷-۵

شمالی افریقہ سے ہسپانیہ کی بیزاری — اہم امور کا انکشاف ۸-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۱+۶

افغانستان

شوکت علی

شاہ افغانستان اور حجاز ۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

نریمان، جی کے

جدید افغانستان کے چشم دید حالات ۲۰-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱+۶

تین سال کابل میں° ۵-۶-۱۹۱۳ء، ص

دوسری جنگ افغانستان ۲۱-۸-۱۹۲۸ء، ص ۲

″ ″ ۲۳-۸-۱۹۲۸ء، ص ۲

″ ″ ۱۰-۹-۱۹۲۸ء، ص ۲

سردار محمود طرزی کا اعلان ۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳

کابل کے سیاسی تبدیلی° ۱۰-۶-۱۹۱۳ء، ص

امریکہ

امریکہ اور جاپان ۳۰-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳-۲

اہلِ امریکہ کی ترقیاں — ایک شامی رہنما کے مشاہدات

مسٹر فورڈ کس طرح اپنی دولت استعمال کرتے ہیں؟ ۱۰-۷-۱۹۲۸ء، ص ۲

جاپان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ ۲۲-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

ایران

انقلاب ایران کا اثر قضیہ موصل پر — برطانیہ کی سیاسی چالیں ۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶

انگلستان اور ایران کی پیچیدگی ۶-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

ایران کا دورِ جدید ۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶

ایران میں انقلاب ۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

ایران میں جدید دورِ حکومت — سردار رضاخاں کا اعلان ۱۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

برطانیہ کے لیے خطرہ — بغاوت کردستان کے متعلق ترکوں کی فوجی کارروائی ۱۹-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱

سردار رضاخاں کا تار مولانا ابوالکلام آزاد کے نام — قیامِ امن و تحفظِ حقوق کا وعدہ ۱۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵

برطانیہ

انگلستان، اٹلی اور یمن ۲۱-۳-۱۹۲۷ء، ص ۱

برطانوی پالیسی پر روس کا اثر ۱۹-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲

معاہدہ برطانیہ و عراق ۲۵-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲

بلقان اور جنگِ بلقان

سجاد حیدر یلدرم

محاربہ بلقان ۵-۶-۱۹۱۳ء، ص

سلیمان الباروتی، شیخ

ختمِ جنگ کے اسباب — انکشافِ حقیقت ۲۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶-۸

ایڈریانوپل کی امداد ۵-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

بساطِ جنگ (۱) ۲-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

" " (۲) ۲-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

بلقان کی آیندہ جنگ (از نجات) ۱۰-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

بلقان کی ایک اسلامی جمہوریہ — البانیہ ۶-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۱+۲

بلقان کی آیندہ جنگ ۱۰-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

ترک مقتولین کی تعداد کا اندازہ ۲۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

تسخیر ایڈریانوپل (۲)	۸-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲
" (۳)	۹-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲
جنگ (تقریباً ختم ہی ہو گئی)	۲-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲
جنگِ بلقان کے اخراجات کا کون کفیل ہوا؟	۱۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲
جنگ کی بساط (۱)	۸-۳-۱۹۱۳ء، ص ۱
" (۲)	۹-۳-۱۹۱۳ء، ص ۱
جنگ یا تصفیہ	۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲
شکست و صلح کا راز (۱)	۳-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
" " (۲)	۴-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
" " (۳)	۵-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

عثمانی سپاہ کی اصلاح	۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱
گورنر ایڈریانوپل سے ایک مکالمہ	۲۷-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳
مشت بعد از جنگ	۱۵-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲
معرکہ چتالجہ	۲۵-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
نامہ نگاران جنگ بلقان کی حقیقت (۱)	۲-۵-۱۹۱۴ء، ص ۵
" " " (۲)	۳-۵-۱۹۱۴ء، ص ۳

ترکی

اختر شیرانی

درہ دانیال کا تاریخی محاصرہ اور دول متحدہ کی یادگار شکست
—— عظمتِ ترکی کا ایک فراموش شدہ افسانہ ۲۸-۶-۱۹۲۸ء، ص ۸-۷

شوکت علی، مولانا

خلافت کے دشمن	۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶

عصمت پاشا

ترکی — وزیرِ اعظم ترکی عصمت پاشا سے انٹرویو	۲۰-۱۱-۱۹۳۵ء، ص ۱+۲

ترکی تمسکات کے متعلق ڈاکٹر انصاری کو تار
۱۵-۴-۱۹۱۲ء، ص ۲

ترکی کا نیا قانون دیوانی
۳۱-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱

ترکی کی معدنیات
۷-۲-۱۹۱۴ء، ص ۷

ترکی کی موجودہ سیاست — ترکی جمہوریہ میں سیاسی جماعتیں ۲۲-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۲

ترکی کے تازہ حالات — ڈاکٹر انصاری کی معاودت وطن ۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

ترکوں کے خلاف فرانس اور برطانیہ میں اتحاد
۹-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

ترکی کے ناچ گھر — نئی ہدایات
۲۱-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

ترکی میں بجائے عربی کے ترکی خطبہ
۳-۷-۱۹۲۸ء، ص ۴

ترکی میں حکومت سے مذہب کی علیحدگی — ترکی سفیر متعینہ
مصر کے خیالات
۳۰-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲

ترکی نمائش
۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۴

تمسکات خزانہ عثمانی
۲۲-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱

جدید ترکی
۲۳-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۸-۷

جدید ترکی — ترقی کے آثار
۳۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

جدید ترکی اور اسلامی جذبات
۲۴-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱

جنگ عظیم کے بعد ترکی کی مشکلات
۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱

سلاطین آل عثمان کا خزینہ
۲۳-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱+۷

سروی مظالم
۱۸-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

سلاطین آل عثمان کا خزینہ
۲۳-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱+۷

سیلونیکا سے ایک خط
۱۸-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

فتح مکرر کی پہلی سالگرہ — قسطنطنیہ سے ایک خط
۲۷-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۱

قسطنطنیہ سے ہمارا استفسار
۶-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

مرکز آستانہ کے مستقبل پر ایک نظر
۲۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

مصالحت کانفرنس کی کارروائی
۲۳-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۵

مصیبت زدہ ترکوں کی نوآبادیاں
۳۰-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا (ترکی کے بارے میں
انگلستان کا موجودہ رویہ) ۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

طبی وفد

انصاری، ڈاکٹر

ڈاکٹر انصاری کے خطوط (از قسطنطنیہ) ۲۵-۲-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱

ڈاکٹر انصاری کے خطوط (البقیہ) ۲۶-۲-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱

ڈاکٹر انصاری کا خط (ادارتی صفحہ پر شروع میں مدیر
کا نوٹ بھی ہے) (از چناق قلعہ) ۲۷-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱

〃 〃 (۲) ۲۸-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۳) ۲۹-۳-۱۹۱۳ء، ص ۲

ڈاکٹر انصاری کا خط (از عمرلی) ۱۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (از درہ دانیال) ۱۳-۵-۱۹۱۳ء، ص ۴

〃 〃 〃 (۲) ۱۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (از عمرلی) ۲۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

〃 〃 (۲) ۲۲-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

ڈاکٹر انصاری کا خط ۶-۶-۱۹۱۳ء، ص

〃 〃 ۱۰-۶-۱۹۱۳ء، ص

〃 〃 ۱۸-۶-۱۹۱۳ء، ص

〃 〃 ۲۵-۶-۱۹۱۳ء، ص

غلام احمد خاں (دیکھیے ازارکان آل انڈیا میڈیکل مشن)

خطوط — چتالجہ کی سیر (۱) ۵-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۲) ۷-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۳) ۸-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۴) ۹-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۵) ۱۰-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

〃 〃 (۶) ۱۱-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

نعیم

ڈاکٹر نعیم کا خط عمرلی سے — ۸-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲-۱

عمرلی کا شفاخانہ — ۳-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

عمرلی میں ایک بیمار اور تیماردار — ۲۵-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲

مصر میں ہندوستانی طبی وفد کے نام سے دھوکہ دہی — ۱۷-۵-۱۹۱۳ء، ص ۴

چین

برٹرینڈ رسل

چین اپنے حقوق کا اعلان کرتا ہے — شہنشاہیت گرداب مصیبت میں — ۱۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۹

بھروچہ، بی - ایف

جنگ آزما چین — ہندوستان کے لیے عبرت آموز سبق — ۲۴-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

سی - ایف اینڈریوز

چین کے نام ہندوستان کا پیام — ۱۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱

ہاڈٹن، برنارڈ

چین کی خانہ جنگی — ۵-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

چین کی جنگ آزادی — ۸-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۴-۳

چین کی سیاسی حالت — ۱۰-۲-۱۹۱۲ء، ص ۶-۵

چین میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ (۱) — ۱۳-۶-۱۹۱۳ء، ص

مسلمانانِ چین اور ان کے مذہبی اور سیاسی مشاغل — ۲۴-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

حجاز- تاریخ و مسائل

مسائل و مباحث

خلیق الزماں

معاملاتِ حجاز پر مسلمان سوچ سمجھ کر کام کریں — چوہدری خلیق الزماں ۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

شعیب قریشی

عدم انعقاد مؤتمر کا ذمہ دار کون ہے؟ — صدر مؤتمر کے اعلان

خط کا جواب — مسٹر شعیب قریشی کا پرزور بیان ۶-۷-۱۹۲۷ء، ص ۲

شوکت علی، مولانا

برادرانِ عجم کے لیے پیامِ تسکین ۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

بمبئی میں مسلمانوں کا عظیم الشان جلسہ — مولانا شوکت علی کی

بصیرت افروز تقریر (مسئلہ حجاز کے متعلق) ۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

بندرگاہ سوڈان پر "جہانگیر" روک دیا گیا — رابغ کی بندرگاہ کا

امیر علی نے سمندری محاصرہ کر رکھا ہے — مولانا شوکت علی کا

حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ ۸-۶-۱۹۲۵ء، ص ۵

جامع مسجد بمبئی میں یوم الدعا (محاصرہ مدینہ کی خبر سن کر ۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵-۴

سلطان ابنِ سعود سے مزید احتیاط کی درخواست — مولانا

شوکت علی کا تار ۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

علی کو مولانا شوکت علی کی تنبیہ — حجاز جمیع اہلِ اسلام کا ہے ۱۴-۶-۱۹۲۵ء، ص ۵

یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں؟ — حامیانِ ابن سعود

کی عجیب وغریب ذہنیت ۲۵-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷

صفدر علی، سید

مکہ معظمہ کے حالات: ایک ہندوستانی تاجر (سید صفدر علی) کا خط ۲۷-۵-۱۹۲۵ء، ص ۵

کچلو، ڈاکٹر سیف الدین

مدینہ منورہ پر گولہ باری — موجودہ مصائب اور ان کا حل ۱۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

امیر علی کی ابلیسی حرکت — مولانا محمد علی کی زبردست تقریر دہلی ۱۱-۶-۱۹۲۵ء، ص ۶

محمد علی، مولانا

جلسہ لکھنؤ کی کارروائی پر احتجاج (مسئلہ حجاز اور روضۂ نبوی

برگولہ باری کے سلسلے میں جلسہ جبکہ روضہ نبوی پر گولہ باری
کی خبر کی مصدقہ طور پر تردید ہو چکی تھی۔ ۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷-۶
دہلی میں ابنِ سعود کے مخالفین کی سخت شکست — جامع مسجد
میں جلسہ — مولانا محمد علی کی تقریر ۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶
مسلمانانِ لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ — رہنمایانِ ملت کی
حیات افروز تقریریں — روضۂ مطہرہ پر گولہ باری کی حقیقت
— مولانا محمد علی کی تقریر ۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶-۴
مولانا محمد علی کا مفصل مکتوب (حجاز سے مولانا محمد علی کا اپنی
صاحبزادیوں کے نام خط۔ اس خط پر کسی نے کوئی اعتراض
بھی کیا تھا، جس کا جواب ۲۰ راگست کو اداریے میں دیا گیا)
— مؤتمر کے حالات — حج میں انتظام کی ضرورت ۲۲-۷-۱۹۲۶ء، ص الف تا د (ضمیمہ)

محمد نعیم

مولانا مفتی محمد نعیم لودھیانوی کی کھلی چھٹی — مولانا دیدار علی
پیر جماعت علی شاہ اور مولوی محرم علی چشتی کے نام ۱۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

مسعود علی ندوی، مولانا

فدوائیوں کی جنگ ۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷
قصۂ نجد و حجاز اور اس کے نتائج ۲۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷

جزیرۃ العرب کی حالت ۳۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱
حجاز اور یمن — اصل واقعات ۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ۲
حجاز کا مستقبل (از "سچ" لکھنؤ) ۱۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷
حجاز کی تجارت ۱۸-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۲
دولت ہائے مصر و حجاز میں ناچاقی ۲۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۱
سرزمین حجاز اور حفظانِ صحت ۴-۷-۱۹۲۷ء، ص ۲
سلطان ابنِ سعود اور ان کی جماعت — محمل مصری کی

مخالفت کی وجہ ۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۲

سلطان ابنِ سعود اور برطانیہ (از الفیحا) ۸-۹-۱۹۲۶ء، ص ۷

سلطان ابنِ سعود اور برطانیہ ۱۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

شریفی پروپیگنڈے کے افسوسناک نتائج ۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۴

دشمنانِ اسلام کی مزید دروغ بافیاں — مسجد نبوی پر
گولہ باری کی خبر غلط نکلی ۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

عربوں کے جنگی بیڑے ۱۵-۷-۱۹۲۷ء، ص ۲

مسلمانانِ لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ — رہنمایانِ ملت
کی حیات افروز تقریریں — روضۂ مطہرہ پر گولہ باری کی حقیقت ۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶-۴

حجازِ مقدس کے حالاتِ حاضرہ اور سندھ (سندھ خلافت
کمیٹی کے اجلاس کی منظور شدہ تجاویز) ۱۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸

مسلمانانِ جبل پور کا ایک عظیم الشان جلسہ — روضۂ اطہر پر گولہ باری
کی خبر کی تردید پر اظہارِ اطمینان ۹-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

(۲) چند اور تقریریں ۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

امدادِ اہلِ مکہ — انجمن امداد اہلِ مکہ کی کوشش ۲۹-۵-۱۹۲۵ء، ص ۶

مسئلہ حجاز اور مسلمانانِ لکھنؤ — رفاہِ عام کے جلسے میں
افسوسناک اختلال: شریفیوں کی شرمناک شورش پسندی ۲۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

مسلمانانِ دہلی کا جلسہ ارضِ حجاز کے متعلق ۲۱-۱۲-۱۹۲۴ء، ص ۶

شریفی غداریوں کی بخیہ دری ۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷-۶

تسخیر جدہ — اراکین خدام الحرمین کو مشورہ ۲۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

شریفی دیانتداری (انجمن خدام الحرمین کے ارباب اور دیگر
شریفیوں کے غیر دیانتدارانہ رویے پر تبصرہ) ۱۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

لکھنوی شریفیوں کی شرافت کا ایک اور نمونہ ۱۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

فتوحاتِ ابنِ سعود کا اثر سیاساتِ عرب پر ۱۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷

ایک شیدائے اسلام کا مخلصانہ مشورہ (مسئلہ حجاز کے بارے میں قاضی عزیز الدین کے خیالات پر نقد) ۱۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۳

قاضی جی کو شہر کا اندیشہ ۱۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۳

گھر کے شیروں کا بپھرنا۔ قبہ پرستوں، حکومت پسندوں اور جاہ طلبوں کا اجتماع ۱۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸

شریفی پروپیگنڈا کا نیا لباس ۔ مسلمان اب دھوکا نہیں کھا سکتے ۱۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

اسمال کارج (مولانا شوکت علی کے نام ایک خط اور ان کا جواب) ۲۲-۴-۱۹۲۵ء، ص ۷

تسخیر جدہ ۔ اراکین خدام الحرمین کو مشورہ ۲۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

شریف حسین کی سیہ کاریوں کے چند اوراق ۲۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷

جدہ کا سقوط اور امیر علی کی فرار کی تیاری ۲۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵

مسئلہ انہدام قبور و قبہ جات

آزاد، مولانا ابوالکلام

امیر ابن سعود اور حرمین شریفین (روزنامہ زمیندار لاہور سے ماخوذ۔ مولانا غلام رسول مہر نے یہ سلسلہ مضمون "تبرکات آزاد" میں شائع کر دیا ہے) ۔ گنبدوں کے انہدام کا حادثہ (۱) ۱۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۹

" " " (۲) ۱۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

" " " (۳) ۱۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۹

سلیمان ندوی، سید

مکہ معظمہ کے مزارات اور مولد ۔ شریعت اور تاریخ کی روشنی میں ۲-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

مدینہ منورہ پر گولہ باری اور روضہ نبوی پر اثر ۴-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱+۹

عبد الرحمان نگرامی، مولوی

قبوں کے احکام شرع اسلام میں ۱۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷

عبدالماجد دریا بادی

مسئلہ قبور و قبہ جات — بہ سلسلہ فتاویٰ فرنگی محل ۱۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱+۵-۶

〃 〃 (۲)

〃 〃 (۳) ۲۱-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۹

عنایت اللہ فرنگی محلی، مولانا

قبروں پر قبے بنانا ۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۹

محمد، مولانا

فرنگی محلی دلیلوں کی حقیقت ۱۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷-۹

مشیر حسین قدوائی، شیخ

تحفظ آثار متبرکہ حجاز ۹-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

مولانا عبدالباری اور مسئلہ حجاز

(مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مسئلہ حجاز کے بارے میں وائسرائے سے مراسلت کی تھی۔ اس سلسلے میں بعض غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں)

احمد حسین قدوائی

مولانا عبدالباری اور وائسرائے ۱۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

خلیق الزماں، چودھری

مولانا عبدالباری اور وائسرائے ۱۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

مسئلہ تحفظ حجاز — مولانا عبدالباری صاحب اور برطانیہ سے خط و کتابت کی حقیقت ۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

مسئلہ قبور و قبہ جات پر مولانا عبدالباری صاحب کے خیالات ۷-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

وفد خلافت

سلیمان ندوی، سید

رپورٹ وفد حجاز پر میرا نوٹ اور دستخط (سید صاحب کے

اس نوٹ کے بارے میں مولانا محمد علی کے خیالات ہمدرد کی
اسی اشاعت کے اداریے میں ملاحظہ ہوں) ۱۴-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۳

شوکت علی، مولانا

وفد حجاز ۱۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

عبدالماجد قادری بدایونی

وفود حجاز میں میری شرکت ۱-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷

ارضِ حجاز کے چشم دید حالات — علی برادران نے کراچی میں کیا کہا؟ ۲۲-۸-۱۹۲۶ء، ص ۵+۴

جامع مسجد میں مسلمانانِ دہلی کا عظیم الشان جلسہ — ارکان وفود

جمیعۃ العلماء و مجلسِ خلافت کی تقریریں (مولانا مفتی کفایت اللہ

دہلوی اور علی برادران کی تقاریر) ۲۴-۸-۱۹۲۶ء، ص ۶-۵

جمیعت خلافت کے وفد حجاز کی رپورٹ ۱۰-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

۱۴-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

رئیس وفد حجاز مولانا سید سلیمان ندوی سے مکالمہ — مسئلہ حجاز

کے متعلق اہم معلومات ۲۵-۲-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

سرفروشانِ ملت کی توہین: وفد خلافت کے ساتھ بعض مخالفین

کا بزدلانہ برتاؤ — مولانا ظفر علی خاں کی زندگی معرضِ خطر میں

(اس وفد میں مولانا ظفر علی خاں، مولانا محمد عرفان اور شعیب

قریشی شامل ہیں) ۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۶

لکھنؤ سے شریفی جتھہ کی روانگی بمبئی ۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵

مدینۃ الرسول کے صحیح حالات کی بے نقابی۔ وفد خلافت کا تار ۲۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

وفد حجاز کو الوداع — جامع مسجد دہلی میں عظیم الشان جلسہ ۲۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

وفد خلافت اور امیر علی کی خط و کتابت ۲۷-۲-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

روس

نہرو، پنڈت جواہر لال

جدید روس میں تعلیم کا طریقہ ۹-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۲+۹

سوویت روس کا نظامِ عمل ۲۸-۶-۱۹۲۷ء، ص ۱
سوویت روس کی عورتوں کی حالت ۲۷-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲

ریف

جہادِ ریف: محاصرہ اجدیر کے متعلق انکشاف ۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱
ریف میں مجاہدین کی فتح ۱۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱
دعا (مجاہدینِ ریف کی کامیابی اور مسلمانانِ عالم کی خوشحالی کے لیے) ۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵
صلحِ ریف کی ناکامی کے اسباب — کپتان کینگ کا بیان ۱-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱ + ۷
غازیانِ ریف کے لیے یوم الدعا — مولانا ابوالکلام صاحب
آزاد کا قابلِ عمل مشورہ ۱۶-۹-۱۹۲۵ء، ص ۴
فرانس کے نام غازیِ ریف کی کھلی چٹھی ۹-۹-۱۹۲۵ء، ص ۴

سقوطری

سقوطری (۱) ۲۶-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
" (۲) ۲۷-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
" (۳) ۲۹-۴-۱۹۱۳ء، ص ۲
سقوطری کی قسمت کا فیصلہ ۱۰-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

شام و فرانس

شوکت علی
مصیبت زدگانِ شام کا اپیل ۲۸-۶-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷

جبل دروز کی شورش — حریت و استقلال کی جنگ ۱۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶
جبل دروز کے جغرافی و تاریخی حالات ۹-۲-۱۹۲۵ء، ص ۷-۶
دروزی اور ان کے اخلاق و عادات ۲۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۸
سرزمینِ شام کی مصیبتوں کا دور — فرانسیسیوں کی ہولناک
ستم انگیزیاں ۲-۳-۱۹۲۷ء، ص ۷

شام میں فرانس کی مشکلات ۲۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۲

غلامی یا جنگ (شام و فرانس کا مسئلہ) ۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۳

وحشیانِ فرانس کے تازہ ہولناک مظالم ۲۵-۳-۱۹۲۵ء، ص ۱

دمشق میں فرانسیسی مظالم کے خلاف مسلمانانِ ہند کی جدوجہد (غازی مصطفیٰ کمال پاشا (انگورہ)، سلطان فواد (قاہرہ) امان اللہ خان (کابل)، رضا خاں (طہران)، سلطان ابنِ سعود (حجاز) اور مصری اخبارات کے نام خطوط جن پر حکیم اجمل خاں مفتی کفایت اللہ، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے دستخط ہیں) ۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵-۴

دمشق میں وحشیانہ مظالم — مولانا ابو الکلام صاحب آزاد کا پیام ۴-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۵

فرانسیسی مظالم کی داستان — مسٹر لائیڈ جارج کی زبان سے ۱۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۷

فرانسیسی مظالم کے ہیبت ناک مناظر — دمشق میں زندوں کی قبریں ۱۵-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

مظالم دمشق کی داستان — ایک عینی شاہد کی زبان سے ۲۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۸

مظالم دمشق کی اصل حقیقت ۲۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۸

بربادی دمشق کا ہولناک منظر ۳۰-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۷

شام میں تخریب و انہدام — دمشق کی حالت ۱-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

حوادثِ شام ۲-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶

شام میں فرانسیسی مظالم کی داستان ۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۸

دمشق کی گولہ باری کی کہانی ۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶

شام میں فرانسیسیوں کی زیادتیاں ۷-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

مظالم دمشق کی پوری داستان ۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۵

مولانا ابو الکلام آزاد کا پیام: فرانسیسی گولہ باری سے سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے (دمشق پر حملہ) ۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

طرابلس

سلیمان البارونی، شیخ

سنوسی، شیخ

عراق

مراکش

مصر

آزاد، مولانا ابوالکلام

شوکت علی	
مصر اور سابق گورنر بمبئی جارج لائڈ	۷-۶-۱۹۲۷ء، ص ۶
مصر اور حجاز (از السیاست)	۲-۶-۱۹۲۷ء، ص ۷
لارڈ کچنر کی رپورٹ مصر پر	۲-۷-۱۹۱۳ء، ص
تخلیہ مصر اور برطانوی مواعید	۲-۵-۱۹۲۸ء، ص ۴
مصر (۱)	۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶
〃 (۲)	۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶
مصر	۱۸-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
مصر — ہر اک خدنگ کا تودہ یہی نشیمن ہے	۱۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۴
مصر اور اس کی موجودہ حالت	۲۷-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۸
مصر اور برطانیہ — برطانوی دھمکیوں کا مصری جواب	۲۴-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲
مصر کی موجودہ حالت	۱۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۶
مصر و جاپان — دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات	۸-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲
مصری پارلیمنٹ کا افتتاح — شاہ فواد کا خطبہ اور ثروت پاشا کی تقریر	۲۰-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲
وزیر اعظم مصر کا تار مولانا ابوالکلام آزاد کے نام	۲۶-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵
مولانا ابوالکلام کے نام وزیر اعظم مصر کا پیام	۲۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

مقدونیہ

امداد مصیبت زدگان مقدونیہ (۱)	۲-۵-۱۹۱۳ء، ص ۱-۲
〃 〃 (۲)	۳-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲
〃 〃 (۳)	۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۱-۲
〃 〃 (۴)	۷-۵-۱۹۱۳ء، ص ۱-۲

موصل

برلیفرڈ، ایچ - این

موصل کمیشن کا فیصلہ (۱) — ۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص۱

〃 〃 (۲) — ۲۰-۹-۱۹۲۵ء، ص۱+۶

ہندوستان اور برطانیہ

سکلاتوالہ، مسٹر

ہندوستان اور برطانیہ - پارلیمنٹ میں سکلاتوالہ کی معرکہ آرا تقریر (گزشتہ سے پیوستہ) — ۴-۸-۱۹۲۷ء، ص۷

مسلمانانِ ہند اور برطانوی حکومت (نگار کے ایک مضمون پر "سچ" لکھنؤ کا تبصرہ) — ۱۵-۳-۱۹۲۸ء، ص۲+۷

ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت — ۷-۶-۱۹۲۷ء، ص۲

ہندوستان میں برطانوی راج کی برکتیں — ۲-۴-۱۹۲۹ء، ص۲

یمن

مملکت زیدیہ (۱) امام یحیٰ اور باشندگانِ یمن — ۳-۶-۱۹۲۷ء، ص۲-۱

〃 (۲) یمن کی فوجی قوت اور داخلی سیاسیات — ۵-۶-۱۹۲۷ء، ص۱

متفرق ممالک

اٹلی اور سوویٹ کے مابین ایک خفیہ معاہدہ — ۲۰-۱۲-۱۹۲۵ء، ص۱+۶

اناطولیہ میں نئی آبادی (۱) — ۱۴-۵-۱۹۱۳ء، ص۳-۲

〃 〃 (۲) — ۱۵-۵-۱۹۱۳ء، ص۳-۲

ترکستانی تحریک — جمہوریہ کا قیام — ۲۴-۷-۱۹۲۷ء، ص۲

خلیج فارس — ۱۴-۶-۱۹۲۷ء، ص۲

سلطنت رومانیہ اور حسن کی کرشمہ سازیاں — ۲۶-۷-۱۹۲۷ء، ص۳

طنجہ کی سیاسی حیثیت — حکومتِ برطانیہ کا رویہ — ۱۸-۱۰-۱۹۲۷ء، ص۱

قومی آزادی کی تحریک — اہلِ جاوا اور سماترا پر ڈچ فوج کے مظالم ۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ا

مسئلہ الجزائر ۲۵-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

ہندوستان، چین اور ترکیہ ۲۲-۲-۱۹۲۷ء، ص ا

شخصیات - ا

اجمل خاں، حکیم — نثر

عبدالغفار مراد آبادی

حکیم اجمل خاں ۱۲-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

محمد علی

مسیح الملک کی یادگار: ہم اپنی احسان مندی کا اظہار کس طرح کر سکتے ہیں؟ (یہی مضمون اور پھر اس کی تلخیص ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، جنوری اور بعد کے نمبروں میں بھی کچھ عرصہ تک نقل ہوتی رہی ہے) ۹-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

مسیح الملک کی علالت اور رحلت ۶-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲+۸

اجمل خاں، حکیم — نظم

احسان الحق بھیا، شیخ

قطعہ تاریخ ارتحال پر ملال مسیح الملک مرحوم ۲-۱-۱۹۲۸ء، ص ا

اخلاق دہلوی، اخلاق حسین

مسیح الملک مرحوم کی عزیز ترین یادگار ۱۶-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

اسلم لکھنوی، محمد اسماعیل

لکھ دو پوشیدہ ہوا اف بحرِ حکمت کا گہر ۹-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

خلیق دہلوی، منشی عبدالخالق

مسیح الملک مرحوم کی عزیز ترین یادگار ۱۶-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

سعید بریلوی، ڈاکٹر سعید احمد
نوحۂ غم
۱-۱- ۱۹۲۸ء ص ۳

صدیق حسن دہلوی، محمد
قطعۂ تاریخ
۴-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲

علی احمد خاں، خان بہادر
قطعۂ دیگر
۴-۱-۱۹۲۸ء، ص ۷

قیصر بانسوی
آہ قائد ہند
۶-۱-۱۹۲۸ء ص ۷

کوثر، اجمل جبین
نوحۂ غم
۱۸-۱-۱۹۲۸ء، ص ۷+۸

کیفی دہلوی، پنڈت برج موہن دتاتریہ
مسیح الملک مرحوم کا ماتم
۱۱-۱-۱۹۲۸ء، ص ۷

ناظم وارثی، غلام مرتضیٰ
قطعۂ تاریخ (وفات حضرت مسیح الملک)
۹-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

امان اللہ خان

ڈارڈن جان
مشرق کا پراسرار تاجدار (شاہ امان اللہ خان)
۴-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

اعلیٰ حضرت (سلطان افغانستان) کے ورود مسعود کراچی کے بعض حالات
۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۲

انجمن اسلام کی گارڈن پارٹی — اعلیٰ حضرت امان اللہ خان کی قابلِ قدر نصیحت
۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۷

شاہ افغانستان کا دورہ (یورپ)
۶-۱۱-۱۹۲۷ء، ص ۴

بی اماں

عبدالرحمان نگرامی، مولانا
بی اماں
۴-۳-۱۹۲۹ء، ص ۲

عبید اللہ ٹونکی، حافظ

تاریخ وفات بی اماں صاحبہ ۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۲

تاریخ وفات بی بی آمنہ صاحبہ ۲-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳-۲

تعزیت کے پیام ــ مولانا شوکت علی و مولانا محمد علی کے نام (بی اماں کی وفات پر) ۲۶-۱۱-۱۹۲۴ء، ص ۸

جماعت علی شاہ

غلام قادر، مستری

جماعت علی شاہ خدا بھی ہیں اور رسول بھی! ۱۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

پیر جماعت علی شاہ ۴-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۷

صوفی جماعت علی شاہ کے کمالاتِ روحانی ۲۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴-۷

جمال الدین افغانی

قاسم بیگ، مرزا

سید جمال الدین آفندی (افغانی) ۱۱-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۷

" ۲۲-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۸-۷

" ۲۹-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۷

مرحوم جمال الدین افغانی کا مزار ــ ایک امریکن کی کوشش ۲۱-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱

حافظ شیرازی

احتشام الدین دہلوی، مولوی

مطالعہ حافظ ۱۸-۴-۱۹۲۵ء، ص ۷

۴-۵-۱۹۲۵ء، ص ۷

حسن نظامی، خواجہ ــ نثر

اہالیانِ دہلی

خواجہ حسن نظامی پر ہم غریب مسلمانوں کی سرسری نظر ۱۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷

آزاد بلاس پوری و ناظم ہاشمی	
ختم خواجگی	۱۶-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷
آستانہ عالیہ کچھوچھہ	
کھلی چٹھی بنام خواجہ حسن نظامی از آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف	
(و دیگر مراسلات)	۲۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱
تمکین کاظمی، سید	
نقاب اٹھ جانے کے بعد	۱۳-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۷
حسن نظامی، خواجہ	
حسن نظامی کا خط	۱۶-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷
میرے خسر کی شہادت کے بعد	۹-۲-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵
نقل جاسوسی جاسوسی نہ باشد (خواجہ کے خطوط بنام	
ضیاء الحق کے عکس)	۲۱-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱
حسین زیدی و سید عزیز الحسن	
ختم خواجگی	۲۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷
شہاب الدین، لطیف احمد، سراج الدین و محمد عثمان	
دلی والا حسن نظامی اہلِ دہلی کی نظر میں	۲۰-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱
ظفر الملک	
مقدس ڈاکو	۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷
"	۹-۲-۱۹۲۷ء، ص ۷-۶
عبد الجبار خاں	
خواجہ صاحب کی تبلیغی ٹٹی — حیدر آباد کے ایک معتقد خواجہ	
(عبد الجبار خاں) کا خیال	۱۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷
عبد الستار و دیگر حضرات	
ختم خواجگی	۲۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱+۷

ختم خواجگی (مراسلات وخطوط) ۹-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

" ۱۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

" ۱۲-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

خواجہ حسن نظامی اور ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ۱۷-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۱+۷

سرکار آصفیہ کی موجودہ مشکلات اور خواجہ حسن نظامی کا
ملت فروشانہ طرزِ عمل (از العدل) ۱۶-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۸

کھلی چٹھی بنام خواجہ حسن نظامی واحمد حسین چلپانی ۱۱-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

محمد علی کا بائیکاٹ ۲۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۷

حسن نظامی — نظم

درد، سعید الحسن

ختم خواجگی ۲۵-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱+۷

نقاد

حسن نظامی سے خطاب ۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱

قطعہ (از نقاد، رسالہ) ۱۵-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۱

شردھانند

ظفر علیخاں

انسداد توہینِ انبیاء وبانیانِ مذاہب — مولانا ظفر علیخاں کی رائے ۱۹-۸-۱۹۲۷ء، ص ۷

محمد علی لاہوری، مولوی

سوامی شردھانند کا قتل —— اور ہندو مسلم اتحاد ۱۸-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱+۷

ایک دشمنِ رسول، دشمنِ عقل (از "سچ" لکھنؤ) ۷-۶-۱۹۲۷ء، ص ۷

سوامی شردھانند کے قتل کی تحقیقات ۷-۱-۱۹۲۷ء، ص ۵

" ۱۰-۱-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵

سوامی شردھانند کے قتل کا مقدمہ ۱۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۱+۸

" ۱۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۶-۵

محمد علی، مولانا (خبریں)

مسٹر محمد علی لکھنؤ میں ——— دو مبارک تحریکیں ۲-۱-۱۹۱۴ء، ص ۷-۶

مولانا محمد علی صاحب کا سفرِ پنجاب ——— گجرات و سیالکوٹ میں عظیم الشان جلسے اور استقبال ۱۱-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

مولانا محمد علی کی عدم موجودگی میں جامع مسجد دہلی میں جلسہ ۱۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۶

شملہ میں شاعروں کا جلسہ ——— مولانا محمد علی کی شرکت ۱۸-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷

وقائع لکھنؤ: علی برادران کا دور ۲۵-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

اجمیر میں مولانا محمد علی کی مشغولیتیں ۳-۸-۱۹۲۷ء، ص ۷

مولانا محمد علی کی روانگی بدایوں ——— صوبہ متحدہ کی مسلم لیگ میں شرکت کا قصد ۳-۱۰-۱۹۲۷ء، ص ۶

مولانا محمد علی کا قصد کانپور ۴-۱-۱۹۲۹ء، ص ۶

مولانا محمد علی صاحب، مدظلہ کا سفر رنگون ——— مسلمانانِ رنگون کا اظہارِ عقیدت اور شاندار جلسے ۲-۴-۱۹۲۹ء، ص ۷

شخصیات-۲

ادبی شخصیات

احتشام الدین دہلوی، محمد

قطعہ تاریخ انتقال ریاض خیر آبادی ۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۱

قمر احمد ایڈیٹر خلافت

نظیر اکبر آبادی ۲۲-۲-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷

شمس العلماء شبلی نعمانی اور مرزا دبیر ۱۸-۳-۱۹۱۴ء، ص ۲-۱

انقلاب پسند

اکبر شاہ خاں

کلکتہ کے قریب بم ساز ——— جمیعۃ الجاہلیۃ ۱۷-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

گاندھی، مہاتما

مہاتما گاندھی کا جواب انقلاب پسندوں کو ۱۳-۵-۱۹۲۵ء، ص ۱

میرے ایک انقلاب پسند دوست ۱۳-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲

۱۴-۴-۱۹۲۵ء، ص ۲-۵

گوبند راؤ ڈیش پانڈے

جلاوطن ہندوستانی (ایک مختصر فہرست) ۱۲-۱-۱۹۲۸ء، ص ۱

راجہ مہندر پرتاپ — نیپال تک آنے کا مقصد ۲۳-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۱

تاریخی و سیاسی شخصیات

راقی، قطب الدین خاں

ملک عنبر ۱۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۱-۳

شوکت علی، مولانا

پانی پت اور مولانا لقاء اللہ عثمانی ۵-۲-۱۹۲۷ء، ص ۷

شعیب قریشی (شعیب اور عبدالرحمان صدیقی کی کاروبار کے سلسلے میں یورپ روانگی) ۳۰-۹-۱۹۲۸ء، ص ۸

مسعود علی قدوائی ندوی، مولوی

جناب قدوائی پہاڑ سے اتر آئے ۱۵-۹-۱۹۲۵ء، ص ۷-۸

ایک پراسرار مجنوں (مصر کا شہزادہ سیف الدین پاشا) ۱۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۲

ایک مہ جبین سفیرہ (فرانس کی ایک شخصیت) ۱۳-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۱+۵-۲

جدید سلطان مراکش کے حالات ۲۲-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

جوابِ اسلام — ۱۹۱۷ء کا ایک ورق ۱۹۲۶ء کی روشنی میں (ظفر علی خاں کی ایک نظم اور اس کا جواب۔ اس کے متعلق مولانا محمد علی کے قلم سے اسی شمارے میں "جوابِ اسلام" کے نام سے اداریہ بھی ہے) ۲۵-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۱

چارلی چپلن —— مشہور ظریف فلم ایکٹر (از ریاست) ۱۹-۵-۱۹۲۷ء، ص ۷

ڈاکٹر محمد نعیم (دیکھئے از ارکان آل انڈیا میڈیکل مشن ——
—— ہندوستان واپسی) ۲-۵-۱۹۱۳ء، ص ۲

ڈاکٹر مختار احمد انصاری سے نامہ نگار ہمدرد کا مکالمہ ۱-۱۰-۱۹۲۵ء ص ۱+۵

ڈاکٹر یوجین چین —— مختصر حالاتِ زندگی ۱۶-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

عبدالرحمان پشاوری کے والد کا انتقال (بتاریخ ۲۳ نومبر ۱۹۲۵ء) ۲۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۴

لارڈ منٹو کا انتقال پر ملال (بتاریخ یکم مارچ ۱۹۱۴ء بمقام لندن) ۳-۳-۱۹۱۴ء، ص ۴

مسٹر پٹیل کا ایثار ۲۱-۳-۱۹۲۷ء، ص ۴

مسٹر سی۔ آر۔ داس اور لارڈ لٹن ۵-۱۲-۱۹۲۴ء، ص ۷

مسز جاینا کا انتقال ۲۲-۲-۱۹۲۹ء، ص ۶

دینی و مذہبی شخصیات

شوکت علی، مولانا

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی ۸-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷

عبداللہ چغتائی، محمد

حضرت بلال رض کا قبولِ اسلام ۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷

محمد عمر نعمانی

شہید کربلا ۳۱-۷-۱۹۲۵ء، ص ۷

زعمائے ترکی

محمد علی

تعارف (ایک تصویر کے شرکار کا تعارف — شرکار: ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے ساتھ شیخ عبدالعزیز شاویش، ڈاکٹر عبدالحمید سعید احمد فواد) ۲۶-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

اسد پاشا کی جلاوطنی ۲۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۶-۵

ترکیہ کے مشہور شاعر و ادیب (ضیا کوک الپ) کی وفات ۱۷-۲-۱۹۲۷ء، ص ۱

رؤف بے کمانڈر حمیدیہ سے ملاقات ۲۰-۵-۱۹۱۳ء، ص ۴

رؤف کمانڈر جہاز حمیدیہ سے گفتگو ۱-۶-۱۹۱۳ء، ص

شکری پاشا — ایک ملاقات ۲۳-۵-۱۹۱۳ء، ص ۴-۲

شکری پاشا کو کس نے گرفتار کیا؟ ۱۴-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

شیخ عبدالعزیز شادیش اور عالی جناب شوکت پاشا وزیراعظم کی گفتگو ۲۳-۵-۱۹۱۳ء، ص ۴

قیصل دویش کے دلچسپ حالاتِ زندگی ۱۷-۴-۱۹۲۸ء، ص ۲

نیازی بے کی شہادت ۲۸-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳

صحافت

زیندار - لاہور (روزنامہ)

راشد علی مجددی

آہ زمیندار! ۲۷-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶

قمر سندیلوی، سید قمرالدین

آہ زمیندار (نظم) ۱۲-۲-۱۹۱۴ء، ص ۱

وقارالملک بہادر (مشتاق حسین)

روزنامہ زمیندار ۲۷-۱-۱۹۱۴ء، ص ۶

زمیندار ۱۴-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶

ہمدرد - دہلی (روزنامہ)

داؤد، سید محمد

ہمدرد اور قوم کی سر دلبری ۸-۴-۱۹۲۷ء، ص ۷

سعید، ڈاکٹر سید

شعر و سخن (ہمدرد کے بارے میں ایک نظم) ۹-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۱

ہمدرد خط نستعلیق میں (آیندہ سے ہمدرد کی خط نستعلیق میں

اشاعت کے فیصلے کا اعلان کئی اور اقساط میں بھی آیا ہے) ۵-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸

ہمدرد خطِ نستعلیق میں ۶-۵-۱۹۱۴ء، ص ۸

ہمدرد کی عمر کا نازک ترین موقعہ ۳-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۳

پریس ایکٹ وغیرہ

مظہر الحق

پریس ایکٹ — مسٹر مظہر الحق کی تقریر ۵-۲-۱۹۱۴ء، ص ۵-۴

مظہر اللہ صدیقی محمد

جاپانی صحافت ۲۰-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

انڈین پریس کی گزشتہ تاریخ ۱۷-۲-۱۹۱۴ء، ص ۶

پریس ایکٹ — برٹش پبلک سے اپیل — فوری ترمیم کا مطالبہ ۷-۳-۱۹۱۴ء، ص ۷

طب و صحت

محمود علی خاں، صاحبزادہ محمد

آریوویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس — صدر استقبالیہ

کمیٹی صاحبزادہ محمد محمود علی خاں کا خطبۂ صدارت ۲۶-۴-۱۹۲۷ء، ص ۷

نواب صاحب رام پور

آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کا خطبۂ صدارت ۲۵-۴-۱۹۲۷ء، ص ۶

ہندوستان میں حفظانِ صحت کی سرکاری پالیسی (۱) ۲۹-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴

" " " " (۲) ۳۰-۵-۱۹۱۴ء، ص ۴

علوم و فنون

باقر علی، میر

جادو کیا شے ہے؟ ۲۹-۲-۱۹۲۸ء، ص ۲+۷

حقیقت فنِ داستان گوئی (۲) ۲۱-۳-۱۹۲۷ء، ص ۷

کانفرنسیں

اتحاد کانفرنس

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس

ہیڈلے (= الفاروق)، لارڈ
آل انڈیا تبلیغ کانفرنس ۲۹-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶
رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے کا خطبۂ صدارت (آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی)(۱) ۲۶-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۸-۷
〃 〃 (۲) ۲۷-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۱+۲
〃 〃 (۳) ۱-۱-۱۹۲۸ء، ص ۲
رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈرلے کا خطبۂ صدارت (آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی)(۴) ۱-۱۹۲۸ء، ص
〃 〃 (۵) ۴-۱-۱۹۲۸ء، ص ۷

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کا اجلاس (دہلی) ۲۶-۱۲-۱۹۲۷ء، ص ۶

آل انڈیا مسلم کانفرنس

قدوائی کانفرنس ۳۰-۹-۱۹۲۵ء، ص ۵
— نام نہاد آل انڈیا مسلم کانفرنس ۸-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵

آل پارٹیز کانفرنس

شوکت علی، مولانا
آل پارٹیز کانفرنس — ہندوستان کے مسلمانوں کا فرض ۲۱-۵-۱۹۲۸ء، ص ۲

آل پارٹیز کانفرنس اور مسلمانوں کے حقوق ۳۰-۹-۱۹۲۸ء، ص ۴+۸
آل پارٹیز کانفرنس کی کمیٹیوں پر نظر ۴-۲-۱۹۲۵ء، ص ۵
سوراج اسکیم کا خاکہ — آل پارٹیز کانفرنس کی سب کمیٹی کی رپورٹ ۲۷-۲-۱۹۲۵ء، ص ۶-۲
سوراج کا دستور اساسی — آل پارٹیز کانفرنس کی کمیٹی کی رپورٹ ۲۰-۳-۱۹۲۸ء، ص ۲

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

کچلو، ڈاکٹر سیف الدین

آل مسلم پارٹیز کانفرنس — ڈاکٹر کچلو کا خطبہ استقبالیہ (گزشتہ سے پیوستہ) ۲۰-۷-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

محمد علی، مولانا

آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس صوبہ بہار — مولانا محمد علی صاحب کا خطبۂ صدارت ۲۸-۱۲-۱۹۲۸ء، ص ۶

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا تیسرا اجلاس — مولانا محمد علی صاحب کی تقریر ۴-۱-۱۹۲۹ء، ص ۶

آل مسلم پارٹیز (از نگار) ۲۵-۱۱-۱۹۲۵ء، ص ۷

مؤتمر عالم اسلامی

شوکت علی، مولانا

مؤتمر اسلامیہ کی شاخ ہندوستان میں ۲-۱۱-۱۹۲۶ء، ص ۶

علی حسین مصری، محمد

علامہ رشید رضا (اور مؤتمر عالم اسلام مکہ مکرمہ) ۲۵-۱۰-۱۹۲۶ء، ص ۱+۶

—

مؤتمر عالم اسلامی مکہ معظمہ کی روداد (از ام القریٰ) ۱۸-۸-۱۹۲۶ء، ص ۷+

دیگر کانفرنسیں

جینا، مسٹر

نیشنل کنونشن اور مسلمانوں کے مطالبات — مسٹر جینا کا بیان ۴-۱-۱۹۲۹ء، ص ۵

داس، سی۔آر

بنگال پراونشل کانفرنس فریدپور — دلیش بندھو داس کا خطبۂ صدارت ۴-۵-۱۹۲۵ء، ص ۶-۵

سردول سنگھ کوریشر، سردار

گوجرانوالہ پولیٹیکل کانفرنس — سردار سردول سنگھ کوریشر کا خطبۂ صدارت ۲۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

شوکت علی، مولانا

صوبہ متحدہ کی سیاسی کانفرنس — مولانا شوکت علی کا دلچسپ اور سبق آموز خطبۂ صدارت (۱) ۲۱-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵-۶

〃 〃 (۲) ۲۲-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۵-۶

ظفر الملک

لکھنؤ کانفرنس اور مسلمان (۲) ۱۰-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۴

〃 〃 ۲۱-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۴+۶

محمد علی، مولانا

بمبئی میں انجمن اشاعتِ اسلام کا جلسہ ۲۳-۵-۱۹۲۷ء، ص ۷

محمد علی، مولانا

مسلمانانِ لکھنؤ کا عظیم الشان جلسہ ۲۱-۶-۱۹۲۷ء، ص ۶

جنوبی افریقہ کی تاریخی کانفرنس — مولانا محمد علی کا دلگداز پیغام ۲۰-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۵

نہرو، پنڈت جواہر لال

پنڈت جواہر لال نہرو کا خطبۂ صدارت — مسائل حاضرہ پر اظہار خیال (پنجاب پراونشل پولیٹکل کانفرنس - امرتسر) (۱) ۱۷-۴-۱۹۲۸ء، ص ۶

〃 〃 (۲) ۱۸-۴-۱۹۲۸ء، ص ۷+۸

آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس ۱۴-۱-۱۹۲۷ء، ص ۳

لکھنؤ کی حجاز کانفرنس کی تجاویز ۳۰-۹-۱۹۲۶ء، ص ۵

مذہبی و ملی مسائل

اتحاد بین المسلمین

حسن نظامی، خواجہ

وہ خود اپنی ناؤ میں سوراخ کرتے ہیں ۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶

عبدالرحمان ندوی

دو بیماریاں (نفاق بین المسلمین) ۱۶-۱۲-۱۹۲۵ء، ص ۶-۷

اسلام اور دیگر مذاہب

اسلام اور مسائل مختلفہ

عباس حسین فاری، محمد
گداگری اور اسلام ۱۸-۱۰-۱۹۲۸ء، ص ۹

عبدالماجد
گردن کا پھندا (آزادی اور اسلام) ۲۳-۹-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

محمد عمر نعمانی
انسداد گداگری اور اسلام ۲۷-۳-۱۹۲۵ء، ص ۸-۷

وال جی گووندجی ڈیسائی
اسلام اور عدمِ تشدد (۱)
" (۲) ۱۳-۹-۱۹۲۷ء، ص ۲

اوقاف اور مقابر

شبلی نعمانی
اوقاف اسلامی ۱۳-۲-۱۹۱۴ء، ص ۲

محمد عمر نعمانی
اسلامی اوقاف ۲۱-۲-۱۹۲۸ء، ص ۷

مقابرِ دہلی —— مرکر بھی ہم کو چین نہ زیرِ زمیں ملا ۲۹-۵-۱۹۱۳ء، ص ۳-۲

تبلیغ و اشاعتِ اسلام

راشدہ راس، مسز
تبلیغ اسلام بلادِ غربیہ میں ۳۱-۵-۱۹۱۴ء، ص ۲

عبدالحکیم نقوی قائم گنجوی، سید
اشاعت و تبلیغ اسلام ۵-۳-۱۹۱۴ء، ص ۸

عبدالرحمٰن بجنوری
بلغاریہ میں اسلام ۲۲-۶-۱۹۱۳ء، ص
سرویا میں اسلام ۱۱-۶-۱۹۱۳ء، ص

عبد السلام ندوی

ہند میں اسلام ۸-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۷-۸

کمال الدین، خواجہ

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام — خواجہ کمال الدین کا تازہ خط ۶-۲-۱۹۱۴ء، ص ۷-۸

بلادِ غربیہ میں اشاعتِ اسلام ۱۹-۲-۱۹۱۴ء، ص ۷

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام — خواجہ کمال الدین کا
تازہ خط ۲۵-۳-۱۹۱۴ء، ص ۷

مسجد کانپور کا حادثہ — نثر

حسن نظامی، خواجہ

کانپوری شہید کے گھر میں پہلی رات ۲۳-۸-۱۹۱۳ء، ص

کہو تکبیر (میرٹھ میں ۷، اگست ۱۹۱۳ء کو تقریر) -۸-۱۹۱۳ء، ص

عبد الباری فرنگی محلی، مولانا

مسجد کانپور کے فیصلے پر ایک نظر ۱۹-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

مسجد مچھلی بازار کانپور (محمد علی + گورنر خط و کتابت) ۸-۷-۱۹۱۳ء، ص

کانپور میں مسجد کی شہادت ۸-۷-۱۹۱۳ء، ص

کانپور میں مسلمانوں کی شہادت کا ذمہ دار کون ہے؟ ۷-۸-۱۹۱۳ء، ص

سر جیمس مسٹن کی تقریر (وفد کے سامنے) ۲۱-۸-۱۹۱۳ء، ص

کانپور کے قیدیوں اور مجروحین کی کیفیت ۲۸-۸-۱۹۱۳ء، ص

کانپور کی عید ۱۹-۹-۱۹۱۳ء، ص

سر رضا علی کی تقریر -۹-۱۹۱۳ء، ص

دہلی کا پراسرار جلسہ انگریزوں کی حمایت میں — نواب صاحب

رام پور اور دوسرے حضرات کے کارنامے ۵-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

پراسرار جلسہ دہلی کی کیفیت آنریبل سید رضا علی کی زبانی ۸-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

حضور وائسرائے کی تقریر ۱۶-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

کانپور میں حضور والسرائے کا ورود مسعود° — ۱۷-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

تصفیہ کانپور پر ایک نظر° — ۲۲-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

کانپور کے مشرح حالات° — ۲۲-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

مسجد کانپور — نظم

افسر، حامد اللہ

مسجد سے خطاب° — -۱۰-۱۹۱۳ء، ص

آزاد (انصاری)، حکیم الطاف حسین

حکومت اور رعایا° — ۵-۹-۱۹۱۳ء، ص

قمر، سید قمر الدین احمد

تیرے ہی صدقے میں تو خان بہادر رہوں میں° — ۱۸-۱۲-۱۹۱۳ء، ص

کیفی چڑیا کوٹی

رباعی° (شہادت زار کانپور) — ۲۰-۱۱-۱۹۱۳ء، ص

مسلمانوں کی فریاد° — ۹-۱۰-۱۹۱۳ء، ص

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حسین میاں، مولانا شاہ

رسولِ عربی کی بعثت — ۷-۹-۱۹۲۶ء، ص ۷

نجیب آفندی

مولدِ نبوی ایک عرب عیسائی کی نظر میں — ۱-۱۲-۱۹۲۶ء، ص ۷

رسولِ خدا کا اخلاق بچوں کے ساتھ (از پیام تعلیم) — ۱۹-۲-۱۹۲۸ء، ص

معارف القرآن

عبدالحی فاروقی، خواجہ محمد (استاد تفسیر جامعہ ملیہ دہلی)

معارف القرآن سورۃ الانشقاق کی تفسیر — ۹-۱۰-۱۹۲۵ء، ص ۷

مسائل و مباحث ملّیہ اسلامیہ

متفرقات

LEADING ARTICLES From

The Comrade.

A Weekly Journal. Edited by - Mohamed Ali.

Mohammad Ali

(1) The Choice of the Turks "
26.9.14, P. 233-40

(2) In Mother's Memory.
(i) 21.11.24, P. 53-55
(ii) 28.11.24, P. 65-67
(iii) 5.12.24, P.83-84

(3) Islam and its Prospects.
15.11.13, P. 342-43.

(4) Kohat and the Muslim League.
9.1.25, P. 12-17

(5) Memorandum of Evidence of Mr. Mohammad Ali submitted to the Royal Commission on the Public Service in India
29.3.13 Supplement P. 1-17

(6) A mere Flourish.
16.10.25, P. 185-90

(7) A Nation's Trail (C.R. DAS)
26.6.25 P. 376-81

(8) The Pahari Dheeraj Route for Sacrificial Cows.
17.7.25, P. 17-21

(9) An unpleasant Correspondence.
4.9.25, P. 110-17

Mohammad Ali & Shaukat Ali.

(10) Bi-Amman.
12.12.24, P. 97

(1) C O U N T R I E S

EGYPT

Affairs in Egypt.
30.1.25, P. 65-66.

Egypt.
22.7.11, P. 69-71
29.6.12, P. 580-81
(i) 24.8.12, P. 171-72
(ii) 31.8.12, P. 194-96

Egypt and Britain.
28.11.24, P. 73-77.

MOROCCO

France's New Move in Morocco.
(i) 29.5.25, P. 329-34.
(ii) 12.6.25, P. 363-65.

Morocco
8.7.11, P. 27-29.
(i) 4.5.11, P.395-96.
(ii) 11.5.12, P.420-21.

(i) ....

(ii) 6.5.25, P. 248-50.

PERSIA

Anglo Russian Policy in Persia.
23.9.11, P. 252-53
9.12.11, P. 501-2.
6.1.11, P. 5-6.

The Persian Affairs.
15.6.12, P. 537.

The Strangling of Persia.
7.9.12, P. 152-53

Transpersian Railway
17.8.12. P.152-53

OTHER COUNTRIES

Albania.
15.7.11. P. 48-50

The British in the Sudan.
12.12.24, P. 105-111.

The City of Tombs.
24.5.13, P. 418-19

Europe in Africa.
10.5.13, P. 378

The Kurdish Revolt
(1) 27.3.25, P.187-9

Ottoman Treasury Bonds
8.3.13 P.204

Party Split in Turkey.
5.12.24, P. 85-86.

(2) CAWNPORE MOSQUE

The Cawnpore Case.
16.8.13, P. 113-14

The Cawnpore Sacrilege.
(i) 5.7.13, P. 6-8.
(ii) 12.7.13, P. 25-26.
(iii) 2.8.13, P. 75.

The Cawnpore Tragedy.
9.8.13, P. 93-94.

A Muslem Mission to England
13.9 13, P. 171.

The Restoration of the Cawnpore Mosque.
25.7.14, P. 52-53.

The Sacrifice.
2.11.12, P. 346.
16.11.12, P. 393-95.

(3) ECONOMICS

The Budget.
2.3.12, P. 190-92.

The Financial Statement.
8.3.13, P. 203-4.
7.3.14, P. 196-97.

The India Budget.
9.8.13, P. 94-95.

A Lesson for Labour and for Indian.
7.11.24, P. 24-25.

Provincial Budget.
25.5.12, P. 466-67

(4) EDUCATION

The Compulsory Education Debate.
(i) 23.3.12, P. 254-55.
(ii) 30.3.12, P. 277-79.
(iii) 6.4.12, P. 302-3.
(iv) 13.4.12, P. 327-28.
(v) 20.4.12,. P. 346-47.
(vi) 27.4.12, P. 370-71.

Education in India.
10.8.12, P. 122-23.
22.2.13, P. 157-58.

Education in Punjab.
18.5.12, P. 442-43.

Education in the United Provinces.
6.7.12, P. 8-10.

Education of Mussalmans.
28.2.14, P. 176-77.

Elementary Education.
26.8.11, P. 174-76.

Moslem Education & Government
(i) 10.5.13, P.376-78
(ii) 17.5.13 P.397-99
(iii) 24.5.13 P.420-21

Moslem Education in Bengal.
7.10.11, P. 289-90
26.4.13, P. 333-34.

The Muhammadan Educational Conference.
11.1.13, P. 31-32.

National Muslim Education.

(i) 23.1.25, P. 48-50
(ii) 30.1.25, P. 62-65

Primary Education.
8.7.11, P. 30-31
1.3.13, P. 181-82

(5) EDUCATIONAL INSTITUTIONS

Aligarh University:

Aligarh Affairs
18.11.11, P. 428-30

Aligarh and its present official Patron.
27.6.14, P. 515-18

Aligarh and Press (I).
19.4.13, P. 312-14.

The Aligarh Budget.
12.10.12, P. 271.

Aligarh Delays.
29.7.11, P. 89-91.

Aligarh Old Boys.
16.4.14, P. 314-16.

The Criminal Settlement at Aligarh.
29.11.13, P. 376-78.

The Constitution of the Moslem University.

(i) 12.8.11, P. 129-30.
(ii) 19.8.11, P. 154-55.

OTHER UNIVERSITIES

(6) EXECUTIVE AND JUDICIAL.

(7) HAJ AFFAIRS

(8) ISLAM & MUSALMANS

ISLAM

Islam in China

15.6.12, P.535-37

Islam in Russia.

(i) 22.6.12, P.555-56.

(ii) 29.6.12, P.577-78

Musalmans.

Europe and the Muhammadan World.

13.1.12 P. 31-32

Indian Mosleman and their "Friends"

(i) 5.4.13, P. 566.

(ii) 12.4.13, P. 289-90

The Indian Moslem's Tasks.

(iii) 17.1.14, P. 52.

(iv) 24.1.14, P. 71-72.

(v) 31.1.14, P. 95-96.

(vi) 7.2.14, P. 115-116.

(vii) 14.2.14, P. 136-37

Moslems and Buddhists.

18.5.12, P. 441-42.

The Moslem Deputation to the Viceroy.

(i) 21.3.14, P. 236-38

(ii) 28.3.14, P. 257-58

The "Times" on the Indian Mussalmans.

(i) 17.5.13, P. 396-97

(ii) 25.5.13, P. 419-20

(9) LITRATURE AND LANGUAGE

Cant.

18.1.13, P. 53-55

Crets.

23.3.12, P. 255-56.

Adoleful Journal

13.7.12, P. 31.

The Drama.
(i) 28.10.11, P. 358-59
(ii) 4.11.11, P. 383-85

The Lingua Franca of India.
(i) 22.7.11, P. 67-69
(ii) 29.7.11, P. 88-89
(iii) 5.8.11, P. 108-10
(iv) 9.9.11, P. 212-13

Othel lo
4.5.12, P. 397-98

(10) P A R T I E S

Indian National Congress

Indian National Congress.
30.12.11, P. 567-68.
11. 1.13, P. 33-34

Khuddam-e-Kaba

Servants of the Kaba.
(i) 31.5.13, P. 437-38
(ii) 7.6.13, P. 457-58

Moslem League:

Bengal Mussalmans and the Muslim League.
27.1.12, P. 80-81

The Creed of the Moslem League.
4.1.13, P. 7-9

The League and its London Branch.
10.1.14, P. 8-10.

The Moslem League.
(i) 9.3.12, P. 210-11.
(ii) 16.3.12, P. 226-27

OTHER PARTIES AND CONFERENCES.

(11) PERSONALITIES.

Abadi Bano Baigum (Bi-Amman).

BI-AMMAN.

14.11.24, P. 40-41.
12.12.24, P. 97.

In Mothers Memory.

(i) 21.11.24, P. 53-55.
(ii) 28.11.24, P. 65-67.
(iii) 5.12.24, P. 83-84.

Agha Khan.

The Agha Khan and Muslims.
29.7.11, P. 91.

The Agha Khan and the Recent Changes.
10.2.12, P. 123-24.

James Mestorn.

Sir James Meston and the Deputation.
6.9.13, P. 136-38.
20.9.13, P. 191-92.
27.9.13, P. 214-17.
25.10.13, P. 276-79.

Sir James Meston at Aligarh.
21.12.12, P. 499-500.
28.12.12, P. 525-26.
25.7.14, P. 53-54.

Mahmoud Shevket

The Coming of Mahmoud Shevket.
25.1.13, P. 74-76.

The Passing of Mahmoud Shevket.
14.6.13, P. 477-78.

Other Personalities.

Mr. Ameer Ali's Escapade.
(i) 15.11.13, P. 333-34.
(ii) 22.11.13, P. 353-55.

Dr. Ansari and the Foreign Missions.
28.6.13 P. 522-24.

Sir Edward Grey's Statement.
16.8.13, P. 114-15

Sir Guy Fleetwood Wilson's Message.
28.6.13, P. 521-22

Khawaja Kamal-ud-din and His Supporters.
9.5.14, P. 377

The Hon Law Member and ourselves.
11.5.12, P. 418-20

Lord Birken Head's Speech.
10.7.25, P. 391-93

Lord Hardinge's Message.
1.2.13, P. 94-95.

Lord Morley and the "Settled Fact".
16.3.12, P. 229-31.

A Moslem Ruler on Aligarh.
(i) 21.3.14, P. 235-36
(ii) 28.3.14, P. 255-56

The Prince of Peace.
14.3.14, P. 215-16

The Viceroy at Dacca.
3.2.12, P. 104-6

The Case of Zafar Ali Khan.
24.10.14, P. 315-17.

(12) POLITICS

Communul Representation.
6.2.25, P. 78-83.

The Compaign.
(i) 12.8.14, P. 100-102.
(ii) 19.8.14, P. 124-25.
(iii) 26.8.14, P. 145-50.
(iv) 12.9.14, P. 192-97.
(v) 15.10.14, P. 275-81.

JAL

(13) PRESS ACT.

Moslem Press and Press Act.
20.9.13, P. 192.

The Press Act.
(i) 17.1.14, P. 50-52.
(ii) 24.1.14, P. 70-71.
(iii) 31.1.14, P. 93-95.
(iv) 7.2.14, P. 114-15.
(v) 14.2.14, P. 134-36
(vi) 21.2.14, P. 155-57
(vii) 28.2.14, P. 175-76
(viii) 7.3.14, P. 194-96

The Press Act and Proselitization.
(i) 30.5.14, P. 438-40
(ii) 6.6.14, P. 455-57
(iii) 13.6.14, P. 479-81

(14) TURKEY-BALKAN WAR AND OTHER ARTICLES

After the War.
24.10.14, P. 317-18

The Balkan Situation.
1.2.13, P. 94.

British Opinion and the War.
12.9.14, P. 190-92

The Crescent and the Cross.
(i) 16.11,12, P. 395-96
(ii) 23.11.12, P. 419

The Moslem Aspects of the War.
21.10.11, P. 335-37.

The Situation in the East.
18.11.11, P. 427-28.

The Situation in Turkey.
(i) 20.7.12, P. 50-51.
(ii) 27.7.12, P. 75-76.

Some Aspects of the War.
7.10.11, P. 288-89.

Some War Publications.
(i) 1.6.12, P. 491-93.
(ii) 22.6.12, P. 553-55.
(iii) 29.6.12, P. 578-80
(iv) 6.7.12, P. 6-8.

Turkey and the Arab Question.
11.7.14, P. 29-31.

Turkey and Neutrality.
17.2.12, P. 149-51

Turkey and the "Times".
8.2.13, P. 112-14

Turkey and the War.
26.8.14, P. 144-45

The Turkish Relief Fund.
11,11,11, P. 405
9.12,11, P. 503
14,6,13 P. 478-80

The Viceroy, Turkey and Persia.
30.3.12, P. 279-80

The War.
28.10.11, P. 359-60

The War in Tripoli.
20.1.12, P. 53-55

(15) MISCELLANEOUS ARTICLES

The Agreement.
14.11.24, P. 41-42.

The Alternations.
24.10.14, P. 313-15

The Announcement.
(i) 16.12,11, P. 524-25.
(ii) 23.12.11, P. 548-50
(iii) 30.12.11, P. 565-67

Appeal for Party Tickets
21.11.24 P.55-56

An Appeal to the Greatest of Moslem Rulers.
2.11.11, P. 477-78.

The Beginning of the Struggle.
19.10.12, P. 300

Behar and the "Beharee"
27.4.12, P. 373.

The Black mail.
19.10.12 P. 299-300

The Blank Cheque
4.1.13, P. 5-7

The Bombay Week.
20.2.25, P. 113-15

Bonds or Boycott.
15.3.13, P. 222-24.

The Boycott.
(i) 22.11.13, P. 355-56
(ii) 29.11.13, P. 375-76

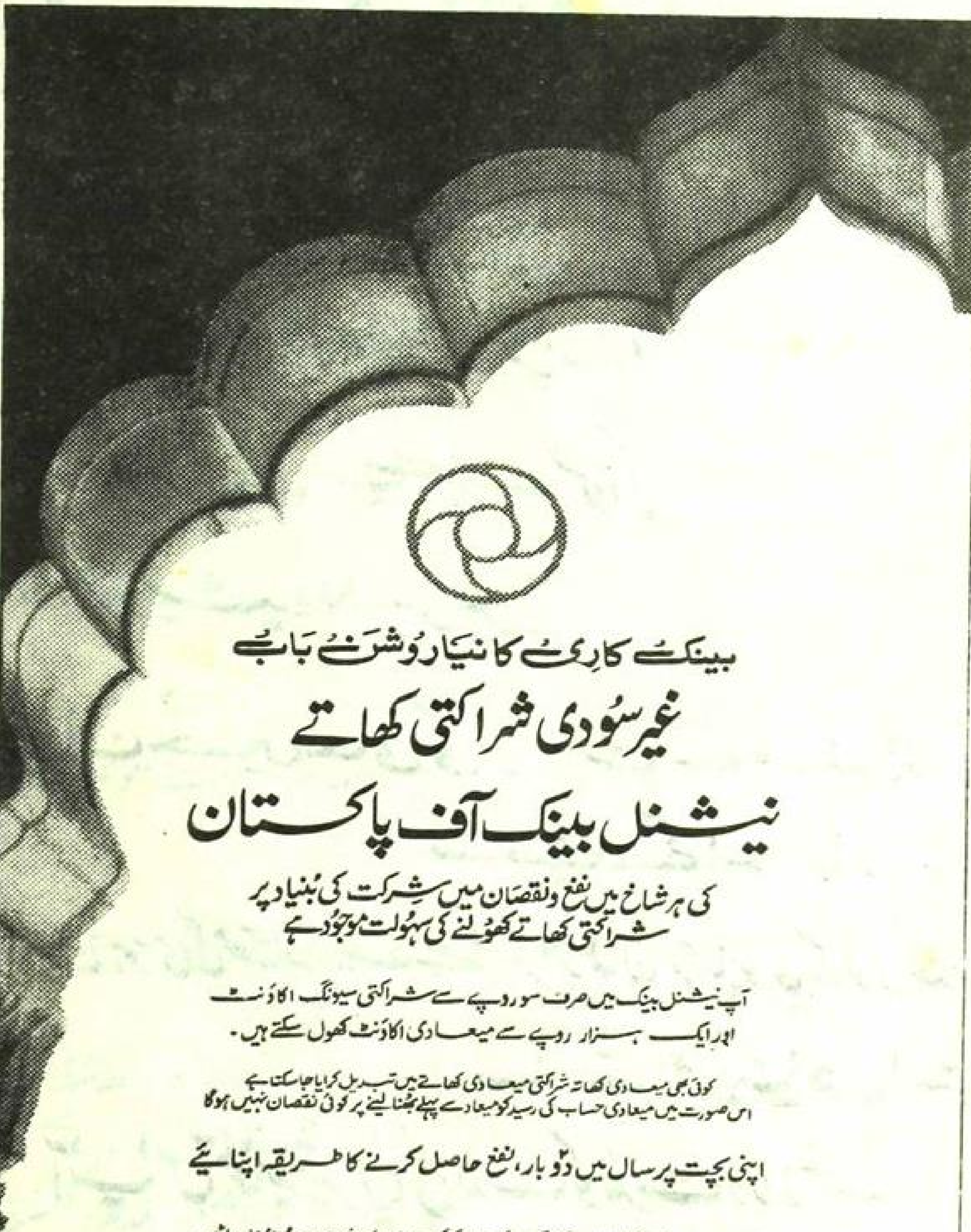
The Butcher's Strike at Delhi
(i) 21.6.13 P. 496-97
(ii) 28.6.13 P. 524-25

The Challenge to our love of Freedom
(i) 26.12.24 P. 136-39
(ii) 9.1.25 P. 8-11

Baseless insinuations.
4.7.14, P. 8-9

Charitable Endowments.
(i) 25.4.14, P. 335-37
(ii) 2.5.14, P. 356-58

المخزن پرنٹرز محمود کراچی


بینک کاری کا نیا روشن باب
غیر سودی شراکتی کھاتے
نیشنل بینک آف پاکستان
کی ہر شاخ میں نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر
شراکتی کھاتے کھولنے کی سہولت موجود ہے
آپ نیشنل بینک میں صرف سو روپے سے شراکتی سیونگ اکاؤنٹ
اور ایک ہزار روپے سے میعادی اکاؤنٹ کھول سکتے ہیں۔
کوئی بھی میعادی کھاتہ شراکتی میعادی کھاتے میں تبدیل کرایا جاسکتا ہے
اس صورت میں میعادی حساب کی رسید کو میعاد سے پہلے بھنا لینے پر کوئی نقصان نہیں ہوگا
اپنی بچت پر سال میں دو بار، نفع حاصل کرنے کا طریقہ اپنایئے
تفصیلات کے لئے نیشنل بینک آف پاکستان کی کسی بھی شاخ سے رجوع فرمائیں
نیشنل بینک آف پاکستان
قومی ترقی قومی بینک